

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن

کا  
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

ڈاکٹر ریحانہ ضیا مدنی

**A CRITICAL STUDY OF  
TAFSEERBAYANUL QURAN**

**BY**

**Dr. Rehana Zia Siddiqi**

26

57

***toobaa-elibrary.blogspot.com***

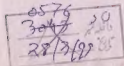
الندوة طرسٹ لائبریری  
چتر - اسلام آباد

مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن

کا

تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

757



ڈاکٹر ریحانہ ضیاء صدیقی

بلا حرق بحق مصنف محفوظا ہیں

297.1226

صدی

قرآن - علوم

انتخاب

مشفق والدِ محترم مولانا ضیاء الدین احمد

اور ذاتی ہم سفریات

ڈاکٹر عبدالحی صدیقی

کے نام

جن کا پر غم کاوشوں نے

میر کی ہر ہر ہمت دم پر دینی و دنیوی رہنمائی کی

یہ کتاب

فوز الدین علی احمد سوریہ کی پیشکش ہے  
مکتبہ سبکدوشی، لاہور  
سے شائع ہوئی

297.1226  
ریح

براقول

تصلو

بخشہ

جہانت

تہیت

مکاتبت

دسمبر ۱۹۹۱ء

چٹسو

ڈاکٹر سید منیا مدنی (ایم ایس ایم اے ایم اے ایم اے)  
ایم اے ایم اے ایم اے ایم اے ایم اے ایم اے

تاریخ پرنٹنگ، روڈ گروہ، ایل کنواں، دہلی

روپیہ

سلطان احمد مدنی

Re. 100/-

صفحہ ۲۰

- (۱) ڈاکٹر سید منیا مدنی، اسٹریٹ نمبر ۱، پٹی پٹی گروہ۔
- (۲) کتبہ جامعہ لکھنؤ، دہلی، بنگلہ۔
- (۳) ایڈیٹر شیل کتب ڈپو، رشید آباد، کتب، ایل گروہ۔
- (۴) کتب خانہ انجمن ترقی ہندو، آندھرا، جات سہواری۔
- (۵) دارالاشاعت اسلامیہ، کوٹوالہ، اسٹریٹ کلاک

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
۹	تعارف - پروفیسر کاشف اقبال صاحب
۱۱	تعارف - پروفیسر سید عالم قدس
۱۳	پیش کش - پروفیسر عبداللہ صاحب
	دور آغاز - مستط
۲۱	مولانا اشرف علی تھانوی کی مختصر سوانح حیات
۲۱	حبیب دلب - ہم و تار یکا پیدائش
۲۳	تعب - وطن
۲۴	مہربانین کا ایک جائزہ، نظریات وطلات، رفاقت
۲۵	حلام کا مقام، مشہور دنیا
۲۶	ترقیہ، تعلیمی دور
۲۶	فارس کا علم، عربی تعلیم
۲۸	خبریں، علم و تہذیب
۲۹	تحقیق و تہذیب
۳۰	دستار بندی، فنی و تہذیب کی ابتدا
۳۱	شاہکار و اشوق
۳۲	دربار تقدیری
۳۳	سیاسی نظریہ
۳۵	فنی و سیاسی پر نظر کا خاکہ
۳۹	مولانا کی زندگی کا نصب العین
۳۲	ظاہری و باطنی حالات کا سرواٹ کا مختصر خاکہ وقات نمک
۳۸	تصانیف و مواظک اہیت

الندوہ ٹرسٹ لائبریری  
پتہ: ۱۱۱۱۱۱

صفحہ	عنوان
۵۲	مولانا کے چند موعظہ کا جائزہ
۵۳	وہ خط قرعہ الماشر
۵۴	استحضار الناس
۵۵	ذکر ابریل
۵۶	انکال فی الزین غبار
۵۸	شرائط الطمان
۶۰	چند تصانیف کا جائزہ
۶۰	حیات المسلمین
۶۳	الانتظامات النبیہ من الوصیایات المہدیہ
۶۳	برہق زہر
۶۵	اعلام الحرم
۶۶	تفسیر بیان القرآن
۷۰	اردو و تفاسیر و تراجم کا مختصر خاکہ اور تفسیر بیان القرآن کا اجمالی تعارف
۷۹	تفسیر بیان القرآن سے قبل کی چند تفاسیر کا تحقیقی جائزہ
۷۹	نصریات و تحقیقات تفسیر پرستیہ امغان
۸۷	پرستیہ کے تفسیر کتب کی ضرورت و اہمیت
۸۸	نصریات تفسیر پرستیہ
۸۸	پہلے خصوصیت
۹۲	دوسری خصوصیت
۹۵	تیسری خصوصیت
۹۹	چوتھی خصوصیت
۹۹	پانچویں خصوصیت
۹۸	مولانا ابوالکلام آزاد کے ترجمان القرآن کا مختصر جائزہ
۱۰۵	بعض اسباب و فوثرات جو ہم حقیقت میں مانے جاتے ہیں
۱۱۱	تفسیر حقان

صفحہ	عنوان
۱۲۰	تفسیر بیان التفاسیر
۱۲۲	تفسیر مہاسب الرحمن
۱۲۵	اردو تراجم کی روشنی میں تفسیر بیان القرآن کی خصوصیت
۱۲۹	ترجمہ مولانا صفائی (سیدہ ح)
۱۳۹	تفسیر بیان القرآن کا جائزہ کلامی، فقهی اور تفسیر بالآلور کے نکتہ نظر سے
۱۴۹	تفسیر بیان القرآن کی کلامی حیثیت
۱۵۲	ربیع مہدی علیہ السلام
۱۶۱	تفسیر بالآلور کے نکتہ نظر سے تفسیر بیان القرآن
۱۶۳	تفسیر بیان القرآن کی فقهی حیثیت
۱۷۶	تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات، تحقیق و تنقید کی روشنی میں قرآن کریم کی آیات کی مثالوں کے ساتھ
۱۸۰	مکر خاندیم عقدا و اتفاق
۱۹۷	تفسیر بیان القرآن کے تفسیری اصول
۱۹۷	تفسیر اصول تفسیر حقان (تفسیر فتح اللہ)
۲۰۷	تفسیر مہاسب الرحمن (رجاء ایمان)
۲۱۳	ذکر بعض امور صحیحہ و درجہ اولیٰ
۲۲۳	تفسیر بیان القرآن کا مقام مجدد تفاسیر کے درمیان
۲۲۳	تعارف
۲۲۶	الفاظ و ما بلاوا
۲۲۷	ادوار القرآن
۲۳۱	مولانا سقاوی کے چند شاگرد
۲۳۲	۱) مولوی محمد اسحاق صاحب (۲) مولوی محمد رشید صاحب
۲۳۲	(۳) مولوی احمد صاحب فقہری (۴) مولوی صادق الیقین صاحب کرسی

## تعارف

حکیم الامت مولانا شرف الملک سٹاڈی کی عالمانہ شخصیت کسی تنقید کی محتاج نہیں  
اسفروں نے وقت اور ضرورت کے تقاضوں کے تحت اپنا نظم ہر اس موضوع پر اٹھایا  
جرات کی اصلاح کے لیے ضروری تھا۔ ان تمام غرابوں کو دور کرنے کے ساتھ ہی وہ  
طریقے قرآن و سنت کی روشنی میں عوام کے لیے خاص طور سے تحریر کیے جن کے ذریعے  
دنیا کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کے لیے بہت سے مسائل کا حل مل سکا۔ اصلاح الرسوم،  
قصداً صلیب، تربیت السائق، بہشتی زیور سب اس سلسلے کی کڑی ہیں۔

مولانا نے جس مقصد اور ضرورت کے تحت یہ تصنیف لکھی، خداوندگار نے اس کو  
بہترین طرح خالص کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کے ساتھ ہی تصنیف کے تحقیق  
مسئلہ کی روشنی میں چند دیگر تراجم اور تفاسیر کا ذکر کرتے ہوئے تصنیف کی فہم،  
عقلی، کلامی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ ائمہ ترجمہ اور ربط آیات کے حوالوں سے  
خالص میں پیش کی اور مولانا سٹاڈی کی تصنیف کا اعتبار دیگر تراجم اور تفاسیر کے  
موازنہ کے ساتھ محض ایک باب میں پیش کیا ہے۔ مولانا کی تصنیف بیان القرآن پر  
یہ پہلا تحقیقی و تنقیدی مقالہ ہے جس پر دیکھنا کو مسلم یونیورسٹی کی طرف سے اپنا ایک  
ڈی کی ڈگری تخریص کی گئی۔ اب یہ کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر سجاد نے جلال آباد، سہارت پور، دیوبند  
اور دہلی کا سفر کیا اور ان مقامات سے تصنیف بیان القرآن اور مولانا سٹاڈی کے  
بارے میں مفید معلومات بہم پہنچائیں جو مولانا کے بہت قریب تھے۔ اس مقام سے

۲۳۳	۱۵) مولانا فضل الحق صاحب (۶) مولانا شاد لعلت الزریں صاحب
۶	۱۶) حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بخاری (۸) مولانا سید اسحاق علی صاحب کالجوری
۶	۱۹) مولانا غلام الحق صاحب
۲۳۳	۱۰) مولانا سید محمد رضا ثانی
۶	خلافت کے خاص
۶	۱۱) غلام جبار الرحمن صاحب بخاری
۲۳۵	۱۲) مولانا سید سلطان ندوی
۲۳۶	۱۳) مفتی محمد رفیع صاحب
۲۳۸	۱۴) غلام جبار صاحب بخاری
۲۳۹	۱۵) قاری محمد طیب صاحب
۲۴۰	۱۶) شاد ولی احمد صاحب
۲۴۱	۱۷) مولانا سید اشرف صاحب
۲۴۲	۱۸) حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بخاری
۲۴۲	۱۹) حافظ ذکری محمد صاحب بخاری
۲۴۵	۲۰) مولانا عبد الباقی صاحب ندوی
۲۴۶	مولانا سٹاڈی کی دور حاضر کے علماء کی نظر میں
۲۴۶	۱) مولانا سید محمد رفیع صاحب بخاری، مولانا سید محمد رفیع صاحب بخاری
۲۴۸	۲) مولانا سید محمد رفیع صاحب بخاری، مولانا سید محمد رفیع صاحب بخاری
۲۴۹	۳) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۲۵۱	۴) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۲۵۵	۵) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۲۵۹	۶) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۶	۷) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۶	۸) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۲۶۰	۹) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری
۲۶۱	۱۰) مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری، مولانا غلام الرحمن صاحب بخاری

مؤاخر شیا کی یہ محنت قابلِ قدر ہے۔  
خداوند عالم سے دعا ہے کہ ان کی اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے

مولانا اقبال  
رؤفہ اقبال

بیرینِ شہسہ ویناست  
دینِ شیکلِ آفتِ ستیا لوی  
سلم وینورسٹی ملی گڑا  
۱۲ اکتوبر ۱۹۷۷ء

## تعارف

مولانا اشرف علی تھانوی ہندوستان کی ان بانیانِ ائمہ مقبول میں سے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے عالم دین، بہترین رہبرِ ملت، امورِ تصوف سے بہرہ ور، درویشانہ طبع اور خاص انسان تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ یہ نفسی اور بے لوثی کی مثال ہے، ان کی ملی کلز امریں میں "بیان القرآن" کی بہت اہمیت ہے۔ مولانا ایک اچھے منتر، محدث اور فقیہ تھے، علوم دینی میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ معرفت و سلوک کی راہوں میں ان کا درجہ بہت اونچا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو علمِ الہیست و معرفت کہا گیا اور کہا گیا کہ ان کی تعلیم

مولانا کی تفسیر کی جو باتوں کو قبول کی وجہ سے بہت متبرک رہی ہے، اس کی زبان بہت سادہ و سادہ و عقل شناس کی تفسیر ہے، لہذا اور سادگی سے چرچا ملے کہ یہ تفسیر بہت سادہ بیان کرتی ہے۔ مولانا چونکہ حرام سے بہت قریب تھے اور ان کے ذہن اور کلمہ کے سب پر ان کی نظر تھی اس لیے تفسیر انھوں نے اس نقطہ نظر سے لکھی اور اس بات کی کوشش کی کہ عام انسان کلام اللہ کے مفہوم کو آسانی سے سمجھ سکے، نیز وہی تفسیر، غرضیات، نکات اور قیاسی باتوں کا ذکر نہیں کرتے، دوسرے مفسرین نے اگر کسی آیت کی تفسیر الگ الگ انداز سے کی ہے تو اس میں جو سب سے آسان مفہوم ہے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر کو لوگ بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

زیرِ نظر تصنیف مولانا کی اس تفسیر کا ایک سچا جائزہ ہے۔ محترم ریکارڈ منیار صاحب اس سلسلہ میں سب کی مبارکباد کی ستم کی کہ انھوں نے ایک کام بڑی خوش اسلوبی اور بہت سلیقہ سے انجام دیا ہے۔ درمیان میں اس کا مطلق ایک ہی دوری کا خاوار سے ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت ان کے والد محترم مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے خود کی تھی۔ ان کے تلامذہ

خانقاہِ اصفیٰ بونیر



مکتبہ اللہ صلاتی  
بکریہ سیدہ خاتون

محترم مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر میں جو سب سے سادہ و سادہ و عقل شناس کی تفسیر ہے، لہذا اور سادگی سے چرچا ملے کہ یہ تفسیر بہت سادہ بیان کرتی ہے۔ مولانا چونکہ حرام سے بہت قریب تھے اور ان کے ذہن اور کلمہ کے سب پر ان کی نظر تھی اس لیے تفسیر انھوں نے اس نقطہ نظر سے لکھی اور اس بات کی کوشش کی کہ عام انسان کلام اللہ کے مفہوم کو آسانی سے سمجھ سکے، نیز وہی تفسیر، غرضیات، نکات اور قیاسی باتوں کا ذکر نہیں کرتے، دوسرے مفسرین نے اگر کسی آیت کی تفسیر الگ الگ انداز سے کی ہے تو اس میں جو سب سے آسان مفہوم ہے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر کو لوگ بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

زیرِ نظر تصنیف مولانا کی اس تفسیر کا ایک سچا جائزہ ہے۔ محترم ریکارڈ منیار صاحب اس سلسلہ میں سب کی مبارکباد کی ستم کی کہ انھوں نے ایک کام بڑی خوش اسلوبی اور بہت سلیقہ سے انجام دیا ہے۔ درمیان میں اس کا مطلق ایک ہی دوری کا خاوار سے ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت ان کے والد محترم مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے خود کی تھی۔ ان کے تلامذہ

الحمد  
۲۳/۱۲/۷۷



محمد عمر صاحب حضرت مولانا سقا ازہی کے خلفاء میں سے تھے۔ اس قوی خلق کا اثر اس  
گھرانے پر بڑا ایک قدرتی اثر تھا۔ سچی وجہ یہ کہ خاندان کے سبھی لوگ دین کی برکتوں سے  
بہال تھے اور لوگوں کو اس دولت میں برابر کا شریک رکھتے تھے۔ جانا اور والد و عورت  
تعلیمی میں سرگرم رہے اور لوگوں کی تربیت و تعلیم پر توجہ دیتے رہے۔ رہنما دنیا کی تعلیم و  
تربیت بھی اسی محل میں ہوتی جس کا گوش گور اثران پر پڑا اور ملی دینی تفریق کو بھینک کر  
اپنی جگہ بناتے رہے۔ چنانچہ اس خاندان کا تعلق مل گروہ سے ہے اس لیے سلم پرنسپلستان کی  
جدید تعلیم کا مرکز بنی۔ بی۔ اے کرنے کے بعد انھوں نے عربی اور اردو میں ایم۔ اے فرسٹ ڈویژن  
میں پاس کیا۔ دینی تعلیم کی نگاہ سے ان کو تیسرا لڑی ڈیپارٹمنٹ کے تھے، جہاں سے انھوں نے بی۔ اے کیا  
اور ایم۔ اے۔ اس کے بعد بی۔ اے کی ڈگری کے لیے اپنے محبوب رہنا اور معلم بزرگ  
مولانا سقا ازہی کو مستغیب کیا۔ مولانا کی شخصیت کا ہر پہلو ایک نکل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔  
اس لیے انھوں نے ان کے تفسیر کا ناموں کو جن کی دینی اہمیت کے ساتھ ساتھ علمی حیثیت  
بھی ہے اپنا مخصوص موضوع بنایا۔ اس کا شکر ہے کہ انھوں نے اپنے متعدد مسائل کا یہاں پر  
کی۔ اے آن کو ڈگری کے لیے کی ڈگری توفیق ہوئی اور ایک ایسا کام چھوڑا جس کی بہت ضرورت تھی  
اور جو آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے شیل راہ بنے گا۔  
اندر تھالی سے دعا ہے کہ ان کے کام کو مقبول عام کرے اور لوگوں کو اس سے زیادہ  
زیادہ فائدہ پہنچے۔ آمین۔

پروفیسر محمد سالم دہلوی  
غیر اسلامک اسٹڈیز  
سلم پرنسپلستان مل گروہ

## پیش لفظ

ڈاکٹر رہنما دنیا صاحب کی یہ تصنیف بہزبان "مولانا اشرف علی سقا ازہی کی تفسیر بیان القرآن  
کا تحقیقی و منتخب دی سلاطہ" ایک مفید علمی و تحقیقی کاوش ہے۔ علمی افادیت کے علمی الزام، بحرین  
میں اس کتاب کی دینی اہمیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

کتاب کے مختصر مطالعے کے بعد مجھے اعتراف ہے کہ رہنما دنیا صاحب نے فوق و فوق  
کے جلو میں تحقیق کے مراحل کا یہاں کے ساتھ طے کیے ہیں، ان کی ساری لائق تحسین ہے۔  
تحقیق کا سب سے بہت لائق اور شاید سب سے نکلن مرحلوں میں اہم موضوع کا انتخاب  
ہوتا ہے۔ تفسیر "بیان القرآن" کا انتخاب شاید دنیا کی کتابت سے خالی اہمیت و  
افادیت کا حامل ہے۔

قرآن مجید کو اس کتاب کا مقالہ کی طرف سے ساری انسانی برادری کے لیے سرچشمہ  
ہدایت اور تلاح و ترقی کی مناسبت بنا کر لایا گیا۔ مگر یہ کلام پاک عربی زبان میں ہے اور  
اسے فصاحت و بلاغت کا حسین پیکر بھی مٹا دیا گیا ہے۔ لہذا ان ہدایات کو سیدھے  
سارے الفاظ کے ذریعے لوگوں کے قلوب و ذہن میں ایک پینچا نا لازمی سا چھو جائے۔ بلکہ  
کی تفسیر خصوصیت سے لے کر عام دوسری زبان میں ایک اہم ضرورت بن جاتی ہے  
اور اس میں منظر میں کلام اللہ کی افہام و تفہیم و فہم کی "اللہ والے" کے ہاتھوں انتہام  
یا جائے تو کیا کہنا، سر یہ سب کچھ ہیں مولانا اشرف علی سقا ازہی کی تفسیر "بیان القرآن" میں  
مل جاتا ہے۔ اس تفسیر کو اس قدر پاک نے شرب قبریت سے بھی نوازا ہے۔

عہد حاضر میں کچھ ایسی ہی تفسیر کی دراصل ضرورت ہے، جو عام فہم ہو کلام اللہ کے

دوست نام کے ہاتھوں تحریر ہوا اور عام کے ایک جڑے طبقے کے لیے قابل قبول ہو سکے۔ چنانچہ آج کے دور میں تفسیر فرکر کو فی سہول اعلویت ہوجاتی ہے اور کچھ پیچھے تو درسیانہ ضیا صاحب کے تحقیقی جائزے کے بعد اس کتاب کی افادیت مزید بڑھ جاتی ہے۔  
 ترجمہ میں اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کو نظر رکھتے ہوئے تفسیر "بیان القرآن" کا یہ تحقیقی جائزہ یقیناً دنیا کی تصانیف اور ادواء میں ایک گراں قدر اضافہ کہا جاسکتا ہے۔ دعا گو ہوں کہ اس پاک درسیانہ ضیا صاحب کی اس مبارک پیش رفت کو عزت و شہرت نصیب فرمائے۔ آمین

یوم نمبر ۱۹۹۱ء

عبد ارجو  
 اے پروفیسر عبداللہ  
 صدر شعبہ عربی  
 مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بیت الخیرات

# حرف آغاز

محمد صلی علیہ وسلم اور رسول اکرم صلی

اگرچہ اہل شاذ کا شکریہ کہ بزرگان دین نے تفسیر قرآن کی ایک زبردست خدمت انجام دی ہے کہ ہمارے لیے راہیں آسان کر دیں، ان کا احسانِ منیر کو کسی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان بزرگوں میں مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi کی تفسیر "بیان القرآن" اسی اہم تفسیر کا شمار ہمارے سامنے ہے۔ اس اہم تفسیر پر اللہ تعالیٰ نے بحجۃ اپنے کو کبھی تحقیق و مطالعہ کا موقع ملایا۔ اگرچہ میں خود اس کا اپنی نہیں سمجھتی، مگر اللہ شاذ خداوندی ہے "خلقت الخلق کائنات حاکمۃ لیسانہ" کے معنوں نے بہت سیدہ کی اور اللہ پر بھروسہ کر کے چند کلمات لکھنا اپنے ذہن کے متوالی شکل میں جیسے کہ یہ سوچ کر کہ اس بے بضاعت بڑھیا کی طرح جو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں ایک سوت کی آفتی سے کرکڑی ہو گئی دیکھنے والوں نے کہا وہ یوسف جس کی قیمت پر بیٹھ بیٹھا خواتین کے بیٹے کہیں بھیج دیتے کہ سوت کی آفتی جیسے یوسف مل جائے گا، اس منشی نے جواب دیا یہ تو میں بھی ہاں ہی ہوں مگر یوسف کے خریداروں میں میرا نام بھی شامل ہو جائے گا۔ یہی اسی طرح قرآن کی تفسیر پر قلم اٹھانا زبردست ذمہ داری اور فکر کا معاملہ ہے۔ لیکن یہ سوچ کر کچھ ملامت اور تنبیہات کسب و حکم کر رہی ہوں کہ قرآن کی ان خدمت کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہر باتوں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے یہاں قبول فرمائیں۔

ظہان چہ موجب مگر بہ خواہد گذرا

معاذ کی تحقیقات کے لیے مراد کی فراہمی بہت اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ لیکن سرزمین ہند کو یہ سادہات حاصل ہے کہ ہر صدی میں بڑے بڑے علماء مرزا اور مصرین نے اپنے علم و دل سے اس کو سرسبز بنانا شروع کیا۔ وہ یہ کہ ایک کثیر ذخیرہ اسلامی موضوعات پر ہمارے یہاں موجود ہے جو بطور اور غیر بطور دونوں شکل میں ہے۔ اور موضوعات کی بہت سی مختلف شاخیں ہیں۔ ہر موضوعات اہم اور وسیع ہے کہ علم و دل کے لیے زندگی کا مفکر اور انسانی محسوس بنی ہوئی ہے۔

قرآن، حدیث، فقہ و تصوف و غیرہ علم پر نظر ڈال جائے تو جو حضرات ہمارے اسلام نے ہماری اس طرح نگہ رانی کے ساتھ کیا سمجھا، مطالعہ کرنا تلاش کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔ اس کا وجہ ہماری ذاتی کمزوریوں کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جن راہوں سے اور میں دور سے ہم گذر رہے ہیں وہ اتنا عجیب اور پر پیچ ہو گیا ہے کہ عقلی شخص سے تو میں اپنے رشتہ پر عمل کرنا دیکھتے تھے

نے اسے باگ پر سے چاہے رکاب میں

ہمارے بزرگوں کو جہاں اعمال صالحہ کے مواقع حاصل تھے وہاں حالات اور ہول بھی سازگار تھے، ذہن فرستہ بندیوں، اور قصبہ انکار نہ تھے۔ ہر ذہیب اور فخر کے لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، عیسائی ہوں یا سکھ، غرض ہوں یا زردار یا ہٹ ہوں یا گروہ، اچھی بولیں عربی، ایک دوسرے کے لیے بہت محبت اور درواری کے بند پڑے رکھتے تھے ایک دوسرے سے علمی استفادہ قابل فرماتے تھے، ایک دوسرے کی زبان میں غری و دشمنی، منابہت کمزور بہت بیاہٹوں کے ساتھ پڑھتے، سنتے اور سناتے تھے جیسا کہ بزرگوں سے سنتا ہے۔ ایک طرف سجدوں میں ملا کے تمام نیچے بلا تفریق خدیب وقت آمدوں عدو و غیرہ پڑھتے تھے، دوسری طرف ہندی میں ہر خسرو کے کام کی شکل میں، بیاہٹ فرما رہے تھے جس کی چھاپ آج بھی دلوں کو گراہتی ہے۔ فرض عربی، فارسی، ہندی، اردو میں نہیں بلکہ زبان کو ملی مرتبہ کے لحاظ سے موت کی نگاہ سے دیکھا جانا اور ان کے ذریعہ لوگ ہمیشہ و فکر تھے، کیوں کہ خیالات پاکیزہ

تھے، دل و موت و ظلم سے لبریز تھے، ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کا ذوق و مشق تھا۔ اس کے برعکس آج حصول علم سے لے کر کھر کوش اور جان مال کی حفاظت کے رستے ٹھکڑے و تشبیہات، تعصب، خود غرضی کی وجہ سے بچے چیدہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ آج کی نسلوں کو اس قدر ہوشیار کیا گیا ہے کہ کم سے کم وقت میں فوراً سٹیٹ مشینز اور کمپیوٹر کے ذریعہ جتنی جہاں اور علوم کے لیے چل گیا، سمجھا اور پرکھا جاسکتا ہے۔ لیکن وہ بچہ ہی ذوق و مشق، فکر و محنت، اور محنت میں وہ حرارت نہیں بنی کی بنا پر یہی چل کر ڈیڑی بڑی ساقی میں لے کر کہہ دے کہ اب علم سے ایک ایک لفظ کی تصدیق، تصحیح اور حلمات خندہ و پشانی کے رستے مولانا اور احکام آؤ آؤ نے اپنی تفسیر کے دیا چہ میں ایک ایسے ہی شخص کا ذکر کیا ہے جو قرآن کے بعض حصوں کی تفسیر سمجھنے کے لیے کوڑے سے پیدل چل کر ان کے پاس آیا تھا سفر کے سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اور پھر غاروں سے واپس چلا گیا تاکہ کوئی اس کو سفر خرچ نہ دے۔ ایسا ہے غار شاہیں مٹی بھی، بیڑ بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ہمیں سورت کا اچھا قلم اور آواز سے فرم ہو جاتا ہے۔

مجھے اپنے خاندان کے مراد کی فراہمی اور تیار کی میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن میری اپنی مسلسل جدوجہد اور کوشش میں ان بزرگوں کی روایات، دستاویزات بھی شامل ہے جن سے براہ راست علاقہات کا شرف حاصل ہوا۔ والد بزرگوار مولانا صاحب کے براہ میں نے عقائد سہروردی کا سفر کیا جو مولانا حضرت علی رضا فاضل کے تمام درس و تدریس کا مرکز رہا ہے۔ حافظہ اشرفیہ سنا: سہروردی سے آپ کی وفات تک علوم کا فیض جاری رہا۔ وہاں ان کے خلیفہ مولانا عبدالحق صاحب کے ذریعہ مولانا استاد فاضل کی کتب، حالات زندگی اور علمی کارناموں سے متعلق مواد فراہم ہوا۔ اس سفر نے اس کام پر بہت غرضی کے انہار کے ساتھ ہی یہ بھی فرواں کی گئی کہ وہ غیر سستی میں ملا کیوں کی عملی تعلیم کا بڑا حصہ ساتھ انجام دے ہیں کہ بہت غرضی حاصل ہوئی۔ وہ سہروردی مگر اسلام تباری محراب صاحب بہتر دلائل و علوم و دین و تفسیر عقائد کی تین تین روزہ ایک تفسیر بیان القرآن کے بعض مشکل مقامات بہت شغف کے ساتھ سمجھاتے اور تفسیر کی

خصوصیات کو واضح کیا اور فرما کہ تفسیر پر عمل کا نام انشاء ہے ہندوستان کی  
 ذلت میں باعث فخر ہوگا۔ جلال آباد میں اس طرح مولانا مسیح الرحمن صاحب سے  
 کتابوں کے علاوہ مزید مفید صراحت فراہم ہوئیں۔ دہلی میں مولانا ستید محمد ریاض عالم  
 حمیت العلماء سے اس سلسلے میں مختلف قسم کے سوالات کے جوابات تحریر بند کیے اور ان  
 کتب کا مطالعہ کیا جن سے تفسیر کے کچھ میں مدد مل سکے ان انشاء اور خلافتوں کے  
 علاوہ شیخ الحدیث مولانا ذکریا نے کچھ میر حسن غراب کی تفسیر پر مولانا سناؤنی کی  
 ترجمہ و تفسیر پر مبنی افرائی کریم سے متعلق اس وقت دیکھا تھا جب میں ایم ایس کے  
 طالب تھی اور میرے ذہن میں تفسیر بیان القرآن پر کام کا فرض عین بھی خیال نہ تھا البتہ  
 شوق مزبور تھا۔ دلچسپی اور رغبت ایسے موضوعات پر کام کرنے کی تھی۔ میرے اہلکار کا  
 مقصد یہ ہے کہ یہ کام علاوہ میری جدوجہد کے نئے افسر بڑوں کی مددوں اور توجہ کا نتیجہ  
 ہے۔ کیونکہ ایم فل کے ہدیر سیرج کے دوران ناگہان والد کی حرکت قلب بند ہونے  
 بدوقت کے شہید میرے دو چادر ہوئی۔ اور پھر کے بعد دیگرے ناسا مدد عامتہ میں  
 یہ کام تکمیل تک پہنچا۔ یہ معنی اللہ کا رحم اور مہربانی تھی کہ جو کشش اور جدوجہد پر کسی  
 اس سے گزر نہیں گیا۔ میں نے اس مقالے کو چند مغازات میں تقسیم کیا ہے۔ ابتدائی  
 میں ان کی مختصر سوانح اور ملی خدمات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد تفسیر بیان القرآن کا احوال  
 قدرت، اسی کے ساتھ دیگر تراجم اور تفسیر کے سبب منتظر اس کی خصوصیات کو  
 واضح کیا ہے۔ چند تفسیر تراجم کے در بیان اس کا مشاہدہ اور حقائق متین کیا اور خاص  
 طور سے ان کی اس مختصر دال تفسیر اور ترجمہ کی خصوصیات کو تفصیلی شکل کی تفسیر  
 انما قر کے نظار سے پیش کیا ہے۔ آخر میں دور حاضر کے ان علماء کی رائے پیش کی ہے  
 جنہوں نے منتظران کی تفسیر بیان القرآن کے سلسلہ میں روشنی ڈال ہے مجھے امید ہے  
 کہ یہ کام مفید ثابت ہوگا کیونکہ میرے اس سوانح پر کوئی تفصیل سے ان پر مبادر موجود ہے  
 لیکن تفسیر بیان القرآن پر تحقیق کی روشنی میں یہ پہلا کام ہے۔  
 آخر میں ان تمام حضرات کی مشکور گزار ہوں جنہوں نے مقالے کی تیاری سے بے

اس کا شائع ہونے تک کسی بھی مغازات سے تعلق نہ کیا۔ غرض صاحب داتر پرور فیضی ان مغازات  
 شکر الی سائین صدر شعبہ دین شیکلی آف تہذیبی کی جن کی نگاہ میں یہ کام اپنے تحقیق  
 پہنچا۔ محترم پروفیسر سالمہ دوان صاحب (استاذ شعبہ اسلامک اسٹڈیز) محترمہ  
 پروفیسرہ زہرا اقبال صاحبہ اسوجہ صدر شعبہ دینیت و دین شیکلی آف تہذیبی مسلم  
 پروفیسر سنی علی گڑھ) اور پروفیسر عبدالباری ندوی صاحب (موجودہ صدر شعبہ عربی مسلم  
 پروفیسر سنی علی گڑھ) کے بے حد شکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گزشتہ کوششوں اور  
 دستہ داریوں کے باوجود متاخر بہ نظر آئی میں کی بنا پر میری بہت افرائی ہوئی اور کچھ  
 کام کا حوصلہ لا۔  
 قلبی تعلق اور احساس کی بنا پر یہ ذکر کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ شریک زندگی  
 محترمہ ڈاکٹر عبدالحی صدیقی مستقل حکومتی سے میرے برابر کے شریک نہ ہونے کو توفیق  
 کا کچھ شائع ہوتا بہت دشوار ہوتا۔

لہذا میں تمام مسلمان و مسنین کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم  
 عطا فرمائے۔ ان حضرات کی منہ الخطا و النسیان کے تحت جو کڑیاں ہیں اور  
 نمایاں ہوں ہیں ان کے لیے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کرے اور اس کتاب کے  
 شرف تہذیب عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر سجاد ضیا صدیقی  
 (پلی ایچ ڈی ٹیگ)  
 ۲۴۴  
 اسٹریٹ ۴  
 نئی بستی علی گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْعَصْرِ  
إِذَا مَسَّاتِ اللَّيْلُ تَبَتْ  
أَمْسُوا وَخَلُّوا السَّابِغَاتِ  
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا

بِالصَّبْرِ

ترجمہ: جتنا دن کا سامان بڑے غلاموں میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے

ترجمہ: لا اشراف علی سائرین

سنگی بیان انھوں نے طبعاً

نگہ باندھ، سخن دنوز، جاں پر سوز

یہی ہے رختِ سفرِ سیر کا رول کے لیے

(اقبال)

مولانا اشرف علی تھانوی

مختصر سوانح حیات

حسب و نسب:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی درجہ کاشغورہ نسب فاروقی تھانویان سے ہیں۔ آپ کے والد کا نام منشی عبدالرحمن تھا، جنہ نے مکران کے تھانویوں کے لیے شریعت و فرائض میں تدریس کیا۔ آپ کے والد کا نام منشی عبدالرحمن تھا، جنہ نے مکران کے تھانویوں کے لیے شریعت و فرائض میں تدریس کیا۔ آپ کے والد کا نام منشی عبدالرحمن تھا، جنہ نے مکران کے تھانویوں کے لیے شریعت و فرائض میں تدریس کیا۔

نام و نسب پیدائش:

آپ کا اصل نام اشرف علی ہے یہ نام پیدائش سے قبل غلام محمد علی پانی نے جو بعد میں

میں تھے تجویز کیا تھا۔ ان کے عالم ہونے کی بشارت بھی دی تھی۔ دواصال کی طرف سے آپ کا نام عید الفتنی رکھا گیا اور تکیہ نام "کرم خلیفہ" ملا لیکن مقام اشرف اسم "اشرف علی" کا بھی حاصل ہوا کیوں کہ اس کا تعلق ایک واقعہ سے ہے جس کا ذکر مختلف سوانح نگاروں کے یہاں اس حوالہ کے ساتھ ملتا ہے جس کا مولانا غوثی بھی ذکر کرتے تھے اذہذا واقعہ ہے۔

مولانا سنا ترقی کے والد ایک ایسے مرحلے میں شدت سے مبتلا ہوئے کہ ماحلی نے قاطع المنہل دوا استعمال کرادی۔ انھوں نے سوچ کر استعمال کی کہ بغاوت قوی سے بظاہر شخصی مقدم ہے بلکہ مولانا اشرف علی کی نانی کو تشویش ہوئی۔ انھوں نے مہذب پالیچی سے ذکر کیا کہ میری لڑکی کے اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی۔ انھوں نے بعد ازاں سے جواب دیا۔ غوثی کی کنشاش میں مچاتے ہیں اسلئے وہ علی کے سپرد کر دینا۔ والدہ نے یہ بھی اس نکتہ کو سمجھ لیا کہ اسے ایک بچہ جو ام رکھے گئے وہ والد کے نام سے منسوب ہوئے۔ علی کے سپرد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ والد کے خاندان کی نسبت سے رکھے جائیں۔ مجذوب صاحب نے ان کی ذہانت کی تعریف کرتے ہوئے اس کی تائید کی۔ اور کہا کہ ایک کام اشرف علی کی رکھنا اورو سرے کا بر علی۔ یہ بھی کہا کہ ایک بیوا بچہ کا چھوٹا بچہ تھا۔

اسامیہ کی کہ بعد مولانا سنا ترقی کی پیدائش اور بعد کے حالات نے اس اشرف بزرگان گفتشات کو مصحح ثابت کر دیا۔

مولانا اشرف علی کی پیدائش کی تاریخ میں سن کے لحاظ سے کوئی متضاد بیان نہ ملتا ہے سوانح نگار مختلف ہیں البتہ قدس فرقہ اسکے تعیین میں ہے۔ ہر ربیع الثانی میں پیدائش اکثر سوانح نگار متفق ہیں۔ البتہ سیرت اشرف کے مصنف مشی مہارمن نے ہجری ۱۲۱۱

تجویز کر کے۔ عزت زائے کے بنیادوں الذکر کیا گیا ہے۔ صبح معلوم ہوئی ہے۔

## لقب :

آپ کا لقب حکیم الامت مشہور ہوا۔ سب سے پہلے اس لقب کی ابتداء ازہر زمرہ ملک ایک طبیب محبوب اہل خانہ کے فدیہ ہوئی اور پھر اس قدر شہرت ہوئی کہ مولانا خلیل احمد سہارنوی قدس سرہ جب کسی کی تجویز میں مولانا سنا ترقی کے نام کے ساتھ حکیم الامت نہ دیکھتے تو بہت غصا ہوتے اور فراتے اشرنے جیسا کہ قلب رجال میں ڈال دیا ہے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ اس میں حضرت کے ساتھ سردار آپ ہے۔

## وطن

آپ کا وطن ضلع مظفر نگر صوبہ یوپی کا ایک قصبہ سنا ترقی ہے جو آج تک مشہور معروف ہے۔ سنا ترقی سمون مظفر نگر سے ۱۵ میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کے گرد و فواج میں دو بوند رنگتھوہ، کاننہ طحہ اور کیرنڈ ہیں جو ہندوستان کے بعض مشہور مقامات خصوصی مرکز سے ہیں۔ غوثی نے کہ پہلی جنگ آزادی میں یہ قصبہ مجاہدین کامرکز رہا ہے۔ اس کے قرب و جوار میں تلہ پورین کے بڑے بڑے مرکز قائم ہوئے ہیں۔ اور کثرت سے علماء و شائخ گذرے ہیں۔ ایک انگریز سفر نے یہاں کے باشندوں کو عالمی سنا ترقی سمون کا لقب دیا تھا۔ غوثی کی پہلی جنگ آزادی میں یہاں کی آبادی تقریباً ۴۵۰۰ تھی جو فتنہ وقت کم ہو کر آٹھ یا نو ہزار ہو گئی۔ اس قصبہ کے قریب بیسہ دھن دھن مین مولانا کی کوششوں اور دعاؤں سے ۱۸۰۰ نومبر ۱۲۱۲ء کو نافعہ کے سمازی میں ایک جدید قصبہ اسٹیشن قائم ہوا۔ علی ادینی ترقی کے اعتبار سے سنا ترقی سمون کو نافعہ امدادی کے قریب عام

۱۔ اشرف سوانح حقائق صفحہ ۱۹۔ غلوہ ازہر اسمن

۲۔ مولانا غوثی کی خاندان کی طرف اشارہ تھا۔ مشی مہارمن

۳۔ جانتا ہے مولانا غوثی، مولانا غوثی، مولانا غوثی، مولانا غوثی، مولانا غوثی

۴۔ سیرت اشرف صفحہ ۵۵

۵۔ اشرف السوانح صفحہ ۵۵

کے نسبت سے تاریخ میں ایک اہم مقام حاصل ہوا۔

### عہد کچن کا ایک جائزہ

مولانا سید نوید کی عمر میں پانچ سال کی تھی کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور یہ دونوں بھائی شغفہ انداز میں محروم ہو گئے۔ دونوں کم عمر تھے۔ ان کو ان کی افروختہ تربیت اور نگہداشت کی محنت ضرورت تھی۔ مرنے والے چہ بزرگوار نے دونوں بھائیوں کی پرورش نہایت شفقت و محبت سے اس انداز سے کی کہ دوسرا ہر بات کی محبت کی کسی حد تک توانائی ہو گئی۔ ماحول نے ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام دونوں کے ذہنی رجحانات و صلاحیت کے چشہ نظر کیا۔

### فطری مزاج و عادات

مولانا کا مزاج یکپہلو ہی رہا۔ دینی امور کا دل آویز تھا۔ آپ کے عہد طفولیت کی مصروفیات و سرگرمیاں اور کھیل کود میں بھی اس کا عکس ملتا ہے۔ مثلاً خطابت کے شوق کا یہ عالم تھا کہ سربراہ بازار میں جاتے ہوئے کوئی مسجد عال نظر آجاتی تو اس میں داخل ہو جاتے اور میرے کھڑے ہو کر اس طرح تقریر شروع کر دیتے جیسے ہرگز نہ بیٹھا سن رہا ہے۔ ایک کبھی بہت سے جوتے ایک جگہ جمع کر دیتے تو ایک لائن میں منت کی طرح بنا کر ایک جوتا آٹھ پنجے میں رکھ کر کہتے ان کی بھی حفاظت دہری ہے۔ غرض اس طرح کی حرکات سے آپ کی زبان کے علاوہ اس فطری ذوق کا پتہ چلتا ہے جس نے دینی علوم کی ترقی کے ساتھ ہی آپ کی زندگی کو تابناک بنایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی شخصیت کو سمجھنے کے لیے منجملہ دیگر خصوصیات کے یکپہلو کے حالات و مذاج اور ماحول کو گہرا دخل ہوتا ہے۔

### رضاعت

مولانا صرف سہ سال کے تھے کہ دوسرے بھائی کی پیدائش ہو گئی اس لیے ان کے

دودھ کا سلسلہ جلد ہی منقطع ہو گیا اور کچھ عرصہ میں مکہ کے دیہات کی ایک نصابی اسکول آنا شروع کیا جس میں کادو کر رہے ہوئے غریب بچوں کو دیا جاتا تھا۔ جب مزاج میں گری ہوئی تو دودھ کے اثر سے لیکن مزاج کی اس قدرت میں سخت ٹھہرا ہے اس لیے کسی کی بھولی سی حقیقت بھی برداشت نہیں کرتا۔ دودھ کا اثر ملا کے حق میں اس کا حال اچھا ہے مفید ثابت ہو کر ان کو امت کی اصلاح کے لیے طیب روحانی بنانا تھا۔ اس صلاح کے لیے ترقی کے ساتھ گری کی بھی ضرورت تھی۔ لیکن کسی کی زبان اور مزاج کی تیزی کے باوجود اسے بڑے جلدی کے ساتھ کوشش طوطا کر رہے تھے۔ اس صفت کی وجہ سے بزرگوں کی محبوسیت یکپہلو ہی سے حاصل رہی۔

### شمار کا اہتمام

آپ کو یکپہلو ہی کے شمار پر تھے کے شوق کا یہ عالم تھا کہ علاوہ فرض نمازوں کے باہر ہر شے کی عمر سے چھب کی شمار پر حسنی شروع کر دی تھی غرض سرور کے موسم میں بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔ جب کوڑا اس طرح میں گری کے موسم میں فرض نماز کی ادائیگی، یہ حال تصور کی جاتی ہے۔ لیکن مولانا اس سگن سے عبادت کرتے تھے کہ مولانا کی ان اس یکپہلو کی نسبت سے یہ چہین جو کر جاتی رہتی تھیں۔

### شمر و حیا

حیا و ان کا ایک حصہ ہے۔ مولانا میں حیا اس درجہ تھی کہ اگر آپ کسی کا بیٹہ بھی کھلا ہوا دیکھ لیتے تو تھے ہلکتی تھی۔ اپنی ان شہزادی عادات و فطرت کی وجہ سے عام شہر

۱۔ اشرف السامع حصار مل

۲۔ اشرف السامع حصار مل

۳۔ ایضا

قسم کے پھول کے اول سے طہور پڑھتے۔

## ترتیب

آپ کی طبیعت میں انتہائی ترتیب اور سلوک و نظافت تھا۔ اگر کوئی بے ادبیا و بیہوش گفتگو کرتا تو الجھا دیکر مٹا کر دے۔ اگلے اس کا اذہ و خوان کے اس بیان سے ہوتا ہے۔ "بچپن سے ہی میرا دماغ اس کا فارسی ہے کہ اگر کوئی معمولی سے معمولی بات بھی بڑے بڑے ترتیب کے ساتھ بیان نہ کی جائے تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔" ذرا دلچسپی ہوئی تو تیرہ کروڑ و دوسروں کی ابھی ہوئی تقریریں سمجھ کر لکھیں۔ یہی میرا دماغ خاص ترتیب کا فارسی ہے۔ غرض بچپن سے ہی ایسی صفات عہد کے ایک تھے جن کا دل ثبوت بعد از زندگی میں آپ کے علمی و عملی حالات اور مصروفیات کی ترتیب سے ظاہر ہوا اور حکیم الامت کی مجسم تصویر بنے۔

## تعلیمی دور

زندگی کا یہ دور نہایت اہم اور قیمتی ہوتا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد اگر غلط رکھا جائے تو:

سہ ۱۲ خیر یا معد و دیار کجا

کا مصداق ہوتا ہے۔ مولانا کی زندگی کا یہ زمانہ بھی نہایت ترتیب اور من و غلبہ کے ساتھ ساتھ آتا ہے۔ فطری ماسبت و نہایت اور عین ترتیب کی وجہ سے وہی علم سے آواز ہوا۔ سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا۔ حفظ کے استاد حافظ حسین علی مرحوم دہلی کے بچے والے تھے۔ مگر سرگرمی میں تعلیم ہر گز نہ تھی۔ چند بار سے البتہ مغل سرگرمی کے بچے والے افغان بچا صاحب نام ایک استاد سے حفظ کیے لیکن نیکل حافظ میں علی صاحبی کے پاس ہوئے تھے۔

سہ میرت اخوت مغروہ

سہ عاشقہ بدیعہ افشانی زید بخش مدلل متادل مغروہ ۱۔

## فارسی تعلیم

فارسی کی ابتدائی تعلیم میر تقی کے چچا سادہ سے حاصل کی لیکن آخری کتب فارسی کے لئے آپ استاد جو آپ کے اموں بھی ہوئے تھے دادا بڑا صاحب نامی سے فخر کی اور بعض کتابیں جیسے قصائد عربی و سکندرانہ ہرانا منتہی علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں اور سخاۃ بہون میں فارسی کی متوسطات مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں۔ پنج رنگ و غیرہ بھی مولانا منتہی علی ہی سے پڑھی۔ ان تمام لائق استاد سے فارسی محنت سے پڑھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا مظاہر فاضل و کو فارسی شہر و فخر کی تحریروں بیان پر غیر معمولی عبور حاصل ہوا۔ آپ نے اپنی ک عمر میں طالب علمی کے زمانہ میں شغری "زیر و بوم" کے عنوان سے تصنیف کا سلسلہ شروع کیا جس سے ان کے اس زمانہ کو ذوق و شوق کے ساتھ سیکھنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی فارسی شغری "زیر و بوم" جس کا مکی ثبوت ہے۔ شرح شغری مولانا مرحوم ان کا عظیم شاہکار ہے۔

## عربی تعلیم

آپ ۱۲۹۵ھ میں دلا معلوم دیوبند میں عربی تعلیم کے لیے داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ میں آپ نے تعلیم مکمل کر لی تھی۔ یہاں معلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ دہلی کی، تبدلی کتب خانہ بہون میں مولوی فتح محمد صاحب سے پڑھ چکے تھے۔ دیوبند پہنچ کر شغری شریف، مقرر اصفان، نورالافکار اور فاضل شغری لکھے۔ ان علوم کو آپ نے انتہائی فہم اور محنت سے حاصل کیا کیونکہ ان علوم سے انھیں پہلے ہی سے کافی

سہ اشرف السامع متادل مغروہ ۲۲، باب ششم

سہ ایضا

سہ اشرف السامع طہور مغروہ ۹۔ اور نکالیں مغروہ ۱۰۔ ۱۹۰۱ء خلافت ہوئی ہے۔  
میں خیار بری پری۔ میں طاعت ۵۵۵ھ



مناسبت تھی جس کا ذکر اس طرح کیلئے ہے: "میرے والد صاحب عبدالملک، اگرچہ بہت بڑے بزرگ دین دار نہ تھے لیکن دانشمند اور نیک انسان تھے۔ لہذا ان کی دور رس نگاہ نے میرے لیے ربا تعلیم کا انتظام اسی وقت سے کر دیا تھا جب میں بہت چھوٹا تھا اور دوسرے بھائی کے لیے انگریزی تعلیم کا بندوبست کیا۔ اس ذیل میں ایک واقعہ اس طرح ہے۔ ایک مرتبہ اندازہً چھ ہجری کے والد صاحب سے میرے کمالی صاحب نے کہہ دیا کہ یہ عربی پڑھا ہے کہ ان سے اس کا ذریعہ ساش چوکا آئندہ لڑائی انگریزی تعلیم کے ذریعہ کا سے گا عبدالملک، والد صاحب کو اس بات سے غلطی تکلیف ہوئی اور جوش میں کہا خدا کی قسم کہ تم کو کمانے والا سمجھتا ہوں ایسے ایسے اس کے قدموں میں گر گئے پھر میں نے اوریہ ان کی طرف رخ بھی نہیں کرے گا بلکہ واقعہ یہ کہ ان کے غلوں کے نتیجہ میں مولانا ستار خان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

غالب ملی کے زمانہ میں مولانا کے تعلقات کسی سے زیادہ زہرے بکرا بنا جیتے وقت پڑھتے ہیں لگاتار ابراہیم کے علاوہ جو وقت لگا، پچھستاد خاص مولانا یقرب صاحب کے پاس گزرتے۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ جو دیوبند میں رہتے تھے ان سے بھی بہت کمزور و کم رکھتے تھے جس کی وجہ سے ضرور اجڑا رہا تصور کیے جاتے تھے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ ان کی نظر میں وقت کی قیمت تھی۔ نتیجہ اوقات کے غلوں تھے۔ جس سے ان کو وہ فائدہ ہوتا۔ لکھا سمیت سے پھر رہے اور دیوبند سے جلد خارج ہو کر وقت کے نظروں میں باوجود مخالفت کی وجہ سے عظیم مصلحت بنے۔ ہر موقع پر کامیاب طریقے سے عمل فرماتے تھے۔

### خصوصی علوم میں مناسبت

تصرف منطق علم مستورات سے ایک خاص مناسبت تھی۔ مستورات کی نفس بازی و

۲۹

معدہ میں شکل کتب یا حکمت مل کر لیتے تھے۔ جب غلطی لاحق پڑتے تو افسوسناک انداز میں ساتھ کیوں کہ اکثر شیطان علم کے ایسے راستوں سے گزرا کرتا ہے۔ حالانکہ مولانا ان میں سے تھے جو طبیعت کو اصل پر توجہ دیتے چل کر غالب نہیں لے جاتے تھے اور اپنے اس مزاج پر خدا کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اس مناسبت کی وجہ سے مولانا کا اس علوم پر اس قدر مہارت حاصل ہوئی کہ دس و تیس سال کے زمانہ میں اپنے شاگردوں کے لیے مشکل سے مشکل مسائل میں کما سانی سے فوہن نہیں کر دیتے تھے۔ جس کا اظہار مولانا عبدالباری نے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "حضرت مولانا عارفہ قطان نام شاہ کاتب مستورات کا رسول اس مہر مہارت کے ساتھ دس و تیس سال کے ہر بلکہ "مستادہ بالکلیہ" جیسے مقامات کو غائب لے لے پال بنا دیا کرتے تھے بلکہ

### تعلیم قرات

مولانا کی فن قرات میں بھی ایک مثال منبیت تھی۔ قرات کی مشق آپ نے غازی محمد عبداللہ ماجر کی دلی سے مدرسہ مولانا کٹر کی قرات کے کلمات کو غفر نے میں دیا کمال حاصل تھا کہ جب دور مصلحت کو کہہ لائی فن قرات کی مشق کیا کرتے تھے تو پہنچے سننے والوں کو استناد اور شکر ملے اور میں فن قرات کی شکل ہو گیا تھا۔ غرض کہ صحت کلام عالم حاکم بڑے بڑے علماء میں جن کو اپنے مقرر پر از ہوتا تھا ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کی آواز صحت قدرتی طور پر ایسا دروازہ سرور تھا کہ ایک صاحب درد نے شاعر ہو کر یہاں تک کہہ دیا کہ یہ معلوم ہے کہ وہ نیک کرتے ہیں۔

دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ مولانا ستار خان نے میں خود سمجھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں سر جو ستھیں۔ اسی طرح آپ کو، مستادہ بالکلیہ خصوصاً لے جہاں ہوا ان کلمات میں مکمل

۲۰  
تھے اور ان کی خاص خاتیں اور زوجات مولانا پرہیزاں جس نے سونے پر سیاہا کلام  
کیا۔

## دستار بندی

مستاجر میں آپ کی دستار بندی شیخ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ کے مدرس  
ہا متوں سے ہوئی۔ اس موقع پر جب کہ قاضی بہت خوش تھے تو ان کو اس سال دیوبند میں  
دستار بندی کا جلسہ بہت شاندار طریقہ پر ہوا تھا۔ مولانا سخاوی رحمہ مولانا بیگم کے  
پاس گئے اور کہا سنا ہے کہ فرافت کی سسٹمی جاسے گی ہم تو اس قابل ہیں نہیں بلکہ  
مہجرب صاحب نے خوش میں فرمایا۔ تعجب اپنے اساذ کی وجہ سے اپنی جتنی غلطیوں آتی  
جب باہر جاتے تو میں تم پر تھم کر سہے اویا یہی ہوا۔

## فتویٰ نویسی کی ابتدا

آپ کے استاد محترم مولانا بیگم نے فتویٰ نویسی کلام طالب علمی میں ان کے  
سپردہ کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ کسی کو قریل پر حسبہ میں فتویٰ دیا۔ اس کو دیکھ کر مولانا بیگم نے  
تنبیہ کے انداز میں کہا معلوم دیتا ہے کہ وقت فیادہ ہے۔ اگر بہت زیادہ غلط سامنے ہوں  
تو کیسے جواب دیے جائیں گے۔ استاد کی اس نصیحت کا اثر اس وقت نے ایسا قبول کیا کہ  
پھر مختصر جواب دیے گئے۔ جب حضرت گنگوہی رحمہ دستار بندی کو تشریف لائے تو ان کی قوت  
کی تعریف مولانا محمود حسن شیخ الہند نے فرمائی۔ ان کی تعریف سن کر مولانا گنگوہی رحمہ نے  
مشکل سوالات کیے جن کے جوابات مولانا سخاوی نے آتے آتے دیے کہ مولانا گنگوہی بہت  
خوش ہوئے۔ ان کی ذہانت کا اندازہ اس جھوٹے سے واقفیت سے بھی ہوتا ہے کہ مولانا

۲۱  
سید احمد صاحب نے خلاصہ قدر ذہین تھے۔ قبول مولانا بیگم صاحب کو ریاضی کے فن  
میں سید احمد صاحب اس قدر ماہر تھے کہ خود اقدس بھی اگر ذہین ہوتا تو میں انسا ہی  
ہوتا۔

سید احمد صاحب نے مولانا سخاوی سے سکندریہ کے ایک شکر کا مطلب دریافت  
کیا اس وقت انھیں مطلب اور نہیں تھا جو اس سے نہ سمجھا تھا  
مولانا سخاوی نے اسے اپنی طرف سے اس شکر کا مطلب بیان کیا۔ سید صاحب نے کہا کوئی اور  
مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا سخاوی نے دوسرے مطلب بیان کیا۔ اس پر سید صاحب نے  
کہا اس کے علاوہ بھی کچھ مطلب ہو سکتا ہے۔ مولانا نے سید ذہین سے سوچ کر توبہ کا مطلب بیان  
کیا اس پر سید صاحب نے کہا اگرچہ میں کوئی مطلب بھی مل نہ تھا لیکن ذہانت پر  
بہرہ دیتا ہوں۔ اچھے ذہین کی انھیں بزرگ عالم کی شہادت بھی مولانا سخاوی نے مل رہی تھی  
اور ذہانت کا تین تجربہ ہے۔

## مشافہ کا شوق

عم منطلق سے گہری مناسبت کی وجہ سے مشافہ کی خاص قوت اور مافوقانی کا کلام  
مستاجر صاحب علمی میں بھی دیوبند میں کسی غیر مذہب کے آدمی پر کسی کے ان کی خبر تھے۔ ان  
سے ملتے اور ان کی مباحث میں لاجواب کر رہے تھے۔ ان کو میاں تیرس، غیر مقدور، ہندو،  
شیعوں وغیرہ کے علماء سے مشافہ کا اکثر موقع ملا۔ اور ان کی حق گوئی، انصاف و بیعت اور  
اسلامی وسیع سلطنت اور بے مثال ذہانت کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ ایک واقعہ مثال کے  
طور پر درج کیا جاتا ہے۔

مولوی ذکار احمد رحمہ محمد رحمانی کے پرو فیئر تھے اور شہرہ آفاق تھے۔ ان سے

۱۰ اشرف المصنفات ۲۰۰، حیدرآباد و قدح محمد بن کامل صفحہ ۲۵

۱۰ جلد ۱ شیخ زید علی علیہ السلام ۱۹

۱۰ صفحہ ۲۲  
۱۰ صفحہ ۲۹

دل میں ملاقات چلائی۔ مولانا ستاویں در سے مولانا نے پوچھا آپ کے مدرسوں میں طلبہ کو کچھ لیاقت بھی پیدا ہوئی ہے؟

حضرت نے یہ پوچھنا مجھے لیاقت کا مفہوم معلوم ہو چکا ہے تو جواب دیا۔ میں یہ سن کر مودی ڈکارا۔ ائمہ عجم خاموش ہو گئے کیوں کہ مجھ گئے اگر جواب دونوں کا تو لیاقت کے مفہوم کا ترمیم بن کر ثابت کرنا مشکل ہو جاسکتا۔ برون کا تو جھگڑا اور دیکھو یہاں جیو انا مشکل ہو جاسکتی۔ لہذا وہ خاموش ہو گئے۔

اس عرض کی بے شمار شاخیں مولانا کی اپنے مخاطبین کو خاموش کرانے کی موجود ہیں جو اپنی ملت کے لوگوں سے عالم و زمین نظر آتے تھے۔ طالب علمی میں شیخ الہند کو ان کے شاندار کلام پر آؤ کم کچھ کرکڑی سندھ جاتے کہیں نوعمری کی وجہ سے کسی سے غلوب نہ ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہوا تھا۔ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ ان کو اپنی ملازمتوں پر کسی قسم کا کوئی انہماک ضرور نہ ہوا تھا بلکہ اس لئے دلدادہ ملازمت اور بزرگوں کے جوتے سیدھے کرتے کا طبع سمجھتے تھے۔

## درس و تدریس

مکرم الامت دہلائے دور طالب علمی کے فوٹا بعد ہی شروع ہو جاتا ہے۔ فارغ التحصیل کے بعد ۱۲ سال کے عرصے تک کانپور آپ کے درس خاص کا مرکز بنا۔ اسی عرصے میں سامعہ تصانیف اور افتاء کے مشافحہ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مدرسہ تفتیشی عام کانپور کا سب سے قدیم ادارہ تھا جس کے مدرس مولانا احمد حسن تھے جو اپنے وقت کے جید عالم سمجھے انھوں نے دوسرا مدرسہ قائم کر دیا تھا اور کانپور کے مدرسہ فیضی عام میں مولانا احمد صاحب کی جگہ کسی دوسرے کو نہ کی بہت نہ ہوئی تھی لیکن مولانا ستاویں نے اس مدرسہ کے لیے مدرس کی ضرورت کے تحت اپنے والد کی اجازت سے ۲۵ روپے ۱۱ آنہ خرچا پر

اس کی زمستہ داری کو قبول کر لیا۔ مختصر عرصے میں خدات کی وجہ سے آپ کو اس قدر محنت ہوئی کہ شہر بیت حاصل ہوئی کہ مولانا احمد حسن در سالانہ مدرس نے بھی ان سے مل کر انھیں بہترین کیا۔ اسی زمانہ میں مولانا ستاویں نے عالمی امداد ائمہ صاحب مہاجر کی سے ہندو خطابیت کی جس کا واسطہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوڑا نے بنے طنز لکھنے کے، انھیں مولانا کے لیے نذر مقرر ہوئے اور عالمی امداد ائمہ کے فیض مدد مل حاصل کیا۔ مسئلہ کلام میں صاحب نے اور شہریت کا پیچیدہ علمی مسائل تصنیف و تالیف اور مدرسہ تدریس کے ساتھ کرکٹ کھانگی مولوی راہنہ علیہ السلام یہ رنگ اور گہرا ہو گیا۔ آپ ۱۳۱۱ھ میں دوبارہ علی کے لیے روانہ ہوئے۔ اپنے رشتہ خاں عالمی امداد ائمہ صاحب مہاجر کی سے عالمی راہنہ ایک باطنی استفادہ کیا اور کچھ دیر کے قیام کے بعد اپنے ویرانہ مدرسہ کانپور میں شہریت سے ہم خدات انجام دیتے رہے۔ چودہ سال کے طویل عرصہ کے بعد عالمی امداد صاحب کے مشورہ پر ملازمت ختم کر کے ستانہ بھون آ گئے۔

## سیاسی نظریہ

مولانا خیرت علی ستاویں نے کننا میں ملک سیاسی اعتبار سے تین پارٹیوں میں تقسیم تھا۔ انگور، کانگریس، مسلم لیگ، انگریز برسر اقتدار تھے۔ کانگریس کے ساتھ کٹر ہندو قوم اور اکثر مسلم سیاسی جماعتیں اور مسلم لیگ کے ساتھ مرثیت پسند مسلمان تھے۔

مولانا ستاویں نے ان نظریات میں تقسیم میں کچھ اس طرح راہنہ کیا کہ عبداللہ جلدیرا آبادی نے تقویر کیا ہے۔

”انگریزی حکومت اور کانگریس کے درمیان رشتہ کشی میں وہ مسلمان

کہ باہمی حیرانہ خبردارا دیکھو، میں پانچ تھے اور کچھ تھے کہ جب تک  
سلامت خواہ اپنے اندر ہی قوت نہیں پیدا کیے، ان کا کسی قوتی کمرانہ  
شمال ہو کر میں حق تعالیٰ کے عزائم کو کما اور کما اور کما ہی پڑتے تھے  
کہ سلمان پہلے اپنے ہی قوت نظر پیدا کر لیں۔

مرد، انقلابی کی طبیعت میں عدل تھا جہاں تک شدت نہ تھی چونکہ یہ سسٹماں جمہوری سسٹماں  
میں آئے تھے اس لیے اس کا اختلاف رائے کی آزادی دینے کی تھی اس لیے وہ سسٹماں میں  
تھا تاہم وہ سسٹماں میں رہ کر سب سے بہتر تھے۔ وہ جہاں تک ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہند کے  
اداکاروں کے ساتھ تھے ان کے اثر سے ظہار دیوبند نے بھی اعلیٰ سیاست میں حصہ لینا  
شروع کیا۔ مولانا سید نور علی صاحب علی کے دور میں ظہار کے سیاست میں حصہ لینے کے  
ملاقات کئے۔ صاحب علی کی تمام سیاسی سرگرمیوں میں شرکت تعلیمی تمام کے لیے مقرر کئے  
تھے۔ حق کو وہ خود بھی اپنی ذات کو کسی بھی سیاسی تحریک میں شریک کرنا نہیں چاہتے تھے  
حقیقت یہی سبب ہے کہ مولانا سید نور علی صاحب علی کے خلاف سیاسی انجمنوں میں گرفتار ہونے  
کا وہی سبب تھا۔

ملکہ ازاد کو محدود طاقت اور دیگر ممالک کی حیثیت سے سامنے سامی کر تھوڑا سا  
پرستوں کی شہر کی حیثیت دینے کی بجائے کسی بھی مملکت کے لیے ایک مکمل مفتوحہ ملک مانا  
گیا۔ خلافت عثمانیہ نے اسلام ایک ایسا گلوبل میسج دیا جس میں جس جگہ سے کسی جگہ سے  
جہیز ب دیا، حقانیت پر غور کرنا اس سے کیا غلط نہ تھا۔ ازاد کو جہیز دیا۔

ہر خود کو کسی سے کویش کی ضرورت ہے نہ ایمینس کی ضرورت ہے نہ حق کو طبعی، نہ کہہ کر کہہ دے گا۔ میں اور اس دنیا کی شرط یہ ہے کہ وہ کام میں اس کا پیدا ہوا لحاظ رکھیں کہ کوئی حرفظ شریعت نہ چھپا سکے

پہرے عہدیت کہ روح اور حیاتِ مسلک کی اصل اصول ہے۔"

سیاسی طرفداروں کے اشتیاقات کی زد میں بہت سے ارباب مستقیم و غیر مستقیم ملوث ہیں لیکن ۱۹۹۸ء کو خدائے بے مہلکوں اور فیصلوں میں بہت مستقل ضرب بنائے گئے۔

۴۔ نعلتے بنت یک حرف تین ترقن تنہا یک طاف  
کے صدق ایسے غافلای فیوض و برکات سے مستفید کرتے رہے۔

مذہب و سیاسی بین منظر کی ایک جھلک

”عشق و میں جیب کا انگوڑی کوست قوی خوش کردا جی تیکن کلب میں فہر !  
 طوشت اور دوہ سقا اس دور کے طارے صورت مال کا نازہ بیا اور مالک دم ہماست  
 قہن کر پست میں دیو بند کے جی مدرسہ را اسلامک دنیا و ازل یہ وہ طارے جہ نازی  
 کلب کلبیں نہاد و شہرہ نوی رہ کے ہم نیال مٹے اور سیاہی تحریک میں مولا اسید  
 بر روی دے کے ساتھ تھے۔“

شاہ ولی اللہ شاہ دیوبندی کے ایک عظیم رہنما تھے جنھوں نے ہر مذہب کے علمائے متقدمین کے اصول بنیاد و تشریحات کو عقلی و مستند دلائل رنگ میں دلائل کے ساتھ پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس مقصد کا انھار حجتہ اللہ علیہ و آلہ و سلم صوفیہ مبلغ خیرہ مدنی ہیں کہ ہے۔ دوسری تحریک اس سلسلہ کی کوئی سرسید ہے کہ تحریک حجتہ علیہ السلام جز ہندوستان کی مسلمانوں کو انگریزی علوم کی طرف موچ کرنا تھا۔ انھوں نے انگلستان کے سفر میں وہاں کے تعلیمی اداروں اور خاص طور پر کیمبرج یونیورسٹی کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا وہاں کے انھوں نے اسلام تہذیب الاطلاح کی جڑی کیا۔

نفسہ میں ایک کٹی تام ک۔ اس کٹی ک روس میں سرسبز ک تفریحی سرائے و  
گلی جس میں ایک آدمی اور مسلم کے قیام کی مقتول تجویز تھی جو تین برسوں میں قتل ہو  
بر ضرورت کے لکھا ہے۔ ایک دوسرے ایک مولانا کی مدرسہ، ایک مدرسہ ک  
غرضکہ اس مدرسہ کی بنیاد پختل اور پختل کائی کے نام سے پڑی۔ یہی اس  
کائی کی ترقی یافتہ شکل کا نام "مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" ہوا۔ آج اپنی شکل و شکل میں  
ہمارے سامنے موجود ہے۔

سرسبز کے نصب میں نا ادریہ مذہب کی طوط زہنی مٹنا اور دھواں  
فصل کرم دھواں کاٹنا ہے ہر مذہب فکر کے لوگوں سے قریب تھے خواہ وہ ہندو ہوں یا  
عیسائی۔ سامنے ہی سلاوی روایات کے کبھی وارث تھے جو شمال ہند کے مسلمانوں اور  
اور سرسبز کے اعلیٰ اور دینیاتی طبقہ کے روایات تھیں۔

مورتن کی ترویج اور ان کے حقوق کا تصور۔ ہنگامہ وہ برس میں کہ تعلیم حاصل  
کرے۔ علی گڑھ مدرسہ علوم کی بنیاد ۱۸۵۷ء میں رکھی گئی۔ جس کا واسطہ وہ جو ہند  
کی بنیاد ۱۸۵۷ء میں رکھی جا چکی تھی۔ دیوبند کے ابی مولانا محمد قاسم صاحب اور علی گڑھ  
کے ابی سرسبز صاحبان جو ہیں۔

ایک اور مذہبی تعلیم کا دور جدید طرز تعلیم کا۔ جدید دور کے تقاضوں کے پیش نظر  
جدید مضامین کے ساتھ قائم کیا گیا۔ یہ دونوں تعلیم ادارے ہندوستان کی دورانی  
تحریر کو کام کر رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد ان عظیم اداروں نے ہندوستان  
کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اور علوم و فنون کی تعمیر و ترقی میں ایک بہترین رول  
ادا کیا۔

سرسبز صاحبان نے سماجی و سیاسی کاموں میں مالی کا علاج اقتصادی حالت کو بہتر

نے علی گڑھ تحریک سفر، ۱۸۵۷ء میں ترقی پزیر اور علی گڑھ۔ مولانا سید احمد علی گڑھی۔

نے ہندوستانی مسلمان تہذیب و تمدن کی بنیاد پر سفر

کرنے کے لیے عوام جدید کی طرف توجہ کو ضروری سمجھا۔ دوسری طرف مولانا قاسم صاحب کی  
جامعات اور تحریک کا بنیادی مقصد فرائض تعلیم و ترویج۔ دیوبند کی اس مجلس جماعت  
نے مسلمانوں کے ذہن کو دین کی طوط آگیا۔ اکثریت سے اس کی کارکردگی سکولوں  
مذہبی نظام تعلیم اور اخلاقی نظام کے ساتھ قوم کے مسلمانوں کو بطور قسٹ نماز مسجدوں  
ہیں اذان اور جماعت کے لیے تیار کیا اور مسلمان بچوں میں کلام پاک کی تلمیذ کا اشتغال  
کیا۔

انگریزوں کے دوسرے مذہب کے طوط کی یہ تحریک مسلمانوں کے سماجی اور دینی زندگی میں  
بظاہر ہر اثر ثابت نہیں ہوئی۔ مگر دینی علوم اور عمل کو اس تحریک نے مسلمانوں سے دوری  
طرح ہم آہنگ رکھا۔ لیکن ایک دوسرا سماجی اور سماجی یہ پیش کیا کہ اہل سنت والجمہ  
طوط کی جماعت میں کئی فرقے پیدا ہو گئے۔ مثلاً غیر مقلد، بریلی، تادیلی وغیرہ۔ شریعت  
کی حدود سے تجاوز صاحبان طاعت کا وہ طبقہ الگ تھا جس نے طاعت کو چند سرگرمیات  
تک محدود کر کے دوسری خرافات کو مذہب میں داخل کر لیا تھا۔

خود ساختہ صوفیوں، درویشوں، چیراؤوں کی تحریک نے تصوف کی مقدس  
روایات کو ناقابل اعتبار قبول، مجاہدوں اور افسانوں اور عباد کو بے روح  
بنادیا تھا۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد سے یہ حرکات عوام و خواص کے طبقوں کو متاثر  
کر رہے تھے۔ مگر طوط دیوبند کی جماعت نے مذہب و معاشرہ کی بے راہ روی کے خلاف  
آواز بلند کر کے ہر سنگ و صلابت کے فرائض کو بھی انجام دیا۔

طوط کے اسی گروہ کے ایک عالم حامی اور دانشور صاحب جو چنگی دلا نام ۱۸۵۷ء میں  
کی قیادت میں مسلمان بھون میں آزاد حکومت بنائی گئی اور اس کے سربراہ بنائے گئے۔  
نارنگی و مقرر کئے گئے۔ اس مختصر مدتی طاعت والی جماعت نے تقریباً اسی پر حکومت کی

۱۸۵۷ء مسلمان تہذیب و تمدن میں سفر

مگر زنی فوج کو شکست دی اور اس قصبہ کو فتح کر لیا۔ جنگ کا نقشہ جب دیکھا تو ماحی اولیٰ  
صاحب اور ملا قاسم کے نام انگریزی حکومت نے وارنٹ جاری کیے معلقانہ گرفتاری  
کے لکھنے کے لیے یہ دونوں ساج کے لئے روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب کٹر کر کے ملک  
سے اسی جگہ میں شرکت کرنے والوں کی سائی کا اعلان ہو گیا تو یہ دونوں حضرت داعیں  
آگئے اور دیوبند میں آخری لحاظ تک عسکر کی خدمت انجام دیتے رہے۔

مولانا قاسم صاحب کے گروہ کے علاوہ ولی شہرہ کا جہانوی کارناموں کی تجدید  
مجدد ضرورتوں کی روشنی میں اصلاح و تبلیغ کے ساتھ کرتے رہے۔ اسی ضمن میں ان بزرگوں  
کی روایات کے مندرجہ ذیل، مضافی، کا وہ آتا ہے۔ انھوں نے رشد و ہدایت اور اصلاح و  
تبلیغ کے اس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور دیوبند کے مسلک سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے  
اپنے دشمن کو میدان جنگ کی بجائے صورت مسند و درس کی طرف منتقل کیا۔

اس مہدی کے مظاہر میں مولانا اشرف علی مضافی نے بحیثیت مجدد نظر آئے ہیں۔ جیسا  
کو سید سلطان ندوی نے مقدمہ تجدید دین کا اس میں شیخ محمد سہروردی کے لئے  
کو سید احمد شہید تک تاریخ پیدائش و وفات کے ساتھ مسند و مدرسوں کی  
فہرست تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

”عصر حاضر بنی جو دریں مہدی کے مجدد کے تعین کے لیے بھی وہی مہیار  
ہو گا جو انھوں کے لیے تھا“ اس مہدی کے بزرگوں میں درج ہے:

حضرت مولانا اشرف علی مضافی کے ایک خاص متنازعہ کیفیت ہے:

آجے مولانا کے صفات ظاہری، اور باطنی کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایسے اوقات میں جن کا اجتماع ان کے معین و مستندین کے خیال میں

اس درجہ پر ہے کہ وہ منصب تجدید کی حد تک پہنچتا ہے“ لے

### مولانا کی زندگی کا انصیب العین

علیم الاست سلاما مضافی کی بری زندگی کا باب باب اور مقصد علم و عمل کے ساتھ  
است میں انسانیت، شرافت، باطنی ترقی، روح کی بے کجی، غلبہ پیداکر، انتقام، ان تمام  
صفت صمد کو پیش کرنے کے لیے ایک ایسے نکل نظام حیات کو پیش کرنے کی ضرورت تھی جو  
ظاہر ان حق کے سامنے، ایسے دلائل، اور عمل کے ساتھ پیش ہو جو عوام اور علماء کی گنجائش نہ  
رکھے اس میں دنیا سے بے نیازی ہو اور دنیا سے غفلت ہو اور ایسی باطنی کیفیات کی  
مشق ہو جو باطن و رقبہ اور حال کی کیفیات ظاہری رہیں۔

مگر سراسر یہ تھا کہ کوئی طریقہ ہے جو معنیوں میں انسانیت کا نمونہ سامنے لے  
اور ماضی کے مستحکم کی نشاندہی کرے۔ مولانا مضافی نے اس نکل نظام حیات کی بنیاد و مہیار  
مست کو بنایا۔ یہی ان کا مسلک تھا۔ آپ نے احکام شریعت کو پورا کرتے اور کرنے کا ہتھیار  
کیا۔ زندگی کے ہر موڑ پر ہر صورت و دم پر اپنے نفس کو شیطان کے سناہ سے بچانے کے  
لیے شریعت کے احکامات کا پابانہ کی بری مشق فرمائی، اور دوسروں کو بھی اس کا  
درس دیا۔ ان کے درس کا محور مذہب اسلام کے یہ دو اصول تھے۔ حق اسیاد اور حق اشیاء  
یعنی مولانا مضافی کا مقصد یہ تھا کہ عہد کاشتہ مہدو سے ہرگز نہ ٹوٹنے پا سے۔  
دوسرے آپ کے حقوق کی اوٹ میں کوئی نہ ہو۔

اور جب یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ خالق کا مخلوق کے کسی قدر گہرا رشتہ ہے  
تو کائنات کے ذرے سے ذرے کو دیکھ کر بنانے والے کی عظمت اور اہمیت کا یقین ہوتا ہے  
اور وہ اپنے وجود کو بھی اسی کی بلک سمجھتا ہے اس پر اس کا تعارف بھٹاتا ہے واپس زندگی  
کے جہل کو سمجھنے والے کے بتائے ہوئے طریقوں میں ڈھالنے کو ضروری سمجھتا ہے اور

لے ہندوستانی مسلمان آئینہ بزم ۶

لے مل گزیر، دیوبند، دینی گورہ مضمون ۶۱۸

لے مقدمہ تجدید دین کا اس مضمون ۱۲، سید سلطان ندوی

لے مقدمہ تجدید دین کا اس مضمون ۱۲، سید سلطان ندوی

جب یہ جذبہ بدل رہا تھا ہے تو اس کے حقوق کا اہتمام کرے اور مقصد حیات کو ناکمل سمجھتا ہے۔

لا اشراف علی عاقباتہ کہنا ہے تھاکر۔

"م کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق اور اپنی مددگی کا یہ نر تپا کر دیکھو روز  
ترکہ زندگی میں یہ کرنا اور یہ نہ کرنا یہ بات تم کو پسند ہے۔ اور پسند  
یہ چیز حال ہے اور یہ جرم ہے اور یہ ناپاک ہے اور یہ ناپاک و کثیر اگر تم  
چاہتے ہو کہ جو کچھ تمہیں حق پسند کرو، ہو کر حشر و نازل کرو و چارہ  
محبت سے سرشار ہو تو سب کچھ حاصل ہو جو نبی علیہ السلام کی اتباع حاصل  
کرو، پھر تو تم خود ہی تمہیں محبت کرنے لگیں گے۔ تب اس سے بڑی دولت  
و نعمت تمہیں کیا پڑھتے ہو؟"

مولانا عطاء اللہ جو اپنے عقیدت مندوں اور حواریوں سے جب بھی گفتگو کرتے چاہے  
سورہ بقرہ یا توبہ میں ان کی تشریح و تقریر سب میں ان کا یہی مقصد حیات کاروا  
نظر آتا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"بزرگ خدا ہو، قلب بنا ہو، غرض بنا ہو تو کہیں اور جاؤ، اور انسان  
بنا ہو تو یہاں آؤ جیلہ کی بنو بزرگ جو یہی تو ایک دن میں ساتھ  
ہو رہی ہے خصل چیز تو شرف ہے اور شرف انسانیت ہے۔  
مولانا عطاء اللہ کی ایک نئی خصوصیت یہی ہے کہ وہ سالوات اور ماہریت کے  
اصول کے فوری پابند رہے اور اپنے ملکین کو بھی اس کی تاکید کرتے۔  
گرچہ جبہ نازل آکر دو خلافت کسی کے مجبور جانتے تو مولانا کی گرفت سخت

۱۔ از غرہ الاست مضروب، تو کہ مولانا کی صاحب خدائی و تدریج طاعت ۱۳۹۲ھ

۲۔ از غرہ الاست مضروب ۹

چوٹی اس کا خزانہ اس سے چٹا ہے کہ مرض وفات کے زمانہ میں جب کہ کفر پ  
نکھ بند کیے بیٹے جتنے کسی ایک شخص کا خط چھ کر مولانا کو سنایا گیا

خط میں درخت کی جگہ تھا کہ نور میں دل نہیں لگایا یا جاسے تو نور جواب دیا  
ن کو کہ کھول دو گنا فرس نہیں ہے دل لگا ارض تلخ ہے۔

نہیں حقوق العباد کے کہ میں ان کا غلط ہے تھاکر ہر انسان چرکس کا ملکیت  
ہے کہ اپنی ذات کے کسی ملکیت نہ پہنچا سے لہذا کفر و شرس ہونی چاہیے حق ادا  
کرتے رہے اور اس کی ذات کے کسی ملکیت نہ پہنچے ہی قصوت کی بنیاد ہے۔

ان احکام یا پسند یوں کے باوجود اپنی ذات میں شرفیت کا اہتمام مولانا کی  
زندگی میں اس وجہ سے تھا کہ تمام عمر ان کے علاج کراؤ کڑی علاج نہیں کرایا۔ لیکن  
زندگی کے آخری ایام حالات میں بہت بڑی شبیلی نے کہا کہ شرفیت نے جب  
حاجزت سے دی ہے تو کیا مفاد ہے۔ آپ نے کہا، چھا شرف و کرویہ میں کہاں  
ایسا حقیقی ہے۔

اس طرح آپ نے ماری فرس لہو کی توفیر پر قرآن کرایا، مفسر اس خیال کی  
وجہ سے لوگ مجھے شبھی نہ کہیں۔ اور شرفیت کے حکم کے ساتھ سر جھکا دیا۔ غرض مولانا  
عطاء اللہ کی زندگی بھر ان خیالوں سے بھر جی ہوئی ہے۔ ان کا سبب ملک زندگی میں  
اتباع سنت، احکام شرفیت کی پابندی، اور دوسروں کو بھی اپنی علی اور مفسر  
مصاحفینوں کے تمام علم کا دار و دیوار رہے۔ لہذا وہ کبھی کبھی باطن ان سے بہت  
متاثر ہوئے اور اکثر نے اپنی زندگی ان کی تعالیف و مواظب سے بدل دی جیسا کہ مولانا  
عبدالمجید صاحب نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں:-  
"مقدار سبیل پر چھٹا جانا تھا اور سطر سطر پر پڑے لگا ہوں سے چٹتے

ن از غرہ الاست مضروب

ن از غرہ الاست مضروب

۷۷۶

کتابیں پڑھ کر جب آنکھ بند کریں تو عالم ہی دوسرا ملے گا۔

ۛ اب: کہیں نگاہ ہے کون نگاہ میں

مرفا استخوانی و نہ سیاست کے ہنگاموں سے دور فائنل کے ایک گروٹھ میں بیٹھے  
کر اپنے عوم و ساری کے خزانوں کے غلظ و محبت کے ساتھ ہر خاص و عام پر اس طرح لڑا  
کہ جو کہیں اپنی قابریستے کے دروازے نہیں سے دیکھا الا الال ہو گئے۔

آپ کا مسلک اور مضامین مجھ سے بڑے خیال کو درست کرنا سنا ضرورت سمجھتا ہوں۔ آپ فاضل کی ذات سے کہیں تقصیر نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے فضل کو سراہتے تھے۔ مولا ادرہ امت کی طرف جہل جنس پر نظر رکھتے تھے اور خدا و معانی کے شمس کو آخری دم تک تجویز کر کے روحانیت کا ماحول کو دور کرتے تھے۔ جس کا ثبوت ان کی نذر و باوجود تصانیف۔ ان کے مسلک پر چلنے والے خلفاء کی عداوت جن کا فیض حیات اب بھی جاری ہے۔ جس کا ثبوت شہادت ان کے ماحول اور فحش عداوت سے ملتا ہے۔

آپ کے مسک اور زندگی کے نصب العین کا پورا پورا ستھڑا تقابح سنت اور احبابِ سنت اور احکامِ شریعت کی پابندی تھا۔

ظاہری و باطنی مالا و مہولہ کا مختصر خاکہ وفات تک

مولا! اشارت علی خانزادی میانه قدسے کیجئے جو اس کی آمل ستا، حضرت دست ستا،  
 دن دوہرا، جڑیاں چوٹی ستیں، گنت گنت کی کل ہوں ستی۔ چہو ہر اسیر اجا گول  
 ستا، میں پر تو اسے بیگ نمایاں ستی، پر پور بال ستے، راڑھی بھری ہوں، آبا  
 متوسط ستا۔ آبی کی پر آخر گھولیں میں ستیں جو نہ کے ساتھ شرفی آمل دور سے کہنے

۴۳  
برہنہ سخن اور بہت ادب اور پرکٹ نظر آتی تھیں، عجیب سا خرقہ تھا... میں شاید  
کامیاب تھا کہ چاہتا تھا کہ کیا ہی کروں، مگر کوئی نہ کہہ سہی کہ جو کچھ سنا تھا۔  
اگر کسی فرض محنت کی جانب تھاپیں، اچھے عجیبی باتیں تو بد و بدوش حق کتاب نہ رکتے۔  
دشمن خانی سے مولانا خاں کی ربطہ فی اہل علم کے ساتھ ربطہ فی انجمن کا واقعہ ربطہ  
وہاں تھا۔

۱۔ استسازی روکی طبیعت میں بہت سادگی تھی۔ اکثر عید کا اس استسما کرتے تھے۔ کرتے مگر زبان اکثر کھو اور بے کھارہ تھا۔ پانچ کل کی ٹوپی استسما کرتے تھے۔ سردیوں میں گرم لباس استسما کرتے اور سردیوں میں ہاتھ دھو جاتے تھے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ لباس تبدیل کرنے کی عادت تھی۔ دھو کر خصوصاً انجام کرتے تھے۔ چلنے کا انداز

مولانا نے وہ خط لکھا کہ میں نیکین اولاد کی سے پیدا ہوں۔ دوسری شادی کرنے کی تمہیں اپنے راجہ صاحب میں تحریر کر کے۔ بڑی بڑی بی بی رانی صاحبہ اور بیوی بی بی چوڑا صاحبہ کے نام سے موصوفہ۔ دونوں طبعاً شایہ اور دین و نور ستیں۔ ابتدا میں بلی بی بی پر دوسری شادی کا قرعہ۔ بعد میں مولانا خاں کی مدد سے۔ اعداد میں غرق کی حدود جسے رعایت کی بنا پر خرچ ہو گیا تھا۔

مقتدران کے لئے یہ حکایت ہے کہ وہ مثال تمام کمال کی بنیاد پر شریعت ہے۔ مقتدران کی اجازت ہی ہے۔ ہر چیز و روئوں کو برابر دیتے ہیں کسی ایک کو زیادہ کسی کو کم نہیں دیتے۔ "میزانِ عدل" کہا کرتے تھے۔ عدل کے سلسلے میں جن مخلوقوں سے تعلیم گزرا بلا راسخ اس کا اذنانِ حق تعالیٰ کے اس اعلیٰ خیال سے ہوتا ہے۔ "یہاں سے مقتدران کو اندازہ کروا نہیں سکتے کہ یہ کون کون سے

۱۰۰ تجدید دین کامل مغرب و تحریر است مغرب ۳

اشرف السوانح حصروم صفحہ ۲۰۴

۱۔ انٹرکیم الاست صخرہ،



نوگ دھیس کے بدلے کی رعایت کرنے پر جس کو خوشامد کہہ کر  
قدردانی کی جست ہی نہیں کر سکتے تھے۔

”پسے دونوں بیویوں کا ہر باوجود بڑی پیرائی و جد کے، انجام صاف کرنے کے ادا  
کیا۔ آپ لڑائے تھے اگر صورت ہم صاف کی تو اسے تو بھی مرگے تھے نہ آفتاب ہے کہ ہر  
اداسہ نہ لے۔“

اپنے غفلت کا استعمال ماکا انداز سے ذکر کرتے تھے کہ میں بہت بے تکلفی اور خوشامدی  
کے ساتھ پیش آتے۔ جب ناخدا آجاتے تو بچے مولات میں مصروف ہوجاتے اگر کسی سے کوئی  
تعلق نہیں۔ دوسروں کو بھی مولانہ کی زندگی میں ہرگز ادھر نہ پہنچنے کے لئے غفلت کے ادا  
کرنے کی تاکید کرتے۔

مولانا کے بچوں مولانا کے مولات میں باندی اور اچتام سے تعلق ایک فحش مردانہ  
مولات کا اور بڑاں کیا ہوا تھا کسی کو اشتعال و جواب کی برائیاں نہیں ہوتی تھی۔ خصوصی مردانہ  
پر کوئی چاندی نہیں تھی۔ فجر نماز کے بعد گھر سے ناخدا آجاتے۔ سناخدا میں چور کا  
صرف نظر آئی تھی تین اہم بزرگوں نے قیام کیا۔ حاجی ادا اور صاحب، حافظہ محمد ماس  
شہید، مولانا شیخ محمد، مولانا بزرگوں کی ہجرت، شہادت اور وفات سے کچھ دور کے  
لیے ناخدا خالی رہی مین مولانا اشتعلی تھا تو ہی نے اپنے مرشد حاجی ادا اور مولانا کے  
اشارے پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ان کے مولات ناخدا میں رہتے کہ کوئی نماز کے بعد مکین کے غلو کے جوابات تو  
کرتے پھر چلے تدری کے سے تشریف لے جاتے اور اسی چلے تدری میں ایک قرآن پاک کی  
کثرت کر لیتے۔

۱۔ اشرف السیاح مدظلہ العالی

۲۔ سیرت اشرف مدظلہ العالی

۳۔ اشرف السیاح مدظلہ العالی

وہیں اگر اشتعلی کی نماز پڑھتے اور سچہ تصنیف کے شلا میں بہت محو ہوجاتے۔ یہ  
دو مثال تھے جو سفر و حضر دونوں میں جاکر سچے مولانا کا ایک نوائی کتب خانہ بھی تھا  
میں میں زیادہ تر ان کی اپنی تصانیف تھیں۔

مولانا سناخدا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ کوئی کی قیمت و اہمیت کے پیش نظر ان کو  
نے اپنی تمام زندگی کو مولانا کی باندی میں ڈھال دیا تھا وہ وقت کے ایک بڑے کلمہ کو بھی مٹا  
تھیں ہر سچے تھے۔ مولانا وہ وقت کو دین و دنیا کا غلط سراہے کیجئے تھے۔ اس لیے مولانا  
نے علمی سراپا تمام مصروفیات کے اوجہ آسان کیا تھا ہے کہ غلط سمجھتے تھے۔

مختصر یہ کہ ان کی زندگی کا کوئی مولانا ایسا نہ تھا جو معمول پرورش و تربیت سے  
نے کھلا تھا و گنگوٹیک۔ لیکن ان کی شخصیت میں اوجہ و مانگ کے ایسی صلاحیتیں پیدا  
تھیں کہ غفلت کی وجہ سے کام نہ کر سکتے تھے۔ ایسا کیوں تھا تو اس میں کوئی شبہ نہیں  
کہ مولانا سناخدا کے مولانا کی زندگی سے روحانی انارمیت اور گہری کشش کا احساس  
ہر ایک کا محضہ تھا۔ قبول محبوب صاحب۔

۴۔ اہل خاہر تھے کیجئے جناب اس سادہ جمال

۵۔ ہے کہ مولانا کی نظر ایک میں اور اشتعلی کی میان صاحب لاج پوری گجرات کے  
صاحب مدظلہ العالی و بزرگ تھے مولانا سناخدا کے مولانا کے مولانا کے بعد سچے گھنٹوں رہتے  
تھے۔ مولانا سناخدا کا نام لے کر کہا نہ جاتا ان کو اس سے کیا کر سکتے تھے۔

بزرگوں کے حالات اور زندگی میں ظاہری اور باطنی بہت سی ایسی کیفیات پیش آتی  
تھیں کہ ان کا سمجھنا ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ لیکن مجربیت و مرغوبیت کے درجہ  
کے جب کوئی انسان پہنچ جاتا ہے تو اس کے غفلت ہر خاص و عام پر ظاہر ہونے لگتے  
تھے اور یہی سناخدا کی حقیقت تھی مولانا اشتعلی سناخدا کے مولانا کے مولانا کے

مولانا اشتعلی سناخدا کے مولانا کے مولانا کے مولانا کے مولانا کے

بہت خوش ہوا ہے۔ مولانا کو اکثر آنٹ اترنے کی شکایت رہتی تھی۔ وفات سے ۵ سال قبل اور مختلف شکایت بھی ہوئی تھیں۔ ابتداً وفات سے پہلے طالت کی کمزوری اور مگر یہ درم کی پختگی تھی۔

کبھی کسٹرن کا سلسلہ جاری ہوا تا جس سے جی مضرت بردہ جا آستانہ طالت کے آخری امام میں بہر مقرر ہو گئی تھی۔ وہ بے ہوشی کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ گھنٹہ کے خاص سماج کی حکیمہ مہدی صاحبہ کو گھنٹہ سے بلایا لیکن علاج سے کوئی خاص افادہ نہیں ہوا۔ لیکن انتہائی محنت و کوشش اور قابل تسمین بات یہ تھی کہ ان تمام کالیف کے باوجود معاملات میں معنای تحقیق و تدقیق کا راس نہ ہم ازیت نہ چھوڑا۔ اس کی مثال کے لیے یہ شکر اوقات موجود ہے۔

انتقال کے وقت بے ہوشی کے عالم میں ستر کچھ موش آیا، تو دریافت کیا ضرب میں کیا دیر ہے؟ کسی نے کہا حضرت دس منٹ، فرما استفادہ کیا وقت کے، تے میں یادقت کے جانتے میں بلے سیدہ امی عالم میں متعلق صباد کے اہتمام کمال ملتی ہے۔ اپنی بیوی امیر سے ضرب کی تلافی کے بعد دریافت کیا، میں تم دونوں کو اس نامہ خرچ سے یہاں ہوں، انھوں نے اطمینان دلایا، سہرا انھوں کی ترسوں کو گھوڑا، ایک افادہ میں چورہ، نہ نکلے، حساب لگاتے والے نے بتایا تو سہرہ فرمایا میں بندہ واد ہوں گے، اسی میں غشی طاری ہوئی اور افادہ افادہ سے چھوٹ گیا۔ میں میں سے بابک آند اور بھی کھلا۔

موت جیسے ارک کلمات میں جب نہیں بہت درگ پر خود اپنے لئے دوسروں سے قتل کے افادہ سناتا ہے۔ یہ خدا اس حالت میں بھی دوسروں کے حقوق اور انھوں کی فکر کرتے ہوئے معاملات کو صاف کرتا ہے۔ غلطی کے جوابات تک بھی غور کی کہ حالت میں ترک نہ کئے۔ آخری دم تک مصالحت و توفیق و رشہ و بکا مصلوں پر نظر رہی۔

حالات کی تسخیر خبر کر مقتید مندوں کا ہجوم شروع ہو گیا تھا اور شہرستان میں دیر انداز علاج کے تحت افادہ اشرف کے مقابلے کے طالت چل رہے تھے اس ہوش میں بھی ان سے دریافت کرتے، اجازت نہ رکھاں ہے؟ سید سلیمان ندوی نے بھی پہنچے جو جبرہ اصرار نہیں آتے تھے۔ ان کے آٹے کی خرسن کر فرما دینے والے کو کہا وہ بے ہوشی ہو ان کو ایسا ہی کہہ دیا، مجس کے وقار اور نظم مضبوط کے تصور میں آخری وقت تک ذوق نہیں آیا۔

سفر آخرت کی تیاری کا یہ عالم تھا کہ تمام انتظامات، حسب کتاب دس ایسے ہو کر پوری فراغت حاصل کی۔

۱۶ رجبہ ۱۳۳۳ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۱۴ء کی صبح کو کہنے لگے اُمی خدیجہ بیگم مجھے عمر بھر چاہی ہوئی۔ بسے نہ کر رہنے کے نظارہ اس انداز سے فرمایا کہ سب کو خوشی ہو گئی ہے۔

خام کو چھوٹی بیانی سامنے سے کہ آج ہم ہر ہے ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا کہ ان میں میں جانتیں۔ انتقال سے سوا گھنٹہ پہلے آخری غشی طاری رہی، مولانا غلام صاحب سببین شریعت چلے جاتے، سیدہ اور آب، نرم پیچے سے ٹٹا لے کر تھے اور سرور و بردار فیہ فواجہ و بزمین اور غیر متعجب حضرت در پے کیسے کے علم میں، بہت یاد دہی ہے کہ کہ ستر ملا، با سب سے بڑا جنرل دین کے ہر نماز، ہم بہرہ، ہم ہر ہر ہے کار و رہا ہے، مہرہ پورہ و دین کی ندیم چور بچہ، کیسے موت خلب فالت نفس محمد کے ساتھ ماہنامہ سوت کی اصل آخری سرائوں سے گزرا ہوا تھا۔ ۱۶ جولائی ۱۹۱۴ء کی شب میں صاف کے وقت آپ نے اپنی جان جان قرب کی سہرا کوئی افادہ دیا اور موت پر خیر بھلی کلمات طواف کیل گئی۔ سپیشل کاٹری منکرہ ایسے سہرا چر سے افادہ بھرت

لے بہت اشرف صفحہ ۵۰

لے بہت اشرف صفحہ ۵۰ اشرف و حکم الامت صفحہ ۶۰

لے بہت اشرف صفحہ ۵۰ اشرف و حکم الامت صفحہ ۶۰

لے بہت اشرف صفحہ ۵۰

کی طرف چلائی نزدیکی حسد و میں لوگ جہاد میں شرکت کے لیے سنبھلا سبھن  
 پہنچ گئے عجیب وقت آئینہ مصطفیٰ تمام راستے پر ترش سے چھو کاڑھا ہو گیا تھا۔  
 مولانا غفر عثمانی نے سنا جہاد پر ماحولی اور حضرت سناؤزی کے وقت کہہ کر  
 میں اہلین وطن کر گیا۔

مستعد ہو تو خاک سے پوچھوں کہ پیغمبر  
 تو نے دو کج اسے گرا پایا کیا کیسے؟

فرس کو کس دورہ ختم ہو گیا جو حامی اعداؤں صاحب مولانا سبوع صاحب  
 مولانا قاسم صاحب کی یادگار تھا۔

لقد قضیت روح اصلی والکرام  
 بیوت حکیم المہند اشرف العالم

## تصانیف و مواظب کی اہمیت

کسی بڑی شخصیت نے فرمایا کہ مولانا دُعا و قضا کی دور سے بننے چلے  
 جاتے ہیں۔ مولانا شرکت علیہ کہ سبھی حدیثی طور پر یہ مسئلہ ابتر ہی سے جا رہا رہا۔  
 ان کی فطرت میں خدا نے نصیحت و حکام خداوندی کی صلاحیتوں کو پیدا کیا تھا۔  
 صحیح فطرت پرست اور مولانا کو اس کو فطرتی طور سے ملتا تھا۔  
 انہی کی اشاعت کا مسئلہ اعلیٰ علیہ السلام کی سنت ہے اور اس سنت کی اتباع کے لیے  
 خدا نے انہیں قبول کر دیا اس طرح کہ ان کی تصانیف و مواظب جو صدیقی خداوندی ہیں  
 سترہری شکل میں محفوظ ہوئے ہیں کہ ان کی اشاعت اور اسرار و رموز معلوم و غیر اور غیر و دونوں  
 کے لحاظ سے موصوف کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس صریح کے خلاف میں بحیثیت صنعت اور مواظب

کے مولانا سناؤزی کے کو ایک امتیازی مقام حاصل ہوا۔ جس کی ابتداء ارمان کی تصنیف  
 "سناؤزی زیروں" اور ان کے مواظب و عملی کے دور سے شروع ہو گئے تھے۔ روزگار  
 اس ابتداء نے ان کی ترقی، انگشت، قصد اسبیل، تفسیر بیان القرآن، اطلال اسن، حیات  
 المسلمین، سلسلہ مواظب کی شکل اختیار کر لی۔

۱۔ دوم تصانیف میں جن میں مضامین کی بلندی کے ساتھ تصنیف کے رموز و نکات  
 کو شریعت کی روشنی میں اجاگر فرمایا ہے۔

مواظب میں مشائخ، حکایات و اشارات کو روح و عمل کے لحاظ سے پیش کرنے میں  
 آپ کو کام حاصل تھا۔ آخر کار یہ عالم تھا کہ دیندار کے علاوہ دنیا دار، انگریز و اہل مغرب  
 کسی قسمی دلائل سے بھرپور مواظب پر رنگ رہ جاتے۔ جو حضرات ان کو خشک موی تصور کرتے  
 وہ بھی ان محققانہ، علامہ بعیت، افروز و علامہ سناؤزی کے بغیر نہ رہتے تھے۔ خود مولانا  
 عبداللہ صاحب اپنے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"دل میں یہ چمکی کہ وہ کثر تم کو ملے گی۔ تشدد میں بچے ہو سکتے۔

تقصیف میں رہتے ہوئے۔ بات بات پر گھڑکی، ان دم دم پر جھڑکی،

ظلال مل حوام، ظلال مل برکت، یہ چیز تاباں نہ چر سمیت؟ گئے

مردان کے بارے میں جس کے دل میں یہ غور ہو رہا تھا جب قصد اسبیل اور تربیت اہل ملک  
 و غیرہ میں کام کر رہا تھا تو یہ خیال نہ کھینچے کہ یہ چیزیں ہوں گے۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ ہے

ذہن پر کہ مسلمان بکھڑ ہو رہا ہے اب نہ مذہب کے سطر کی خاطر ہوئے۔ ایک جہاز کے  
 کپتین نے کہا۔ اگر غرض انگریزی پرچہ دینا تو چراغ بننا۔ ایک علمبردار نے فریاد کیا کہ نوجوان  
 سنے روزہ کے شوق مولانا کا دوا و خط دیکھ کر کہا۔ یہ ایسے مضامین ہیں کہ ہر مذہب والا اپنے

۱۔ خطبات انجمنیہ، جمعہ ۲۹

۲۔ حکیم جنت سمعہ

۳۔ ایضاً موعود

۴۔ اشرف السرائع، ستمبر ۲۹

۵۔ رشید علیہ السلام، موعود، بیان، ستمبر ۲۹، طبعیازم، شہادہ

فرہی اصل پرنلیق کر سکتا ہے۔

اکابر اور بزرگان دین نے جو مستند اور اہل الا کے ہرے ہیں ان میں مولانا رشید احمد گنگوہی یہ لوگوں سے ہوتا ہے۔ مولانا کے عقائد و عقائد سنو۔ اسی طرح مولانا غلیں احمد سہارنپوری نے فرمایا: "حضرت مسافر نے کا وظایا ہوتا ہے کاشی رکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی؟"

ان کے عقائد سننے والوں کا ہزاروں کا بچ ہوا، ہر طبقہ کے افراد شریک ہوتے، ہر ایک کی فہم کا اٹھانا کرتے، کوئی معترض نہ ہوتا اور وہ سننے میں حیب آن کی کوشش نہ کرتے تو تقریریں اسی حالت کی وضاحت اس طرح کرتے کہ عوام اور عالم دونوں سرگوشی سے مسموع رہتے، مخاطب ہرے تو صاف و صحیح کی شکل سننے میں سے ایسے گزرتے کہ ان کی نظر قلب کی گہرائی تک پہنچ جاتی، ماضیہ شبہات اور اعتراض دور کر دیتے۔ لیکن احکام شریعی جو خدا اور رسول کے بتائے ہوئے ہوتے وہ عقلی دلائل سے وجود بھی پیش نظر رہتے۔ ان میں ازہر و زبر کوئی اختلاف نہیں ہوتا تھا۔

خلافت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ سامعین کے ذوق کا اٹھانا کھانا ہوتا ہے۔ مولانا کے عقائد کی تاثیر یہ تھی کہ دین میں طریقیہ کے تشبیہات رکھنے والے لوگ جن کے عقائد کا رد ہوتا تھا اور دین کے صحیح راستے سے بھٹکے ہوئے تھے سب کے ذہن صاف ہو جاتے۔

دعائے ان کے دل میں بند لگتے تھے کہ ایسے ہی تڑپ اور گھٹن تھیں جن میں ان کی اصلاح کا سچا جذبہ پرشیدہ تھا اور ان کا بچہ قلب حق خدا سے ملتا تھا، لہذا ہر بات دل سے نکلتی تھی اور دل پر خیر کا عالم تھی۔ وہ دلائل و عقائد میں خود کہتے:

"ما جو: کس طرح اپنے قول کی بات آپ کے دل میں ڈالوں اور کس طرح اطمینان دہوں؟ تم سے زیادہ کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں۔ میں خدا سے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں وہ خدا، تم را خدا، تم را خدا اگر تم خدا سے تعالیٰ

کے دین کی سچی کو منہ سے بکھڑو تو سچہ تم ملت کی طرح تمام دنیا کے ایک بن جاؤ۔" لے

اچھے اطلاق حاصل کرنے کی تعین اس طرح کرتے:

"ما جو: رحمت خدا تعالیٰ وہ چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے لوگوں نے مسطعنیں پھینچی ہیں، مال و دولت تو کیا چیز ہیں، ایک حشر مطلق کا پیہر ہو جائے گا نہ کہ خدا کی تعزیک دنیا اور دنیا سے بھی زیادہ قیمتی ہے؟"

غرض کہ ہر وہ خط و خطہ جو اس میں اب موجود ہے وہ کھانا ہوتا ہے تو اکثر ان کا موضوع احکامات سے بے حد غریب نظر آتا ہے۔ صرف عبارات پر ہی توجہ نہیں دلاتے تھے بلکہ انسانی زندگی کے ان مسائل و معاملات کے ساتھ صاف کھڑی بھی شریعت کی روشنی میں پیش کرتے۔ جن کا تعلق روزانہ زندگی اور معاشرت سے ہوتا تھا۔ فقر، حقارت و حدیث کے ذریعہ زندگی کے ہر گوشہ میں روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے تاکہ تربیت اور اصلاح صحیح عقائد پر انوریت کے مطابق اعمال کو زندہ کر کے دنیا و مافیہ ہو۔ کیونکہ ان کے سامنے اس دور کے حالات اور بگڑتی ہوئی متمدنی ہوئی سلائی نفسانیت کا منظر تھا۔ اہم نوازی: اپنے وقت کے سب سے بڑے ماہر تھے، مصلحت سے اپنے دور میں ان حالات کا محور کرتے تھے۔ شریعت، حقیقت، تعصبات، فسادات اور تنازعات میں وسطا و اعتدال دل پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اہم نوازی: وہ ملک کے شاہ ولی اللہ گھڑے۔ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مجدد بیرونی مدد میں اس قسم کے اصول و مقاصد کو عملی کر دار کے ساتھ ملکہ اہمیت مولانا فتاویٰ میں نے جسے کیا۔

اہم نوازی: جی حاکم اسلام، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، مولانا مسافر نے دیکھا۔ "انگشت من مہات المتفوت"۔ سن کے حواصا تک ایک ہی سہ ہے جو ایک ہی نذر



حقوق کی اس اہمیت کو تو قرآن و حدیث میں ملتی ہیں تاہم جو اسے اپنا سنا دے اور  
سلام کرنے کے اہمیت کے ساتھ ہی موت بھی ملے گی اور یہ بھی جائز کہ اب بھی وہی اہمیت  
ہے جس میں بزرگوں کی راحت و خوشی ملتا ہے۔ درحقیقت اس سبب بن جاتا ہے۔  
دعوت میں جانے کے آداب بھی بیان کئے اور اس عام مدعا کی مذمت کی جس میں  
دعوتوں میں مدعوین کے علاوہ دوسروں کو بھی لے جایا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں ایک  
دلچسپ فقرہ بھی لکھا گیا۔

ایک فریق شخص نے ایک دعوت میں اپنے پیچھے کو بھی ساتھ لے لیا یہ دیکھ کر  
کو لوگ دو ایک کو ساتھ ضرور لے جاتے ہیں۔ جب کھانا کھایا جائے گا تو پیچھے کے ساتھ  
بھی ایک پلیٹ رکھوائی۔ تو ان کے یہ کیا حرکت ہے۔ اس سے کہا، کبھی دھج اٹھ  
کو لاتے ہیں۔ میرے کوئی اولاد نہیں اس کو لے آیا۔ ساتھ لائے والے شرمندہ ہو گئے  
مولانا سناؤ اسی ۵ احادیث، قرآنی آیات، تفہیمات اور حکایات سے اپنے سامعین کو  
ایسے لطیف پیرائے میں پیش کرتے جو شریعت کے اصولوں کو اخلاقی سدھار کے لیے مفید  
ثابت ہوتے۔

### استغفار المعاصی

۱۰۔ نماز ملازم نے عام پھر کے ملازمین ان میں ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ء میں عثمان  
گھنٹے تک بد مزاجی سے سلسل بیان کیا۔ حضور کا موصوفہ تھا۔ گناہوں کو سولی سمجھنے پر  
مذمت۔ سب سے پہلا اس دعا میں مسکوں نے ظہار کی مذمت بیان کی غراہ چڑھا ہوا  
کیونکہ گناہ واصل خدا کی انفرادی کام ہے اور انفرادی نافرمانی کا سبب بنتی ہے۔ اور نہ  
کی احاطہ سے انفرادی سب سے بڑا گناہ ہے۔ دوسرے گناہ کو سولی سمجھنا اور بھی جھکنا

۱۱۔ دعا بت عیدت طہارہ مغفرہ ۸ دعا ششم

کیونکہ معمولی کچھ کر اس سے قرب کا اراہ ہی شکل ہے اور جو طے گناہ کی عادت نہ رہے نہ پڑے  
گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس کی مثال نقصان کے اعتبار سے ملازم نے آگ اور  
چنگاری سے دیکھا گناہ صغیر اس چنگاری کی طرح ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ آگ کی  
شکل اختیار کر لے اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ عادت میں شامل ہو کر پوری مدحایت  
کو خاکستر کر دیتے ہیں۔ دوسری مثال ملازم نے دی کہ جب چھوٹے گناہوں سے  
اجتناب نہیں کیا جائے تو رفتہ رفتہ کبھی گناہ بھی ہونے لگتے ہیں۔ جس طرح صاف کپڑے کو  
بارش میں نہ کپڑے سے بچایا جاتا ہے اور جب بہت سے چھینٹے پڑ جاتے ہیں تو پھر داس نکلا  
چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ کپڑا بالکل خراب ہو جاتا ہے۔

اس طرح مولانا نے سیکھنا پڑھنا اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے گناہوں  
کی مذمت اور ان کو ہٹا کھینچے پر تنبیہ کی تاکہ گناہوں سے بچ کر احاطہ خداوندی  
کی جاتے۔

### ذکر الرسول

مولانا نے یہ دعا بیان مسجد کا بندہ میرا ربیع الاول ۱۳۲۷ء میں پھر پانچ سو  
سائین کے کچھ میں بیان کیا۔ اس دعا میں مولانا نے قرآن کریم کی بہت کئی آیتیں لکھی  
دکڑا اہم کی تفسیر کرتے ہوئے حضور کے حقوق کی وضاحت کی جو اب یہاں پر عام ہوتے  
ہیں۔ مولانا نے پہلے قریہ واضح کیا کہ ذکر الرسول ایسی بابرکت چیز ہے کہ اس سے نیکو کرنے  
بارو کے کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ روحان کو قیود و تقیفات سے جاتا ہے جنہیں  
غیر شارع علیہ السلام کے بتائے ہوئے لوگوں نے خود غلط کر لیا ہے اور ان کے ساتھ لڑائی  
اور ضروری سرکار سائنات و خرد و کار دیا ہے۔ جہاں تک حضور کے حقوق کا معاملہ ہے

۱۲۔ دعا بت عیدت و احاطہ مغفرہ ۹ دعا ششم

۱۳۔ دعا بت عیدت و احاطہ مغفرہ ۱۰ دعا ششم

مولانا نے بتایا کہ سب سے پہلے حق حشر کا یہ ہے کہ آپ سے محبت کی جائے اور جب تک حضور کی محبت ملے گی جنوں پر ناپا نہیں ہوتی مسیح و پر ایمان کا حصول نہیں ہوتا۔ لیکن محبت کے علاوہ دوسرے حقوق بھی حضور کے ہیں جن کی ادائیگی بھی شہ ضروری ہے۔ یہی ان کے حقوق تین ہیں۔ غفلت، افلاط، سناجست، غفلت سے یہ مراد ہے کہ کثرت رسول کے آپ کو نہ دیکھیں، اور افلاط یہ ہے کہ آپ کے ویلے چلے جائے احکام کو قبول کر لیں اور عمل میں لائیں، اتنا ہی کا مطلب ہے کہ آپ کی پیروی کریں، جہد و پناہ سے اپنے کسی برائیوں سے بچیں، یہی بھی کہہ کر آپ سے محبت کا لازمی تقاضا ہے اور ہر روز سنت پڑھیں۔ شہرت محبت ہے اور غفلت اور افلاط اور سناجست نہیں تو یہی محبت ناقص ہے اور اگر غفلت غفلت سے محبت، افلاط نہ ہو تو یہ کار ہے۔ ایسی صورت میں انسان ہمیشہ رنج و آہ کا شکار نہیں ہوتا۔ اور غفلت و غفلت اور محبت کے ایک بے روح جسم ہے، مولانا نے واضح کر عرض میں سے کسی ایک کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے وہ کامل حق داکر نہ رہا نہیں کہا جاسکتا۔ مولانا نے یہ بھی بتایا کہ محبت رسول غفلت اور افلاط و سناجست کی تحصیل کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی ملانا نے یہ بھی بتایا کہ حضور کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر کسی یا بندے کے آپ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کریں۔ وہ اس کی بہترین شکل حضور پر کثرت سے درود ہے جو حضور پر احسان نہیں بلکہ ہمارے خلیفہ کا ذریعہ ہے۔

### الکمال فی الدین الشاہ

مولانا ستر علی ستارہ نے یہ دعا دہلی میں برنگانہ رضی صاحب ہاؤس میں بروز شنبہ ۱۰ محال ۱۳۵۰ میں کر ستمت کی درخواست پر بیان کیا۔ موضوع عزتوں کے لیے کابل دینا حاصل کرنے کا طریقہ اور کمالین کی محبت کے حصول کے طریق کی

۱۔ اے اللہ! ہم تجھ کو دعا دے رہا ہوں اور تیرا نام آواز ہے اور ہماری دعاؤں سے تیرا حکم مقرر ہے

رہنما تھا۔ سلام پاک آپ نے اس آیت سے شروع کیا یا ایہا الذین امنوا لعلکم تفلحون اور کو ذرا سے انصاف میں تہمت میں حضرت نے عورتوں کی اصلاح کی شدت ضرورت پر توجہ دلائی کیونکہ تربیت اطفال کا پہلا گھروہ ماں ہوتی ہے۔ اس تربیت کی ابتدا کی شہ عورت ہی ہوتی ہے۔

حکیم ہست جس نے اس وعظ میں اس وہم کو بھی دور کیا ہے کہ قرآن میں کثرت سے مردوں سے خطاب کا مطلب مردوں سے بے اعتنائی نہیں بلکہ ان شہادت کا اقرار کیا اور نہ ہی کہ احکامات میں مرد و عورتیں صریح، جرم کیساں ہیں ادا نہیں ہیں ایک دو ۲ غصیر ہونے کی وجہ سے جدا جدا خطاب کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور صیغہ کو عام کرنے کی وجہ خلقت کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ مرد و عورتی دامن اعتبار سے مرد و عورتوں سے زیادہ قوی بنائے گئے ہیں اس لیے محنت کے تمام کام زیادہ تر مرد سے متعلق ہیں۔ ان ہی سہولت کی وجہ سے عورتوں کے حاکم قرار دیے گئے ہیں۔ لہذا خطاب میں بھی مرد و عورتوں کو ترجیح دی گئی ہے۔

اس وعظ میں مولانا نے عورتوں کی عام کمزوری اسٹری کی کو بہت عجیب پیرایہ میں بیان فرمایا اور چند مثالوں کے ساتھ ان کے سبب کی فطرت خصوصیت سے مثالیں دیں۔ مثلاً حزن کا مادہ، اپنی حیثیت سے جبری ہوتی عورتوں سے میل جول، رومانیت کی مجرد عورتوں سے اعتقاد کیوں کہ رومانیت امراض متدی ہوتے ہیں، ہشکری کا واحد علاج حبث کی کشتنی میں یہ بتایا کہ اپنے سے کہ حبثیت کی عورتوں کے حالات پر غور کیا جائے، تاکہ حقیقت منظر میں آجائے، بر خلاف اس کے کہ کوئی کے معاملہ میں ایجنڈے سے زیادہ دین دار پر نظر کی جائے تو مکمل میں اضافہ ہو۔ اس معقول کو مثالوں واقعات اور احادیث کے ذریعہ اس خوش طبعی سے بیان فرمایا کہ امراض کا علاج ہونا اور علاج کا آسان ہونا اغلب و ظاہر میں یا گزری ہو جائے حکیم ہست نے اس آیت شریفہ کی کشتنی میں ثابت فرمایا کہ درجہ کمال دین میں عورتوں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے اگرچہ کتب دی کیوں نہ ہو اس کے تین طریقے بتائے تو ان تھوہ مسائل اور احکام شہریہ پر یکایکوں

کے ذریعہ جو حاصل کریں، تاکہ ان میں کمال حاصل کر سکیں۔

دویم یہ کہ اگر کوئی کامل مرد و عاقل میں ملے جسے قاسم کی صحبت سے فائدہ حاصل ہو گیا اور اپنی اصلاح کے طریقے معلوم کریں۔ اگرچہ مرد کامل بیشتر نہ ہو تو کسی کامل کی طرف رجوع کریں۔ خیر و خیر سے ہمیں کسی خیر جو ہم بزرگ سے ملے اسے قائم کریں تاکہ غلط گفتار کے ذریعہ اصلاح آسانی میں آئے اور بزرگوں کے ہتھے اور غفلت کو مٹا دیا کریں۔

### شرائط الطائفہ

حضرت حکیم الاستاذ نے وہ غلط باتیں مسجد کراچی میں منظر گوئی شیعہ میں مذکور ہیں  
۱۔ شمال کو ذریعہ قطعے تک بیان کیا کہ حضرت کے خطیب خاص خواجہ عزیز الرحمن نے صغیرا کیا۔ یہ وہ خطبہ آئندہ کے نبی اس حدیث سے شروع کیا۔ "تیس من الہدایہ العیام فی الشفا" اس وقت کا مقصد یہ عبادت بلکہ احکام شیعہ کے کو فراموش کرنا ہے حضرت کا کرنا ہے اس مقصد عبادت نہیں رہنا سنی کی ہر ایک قرانی ہے اور اس کا اصول احکام شیعہ کے کو ان کے حدود میں قائم رکھنے سے ہوتا ہے۔

اسی عنوان کو صغیرا میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں:

"کہ جب کوئی کام کرو تو چاہیے یہ نشان کو غلط مطلب میں طرح بن چلے حاصل ہو جائے بلکہ سطح نظر رہنا ہے حق کو کوٹے اور یہ قصد رکھ کر فرمائے قنا حاصل ہو جائے کہ کیا یہ ہر بات چلے؟

حدیث: "اذا سامعہ رکعتہ ہوئے حضرت نے دو شیعہ ہیں کہ اس طرح لڑا فرمایا ہے:

"اے تو باہر کی طرح ہر طرح کو غلط معلوم سمجھو اور زمین غلوں کی طرح سوسٹری میں افکار واجب کہو سوسٹریست جہم میں سے کم

کم ہوا میں روزہ رکھنا واجب ہے اور سوسٹری جہم میں ہوا میں افکار جائز ہے؟

پھر حدیث کی حضرت نے وضاحت فرمادی۔ اور حضرت نے عابدوں کی جرات کے نظریہ کیسے ڈرائی۔ حضرت اس طرح فرماتے ہیں:

"یہ یہ دیکھ لیا کہ دین کا کام ہے، پھر یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ حدود کے اندر ہے یا نہیں، حالانکہ شریعت میں جہاں تک حدود کی حفاظت ہے جیسا کہ میں ابھی بیان کر رہا تھا کہ غلاں غلاں وقت میں نہ پڑھا ہوا نہیں، غلاں غلاں وقت میں مدینہ جائز نہیں، یہاں خیر حرام ہے، میں مگر حرام تو نہیں کہاہت ہے۔ رکھیے سناؤ کسی ایسی چیز ہے، لیکن ایک سماجی کام کو حضور نے نہ کرتے تھے، چنانچہ حقوق اہلاد کو ختم کر دے اس طرح فرمایا "قرپر متاری جان کا بھی حق ہے، جساری یہ کیا کا بھی حق ہے، اسکا پہچان کا بھی حق ہے، اس طرح رہو کہ دینی کا حق کا حق نہ ہو، اس طرح رہو کہ پکارے پڑاؤ: اللہ۔

حضرت حکیم الاستاذ نے عبادت میں بھی حدود شرعیہ کے اہتمام کی بہت تاکید فرمائی وہ ان کے کثرت بڑا جب عبادت ہی ہوتی ہیں۔ دین میں اقرا اور تقریباً دونوں کو ہمارے نفس فرمایا۔

ہر اسے نفس کا طاق حکیم الاستاذ نے صحبت سے متوجہ کیا اور کہا کہ:

"پہچ چیز نشکند اندر جہاں" ابی ہماؤ خیر کہ مایہ پیراں لے اور آرمی حضرت روح الشریعہ نے اس خیر کو پیش فرما کر حقیقت کو اور باجا فرمایا ہے

نفس تنقلا کشت الاصل چیچ  
دائن ان نفس کشت راستہ گیرنے



## چند تصانیف کا جائزہ

### حیات المسلمین

یہ کتاب مولانا کے ہم کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کے لکھنے کی وجہ خود مولانا کے الفاظ میں ہے:

”چندوں سے مسلمانوں کی برہان سے مجھے سنت قلن ہمارا میں نے مقرر اور فاکر کیا، یہ مطلب پہلی نے میرا کہہ کچھ اور ۳۰ چھائی الاولیٰ لکھنے کو سناؤ جو میں میرے دل میں اٹھنے والا، میں اعمال کو بعض مصیبتوں کے جن کے برداشت کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ دور کرنے میں خاص دل ہے۔ ان میں سے میں اعمال سے تو مجھ میں ہوتا ہے اور میں سے اعلاس۔ وہ میں سے خوشی و پریشانی اور یہی تینوں ہیں، اعلاس و خوشی ہی تمام بلاؤں کی جڑ ہیں۔ میں ان تینوں کی اصلاح سے اور تمام باتوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی اور یہ بات بھی اس جانب اٹھتی ہی وقت میرے دل میں آئے ان باتوں میں سے کچھ کلمہ اور مسلمانوں کو پہنچاؤ اور وہ اس کی وجہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ عام لوگوں کے لیے، اے ایہ قصور و گناہیں ہیں نہ کہ ان کی تعلیم، خدا نے مجھے امید دلائی کہ اس سے یہ بظاہر ہائے گی اور لوگوں کو فتح ہوگا جس خدا سے فتح کی امید کر کے میں نے اس کو شروع کر دیا اور وہی بندہ کرنے اور صحت کرنے والا ہے۔“

۱۳ ایلیات اشرفیہ صفحہ ۲۹

۱۴ حیات المسلمین معزز و سحر و ماخذ۔

مولانا کے اس اقتباس سے یہ بات واضح ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی تمام فتنوں کا سبب امن کے جہل، اعلاس اور خوشی کو قرار دیا ہے۔ اور اس کتاب میں تدبیریں بتائی ہیں جس سے ان فتنوں کی جو کوٹ کے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں یہ بات واضح کی ہے کہ زندگی کا پسہ دنیوی ہو یا اخروی دونوں کی اصلاح کا واحد مدار بلا انسان زندگی کو جو دوگ بھی ان دونوں میں لگ سکتے ہیں، اس کا واحد علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے اور شریعت اس کا تجربہ اس طرح کرتا ہے کہ اگر وہ حضور کی باتوں میں اس کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر دینا اور آخرت کے مسائل اور پریشانیوں کی تفتیش کو صحیح سمجھ کر اعتقاد رکھنے ہوئے ان کو دور کرنے کی تجویزوں پر عمل کرے گا آپ کی باتوں میں عمل کرے تو اسے ذاتی طور پر اس کا تجربہ ہو جائے گا۔

مولانا کا کہنا ہے کہ ساری تعلیمات سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں مسلمانوں پر ماری دنیوی اور اخروی بائیں ازل پر ہی میں بعض مصلحتوں اور فتنوں کے سامنے دھنڈے رکھنے والے دنیوی زندگی کے باسے میں آپ کی تعلیمات سے متعلق برتتے ہیں و تنبیہ کے طور پر خدا انھیں دنیا کی کامیابی سے محروم کر دیتا ہے، تاکہ وہ راست پر آجائیں اور جو لوگ حضور کا انکار کرتے ہیں ان کی آخرت کا بار ہونا تو ظاہر ہے لیکن دنیا میں بطور ٹھہریں کے انھیں دنیا کی کامیابی ملتا رہتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ کہ یہ دنیا کی کامیابی بھی حیرت بظاہر نظر آتی ہے حقیقی کامیابی انھیں دنیا میں بھی نصیب نہیں ہوتی بلکہ زندگی کی راحت اور طاقت اور دل کا سکون، اطمینان و چین یہاں بھی نصیب نہیں ہوتا ہے۔

مولانا کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں طرح طرحی دعا میں مختلف صورتوں میں عمل کرتی ہیں اور مرض کو دور کرتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے اعمال بھی اپنی خاصیت کے اعتبار سے مختلف اثرات رکھتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اثر کرتے ہیں۔

۱۵ حیات المسلمین، دیباچہ معزز، صفحہ ۲۹  
۱۶ ایلیات اشرفیہ صفحہ ۲۹

مولانا نے اس کتاب میں ایسے انسان اعمال کو نبی کیا ہے جو ظاہری جہان  
عمل چھوڑ گئے، لیکن مولا کی رائے میں جہل، افساس اور پریشانی کو دور کر سکتے ہیں  
اس لیے اس کتاب کا نام "حیات المسلمین" رکھا۔

میں طرح انسانی چہرہ قائم رکھنے کے لیے نفع روح کی ضرورت ہوتی ہے، اپنی  
روح الہی، روح حیوانی، روح نباتی، اسی طرح مختلف تہذیبوں کو نفع  
دوں کے انگریزوں کیلئے جس مسلمان کو زندگی قائم ہو سکے، اس کی زندگی یہی ہے جو ان کے لئے  
جسے انسان و اسلام جو ہیں، انماوت و فرائض، خدا اور صلی سے ملنے، تقدیر، عمل و  
نوکس، دعا، مامعین کی محبت، پیغمبر کی پیروی، انسان کو حق کی راہ پر لے کر آتا ہے۔  
سبھی کی تعمیر نو کرنا، ان کی زندگی، روزہ، حج، قربانی، زکوٰۃ اور خیر کا انتظام،  
نکاح، فراش، صلہ، دیباچہ دل سے نکالنا، گناہوں سے بچنا، صبر و شکر کا کام لینا  
مشورہ کرنا، بہر محبت و حسن معاشرت و اخلاق سے پیش آنا، اپنے حق اور اسلامی امتیاز کو  
برقرار رکھنا۔

مولانا نے ان کام میں ماہرین کو قرآن و حدیث سے مدد کی ہے۔ مولا کی ان حدیث  
پر کئی نظر ہے اس کتاب سے خارج ہوتا ہے۔ حدیث کے ایسے احادیث جو ممکن مشبہات پیدا  
کر سکتے ہیں ان کو اوسین کے الفاظ کے ذریعہ رفع کر دیا ہے۔ ان میں اکثر سبب شرکات  
کی تدریس کر سکتا ہے جس نے حدیث اور ان کی بڑی شرح کا مطالعہ کیا ہے کہ مولا  
مولانا کہہ کر اٹھ کر دیکھ کر ایسی بات فرماتا کرتا کہ میں نے کسی تک و شبہ یا اعتراض  
کی گنجائش نہیں رہ جاتی، خود مولا کی نظر میں اپنی اس شہادت کی بہت قدر تھی ان کا  
کہنا تھا کہ جس کے ذریعہ مجھے شہادت یعنی منفعت کی توقع ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جو ایک نیک پور کی زندگی کو اسلامی بنائوں میں ڈھالنے  
کا سوال ہے اس کتاب میں بھی کی سوادہ دہی کے لیے بہترین سانچے کی حیثیت

کتاب ہے۔

### الاتقبات الغیہ عن الاشتباہات المجدیدہ

۱۰۰۰ ایک دو تصنیف ہے جس میں جدید تعلیم یا فطرت کی بنیاد پر حقیقت  
میں بہت سے غلوک و شبہات ان کے ذہن میں پیدا کر دیے تھے اور وہ جس نے  
سائنس کی روز افزوں ترقی سے متاثر ہو کر سلام کے بنیادی مسائل پر تیش زنی سرور  
کر رہی تھی، لیکن اس سلسلہ کا ساتھ طلب حق کا واجب بھی ان کے دلوں میں موجود تھا۔

مولانا سائنس طلب حق کا حاس کر رہے ہوئے اس کتاب میں اس قسم کے شبہات  
رکھنے والوں کے ذہن کو صاف کرنے کی کوشش کی جس کا اظہار انھوں نے اپنی وجہ توفیق  
میں بھی کیا ہے۔

تکلیف ذات کی اس کتاب کو بین معنوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، جسے تصنیف کی  
طلب، بنیادی تفسیر میں بحث کی ہے دوسرے تفسیر میں قواعد کو، صوبہ مومنوں کی  
مہبت، رکھنے میں شریک یا ہے جس کے نہ جاننے کی وجہ سے تعلیم یا توفیق خدا بہت میں مبتلا  
ہو جاتی ہے۔

تیسرا حصہ وہ اشتباہات ہیں جن میں ان مشبہات کو دور کر کے جنہوں نے  
مستشرقین اسلام کی بنیادوں کو سبزل کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے اس تصنیف میں طویل کاغذ میں مودود کا منطق  
براد راست قرآن و حدیث پر مدبرہ معجزہ دیا ہے اس کی فطرت کو اور علم ارب ہونے کو  
کلاسک کیوں سے۔ جن کا ادارہ حاضر عقل پر ہے، لیکن ہندو اور وہم طرح سنگھم  
کات کر دیا ہے۔

اور سائنس جیسا ہر دست کا بر علم ہے اور مستقر اس کی بنیاد پر اس کی

ظاہری چمک کو شاکر کہہ دیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان لمبیک اور اوق مسکن کو مولانا ستاؤنی نے دورِ حاضر کی مثالوں سے اس طرح شرح کر دیا ہے کہ عام لوگوں کے لیے بھی ان اہم مسائل کا استفادہ اس کتاب سے بہت ہر سکتا ہے۔ غلط سمجھ کے سلسلہ میں مولانا نے جو شیعہ مذاہب فرما دیے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ سارے شیعہ کتب کے جڑی بنی ہیں۔ مثال کے طور پر بحال اور استنباد کی دو تفویق سے بہت سے غلط نتائج ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا میں کہ مولانا نے چند مثالوں سے وضاحت کی ہے۔

۱۔ فرضِ قنوت موضوعات پر مولانا نے شیعہ کتب پر رد کر دیا ہے اپنی سببِ طہارت و درجہ بنگاہ سے ذہن صاف کرنے کا اسباب کو سفارش کی ہے۔ نہروں کی ترتیب کے اعتبار سے ان کے طرزِ تصنیف کی تعریف عبدالحامد بن علی نے اس طرح کی ہے:

۱۔ یہ طرزِ تصنیف بھی بتلا ہے کہ حضرت کے ذہن کی ہمیں صافت و افاد و منطقی تھی راقم نے ان کے ہم ہیں یورپ کے ایک مشہور فلسفی، سچوڑا کے علاوہ دوسرے نے اپنی کسی تصنیف میں یہ اعلیٰ درجہ، یا چند طرزِ اختیار نہیں کیا؟ لے

ان تمام بزرگ تصنیفات کے لحاظ سے مولانا ستاؤنی درکی یہ تصنیف ہمیشہ دونوں کو اسلام کے خلاف خلوک و شیعہ کتب سے محفوظ رکھے گی۔

### بہشتی زیور

مولانا شرف علی ستاؤنی درکی یہ شہرہ معروف تصنیف عوام و خواص، مرد و عورت ہر طبقہ میں مقبول اور مفید ثابت ہوئی، اور خاص طور پر ہندوستان میں ان کی ضمنی

۱۔ الاذانیات المفیدہ صفحہ ۱۸۰

۲۔ حجابِ برہنہ کا صفحہ ۱۸۰

مسک کی بنیاد تصنیف کو امتیاز حاصل ہوا۔ اس بنا پر اس کی اشاعت و طباعت کا سلسلہ لاہور کی کتابتِ اربعین مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے۔ شہنا سندی، چنگ، بھائی، ہنسپور، فرخ پور، وغیرہ میں اور اکثر گورنمنٹ فوجی مسکن سے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملا جیسے عین، زین، شادی، طلاق، نکاح، نکاح، سہول، نکاح و سہول، تمام مسائل اور خصوصاً عورتوں سے متعلق اسلامی زندگی کے تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا۔

مقتدہ، اہل، اخلاق جیسے دین کے اہم مسائل کو اسلامی اصولوں کی وسیع روشنی میں پیش کیا ہے۔ مفسر کی روایت اور فوجی دونوں قسم کی ضرورتوں کے پیش نظر اس میں تمام مسائل حل جاتے ہیں۔

جتنی پر دس مقبول پر مشتمل ہے جس کی مکمل ان دس مقبول پر مبنی ہے۔ لہٰذا بہشتی گورنمنٹ کے نام سے کیا رہیں حصہ کا اضافہ کیا ہے جس میں زیادہ تر ضرورت سے متعلق مسائل ہیں۔

مولانا ستاؤنی درکی دیگر تصانیف کارناموں میں بہشتی زیر بھی ان کا ایسا کارنامہ ہے جو عورتوں کے لیے فقیہ، اخلاقی، سماجی، تعلیمی، صحت کے مسائل اور انسانی آزادیوں میں بغیر تباہ ہے

### اصلاح الرسول

اس تصنیف کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوا ہے کہ مولانا نے اسے خاص مقصد اصلاحِ امت کی بہشتی کہ ہے۔ یعنی ان روایات و روایات کو ختم کرنے کے لیے یہ خدمت انجام دے گا جو مسلمانوں کی کج زندگی میں مذہبی تقاضوں کے تحت اس طرح شامل ہو گئے ہونگے کہ شیعہ اصل نہ ہوتے ہوئے بھی ان کو توبہ اور فتنہ کے درجے میں کج فہم کی گنجائش ہے اور ان سے فوجی اور فوجی دونوں نقصان ہوتا ہے جس میں ان کا نظریہ اس کتاب کے دیر چرچ

۱۔ احبابِ ائمہ صفحہ ۱۲۳

آپنی حفاظت میں اظہار کیا ہے۔

"مسلمانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے رسوم و اخراجات کے ساتھ پابندی کر  
قرض واجب کے تقاضا پر جانے کا قرض ہو مگر ان رسوم میں راقی برابر بھی  
کم نہ ہو رہا ہے۔"

یہ ایک سراسنوں منفرد ترین ادواب میں مشتمل ہے۔

اس تصنیف کے پہلے باب میں ان رسومات کا ذکر ہے جن کو کرنے والے گناہ سمجھے  
جوتے بھی کرتے ہیں اور یہ گناہ کی اطلاع دیتے ہیں اور وہ ان کی امراض کی طرح پھیلنے  
پڑیں۔ مثلاً آذان گانے، انگلی بازی وغیرہ۔ جو دراصل ایک خاص غبار بن گیا ہے۔  
دوسرے باب میں مولانا نے ان رسومات کا ذکر کیا ہے جن کو لوگ باوجود سمجھ کر  
کرتے ہیں اور ان کی کوئی حقیقت پیدا نہیں ہوتی۔ اس طرح جاری ہوتا ہے  
کہ اکثر تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان کا پابند ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً حبشی، شگنی وغیرہ کا  
ذکر ہے۔

اس نمونہ کی رسومات کے بارے میں مولانا نے لکھا ہے:

"لوگوں کا خیال یہ ہے اس میں گناہ کی کوئی بات ہے، کچھ ناج نہیں،  
رنگ ہیں، پھر اس میں شرع کے خلاف کیا چیز ہے جس کے لیے روکا  
جائے؟"

مولانا نے سنا جو اس طرح دیکھا ہے:

"خفوت: اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ رواج عام نے قوت نظر کو  
ضیقت کر دیا ہے۔ چند امور جو ظاہر اساج ہیں ان کو دیکھ لیا، اور جو  
ان کے اندر نہایت اندرونی مفاد اور خواہاں ہیں وہاں تک نظر نہ

لے اصلاح عروج مغرب

لے ۱۰۰

لے ۱۰۰

پیش نظر رکھنا

اس کتاب کے تفسیر سے متنبہ میں مولانا نے ان رسومات کا ذکر کیا ہے جن کو عبادت کچھ  
کیا جاتا ہے۔ مثلاً بلاد شریف وغیرہ۔

اس میں مولانا نے تفصیل سے جائز و مکروہ کا ذکر کرتے ہوئے رسومات کی  
الفاظ متون کو پیش کیا ہے جو اصلاح امت کے لیے ایک انتہائی مفید و نام نہایت ہوا  
ہے کہ اس تصنیف سے بھی اذان ہر ملکہ کو حقیقت میں وہ حکیم الامت تھے  
اور ملت کی ہر خرابی کو دور کرنے کے لیے ہر موضوع پر نظم بٹھایا۔

تفسیر بیان القرآن

مولانا شریعتی متافردی کی جملہ تصانیف میں جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار پچاس  
ہے جن میں تفسیر طبری تمام تصانیف جماعتی ہیں اس میں تفسیر بیان القرآن بڑے جلدوں پر  
مشتمل نہایت اہم اور امتیازی حیثیت کی حامل ایک علمی تصنیف ہے جس کا شمار بلند ترین  
اور دو تصانیف میں صوب اول کی تصانیف میں ہوتا ہے۔

تفسیر کے آغاز سے پہلے ایک فطریہ لکھ کر لکھا ہے جس میں اس تفسیر کے کھنے  
مفروضات کو اور وجوہات کو ظاہر کیا ہے۔

ترجمہ: نبی کے مام مذاق کی وجہ سے بہت سے قرآن کے تراجم اور تفسیر لکھے  
گئے ہیں، لیکن ان کا مقصد تجارت ہی ہوتا تھا، جس کی وجہ سے بہت سے معانی  
حکایت قواعد سنسنری بھی شامل ہوتے ان میں عربی کی درک تمام کی کوشش کے لیے مولانا  
نے مختلف رسائل و جرائد اصلاح، اہمیر، وغیرہ نام سے تحریر کیے مگر وہ نامی رہے۔ ان وجوہات  
کی علامت دوسری ضرورتوں کی تحت بھی مولانا نے یہ تحریر کی جس کی خصوصیات کا اندازہ خود  
ان کے خطبہ میں ہوتا ہے۔

لے اصلاح عروج مغرب





۱۔ اسی دور کا ایک اور ترجمہ ہم پارہ کا شاعر مراد شرافتگار کا تفسیر کا ہے جس کی تائید مستطیع سے ملتی ہے۔ اس ترجمے کو اردو تراجم میں تاریخی ترتیب کے لحاظ سے اولیت کا شرف حاصل ہے۔ جس کے بارے میں جانور تراجم قرآنی کے مؤلف سید محبوب رضوی نے بھی لکھا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق محمد بن کعبہ اور مراد شرافتگار کا اہل آب کا ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ شاہ عالم کے بعد کے تراجم میں مراد شرافتگار نے جو پیرہم قرآن شریف جو گنگا اور گنگا آبادی کا ہے جس کی تائید مستطیع سے ملتی ہے۔

۳۔ ایک اور ترجمہ۔ قریش ویم کو ان کلام میں قرآن کا جان گل کرشت کی سرچش میں اور مولیٰ امانت شریف اور مولیٰ حسنی، مولیٰ فضل الی، حافظ فوٹلی و فوٹلی کلام میں پائیکس کو پہنچا یہ معجزات علامہ قریش ویم کو ان کے ترجمہ میں تھے۔ اس علمی شے کے کاتب اور تفسیر بھی ہیں۔ اس ترجمے کی قدامت کو تہ اس سے چلتا ہے کہ شاعر طبعاً کے ترجمے کے یہ سوال پھر شروع ہو اس ایک سال میں نکل گیا۔ اس دور کا یہی ایک مکمل ترجمہ ہے جو ان کی علمی سرمت میں موجود ہے اس کی اور شاہ صاحب کی زبان کو موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ اس موازنہ کے نتیجہ میں شاہ صاحب کی تنہا محنت اور مقبولیت کا اندازہ موجود دور کے محقق اور مفتدین کو خوب اچھی طرح ہو ہے۔ ان قدیم تراجم کے بعد درمیان میں اور بہت سے تراجم ملنے ہیں ان کا ذکر اب طرست کے خوف سے محدود ہے اب اس دور مولانا خاں کی سے لے کر چند شہر تفسیر و تراجم کا مقرر ذکر اور کر رہی ہیں ان کا ایک مختصر نقشہ سامنے کیا جائے۔

۴۔ سید سید کے ترجمہ تفسیر کا دور بھی اس لیے اہم ہے کہ اس دور نے دنیاویوں کے مخالفانہ طرز بیان اور قرآن کریم کے مقابلہ میں اپنے مذہبی عقائد و عقائد کی برتری پیش کرنے کے جواب میں ایسے ہی تفسیر و ترجمہ کی کوشش کی جس کا جواب اور ان کے غلط بیانات کی رد ہو سکے۔ ان کی تفسیر تفسیر القرآن کی سات طبعیں شکر پارہ میں مل گزرتی ہیں شریف شائع ہوئی (۱۲۹۵ھ) ۱۲۹۵ھ سید ناصر الدین محمد اور

۵۔ مفتی ابیان کے نام سے ۱۲۹۵ھ میں سرستیا احمد آباد کی تفسیر کو تفسیر بازار قرار دیتے ہوئے اس کا رد حضرت الطایف دہلی سے شائع کیا۔ اسی طرح مراد آباد سے طبع گلزار حوری سے ۱۳۰۵ھ میں مولیٰ تفسیر بھگوانی طبع مراد آباد سے سرستیا احمد آباد کی تفسیر کا ۱۲۰۰ھ میں مولیٰ تفسیر بن خال بنیر طر فی القرآن کے نام سے کیا۔

۶۔ اس کے علاوہ تفسیر خفان یا فتح المائن کے نام سے مولانا عبدالحق دہلوی خفان نے تفسیر قرآن و شہر بلوں میں لکھی۔ اس کا مقدمہ بہت تفصیلی ہے۔ ۱۰ ابیان بنی آدم خفان کے نام سے دلی پرچک پرپس سے شائع ہوا۔

۷۔ فاب صدیق من تاس میں قرآن کی تفسیر ہے، جو طبع معیہ عام اگرچہ شائع ہوئی۔

۸۔ مولانا ابراہیم آزاد (غلام علی الدین) کی تفسیر القرآن کے نام سے دہلی، حیدر آباد پرپس سے پہلی طبع ۱۳۰۵ھ میں شائع ہوئی، جو سورہ فاتحہ تا سورہ انفاس نام ہے اور طبع دوم سورہ الاحزاب سے تا سورہ مؤمنون تک حیدر آباد پرپس سے ۱۳۰۳ھ میں طبع ہوئی۔

۹۔ تفسیر مہاب الرحمن سید ابراہیل نے تفسیر بلوں میں لکھی جو کشتوں کشتہ پیا سے شائع ہوئی۔

۱۰۔ جات تفسیر کے نام سے طباطبائی خاں مولیٰ تفسیر کسی جو طبع نکالی کا پیرہ سے شائع ہوئی۔

۱۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر تفسیر القرآن ۱۳۵۱ھ کتب تفسیر ناسیت لاہور سے شائع ہوئی شروع ہو کر طبع بلوں میں مختلف پرپس کے زیر شائع ہو چکی ہے۔

۱۲۔ سارن القرآن کے نام سے مفتی مفتی نے تفسیر بعض شروں کی جس کا طرز بیان مولانا شرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کی روشنی میں اختیار کیا بلکہ سمجھنا چاہیے کہ تفسیر بیان القرآن کے طرز پر آسان زبان میں تفسیر مفتی صاحب نے کسی کی کو مفتی مفتی صاحب مولانا ستاری نے غلط فہم سے اس لیے ان کا رنگ ملتا ہے۔

فرق کو ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں بھی تفسیر و ترجمہ پر کام ہوا ہے اس طرح مکمل اور منتقل تراجم و تفسیر کی تعداد کو اس کے قریب ہوتا ہے جس سے اُردو تفسیر پر غور کرنے والوں کی نظر اُتر کریم سے دلچسپی و محبت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ اطمینان دیتا ہے کہ یہ بیش بہا وغیرہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مشکل راہ ثابت ہوگا۔ اب اس مختصر تذکرہ کے ساتھ ہی تفسیر بیان القرآن جلد ۱۱۷ شریف علی سقاؤنی کی تفسیر کا ایک تارث جوا یک ظاہری اور سرسری نظر میں ہو سکے چلی خدمت ہے۔

مولانا شریف علی سقاؤنی حکیم اہلسنت کی تفسیر بیان القرآن کے دو ایضین شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا پہلا ایضین ۱۳۳۸ھ میں تفسیر بیان القرآن کے نام سے شائع ہوا اور دوسرا اوّلین مکمل بیان القرآن کے نام سے ۲۰ نومبر ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔ ایک کی وجہ سے مولانا نے خود تکرار فرمایا ہے کہ:

”اتنے طویل دور کے بعد بھی متاثر ہوں کہ بعد خود مولانا ۱۳۱۲ھ اور ان کے احباب نے اس کا مطالعہ از اوّل تا آخر کیا۔ اس نظر ثانی کے نتیجہ میں بعض مقامات قابلِ ترمیم و اضافہ ہوئے اور بطور سابق حواشی وغیرہ کی طرزِ تفسیر میں بعض مقامات قابلِ ترمیم و اضافہ معلوم ہوئے اور بطور سابق میں حواشی وغیرہ کی طرزِ تفسیر میں بعض مقامات کے خلاف ترمیم کر دی گئی تھی۔ جو مجھ کو، پسند تھی۔ بنامِ طبعیت یہ نہ چاہتا تھا کہ یہ تفسیر ترمیم و اضافہ اس طرز پر جس پر میں نے اصل مسودہ لکھا سطح ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری یہ تمنا بھی اس طرح پوری ہوئی کہ میرے ہر روزہ و ہر روزوار ساری شہیدِ سلاطین و اشرفِ اطالیہ سقاہتِ جہوں نے اس طرح اس کی جانتا کا تشکر کیا اور قابلِ ترمیم و اضافہ مقامات میں ترمیم و اضافہ کرنے کی وجہ سے درخواست کی میں نے اس درخواست کو خوش منظر کر لیا اور نظر ثانی اس طرح کی کہ مولیٰ

عبدالحکیم سرگشتی اہل تفسیر کے ان مقامات کو میرے سامنے پیش کرنے لگے۔ ان میں غور کر کے میں نے تفسیر میں جو مناسب ترمیم کر دی۔ دورانِ تفتا کا ایک مضمون حضرت دہلوی سے جو ترجیح از ارجح کے مسئلہ میں شائع ہو چکا ہے اور میں اہل علم نے متعدد مقامات کے حلقے کچھ حواشی بطور ملاحظہ کی کہ کر بیش کیس اب ان کو ملاحظہ میں داخل کر دیا گیا۔ اور مہینوں سے امتیاز کے لیے ان کے اُردو میں شخصی کا، فائدہ اُگھایا گیا ہے۔ یہ تفسیر کے لیے میرے مولانا دور رس ہے جو قرآن کے حلقے سے اس مرتبہ اس کے ساتھ شایں کیے گئے ایک سالوں کے ملکوں میں اس کی سالوں کے مسائل پر نیا ت قرآن سے نمونہ مستطابا استعمال کیا گیا ہے تفسیر کے اضافہ پر مدح کیا گیا ہے اور دوسرا دورہ شایں میں قرآن مجید کو منبہ کیا گیا ہے۔ اس سال کا جس ترمیموں میں بطور حلقہ اس کا تفسیر کیا گیا ہے اس کو بطور حلقہ آخر میں مدح کر دیا گیا ہے۔ جو کتاب تفسیر کجراشہ مجیدہ و جود مکمل ہو چکی ہے اس لیے اس کا نام بھی مکمل بیان القرآن ہے جو تکرار ہوں گے۔

اشرف علی دہلوی شریف  
۱۳۵۲ھ

مولانا سقاؤنی کی مستند و الاثر تفسیر سے بات واضح ہو چالی ہے کہ مولانا سقاؤنی نے ایک طویل دور کے بعد بیان القرآن کے دو ایضین میں نظر ثانی کے بعد کچھ ترمیم و اضافہ کیے اور قرآن کے حلقے اپنی دیگر کتابیات کو اس میں شایں کیا اور اس کا نام بیان القرآن سے مکمل بیان القرآن تجویز کیا جس سے درحقیقت ہمیں احساس اور اندازہ ہوتا ہے کہ بلا سغیر مولانا کی گہری فکر نظر میں ملاحظہ نے خدا کی سزا کر دہ تفسیر کی خدمت پر

۱۔ مقدمہ سخن بیان القرآن، بلا اوّل و آخر، ۲۔ جلد اوّلین سنِ جاہلیت ۱۳۵۲ھ، طبع دار تحفہ القرآن، دہلی۔



تفسیر ہی طریقت کا کرنا پڑا، اور اس طرح جیشہ علوم اسلامیہ کے ہر مہمان پرزاد کی خدمت کے کاما کے چا تلک شایانہ کی اس عظیم خدمت کا ذخیرہ دوسروں کے کام آتا رہے گا۔

تفسیر کچھ کی ضرورت اور مقصد یہ سرکار کے ذاتی مفاد و غرت کا غائبہ نہیں بلکہ تفسیر کے بل کی تصانیف کا یہود و نصاریٰ کا لالچہ سرا ہے موجود تھا، لیکن جس دور کی ضرورت اور احباب کے اعزاز کے تحت تفسیر کی خدمت ان کو اس لیے انجام دینے کی ضرورت نہیں تھی کہ اس دور میں ترجمہ قرآن کا عام ذوق پیدا ہو رہا تھا۔ لیکن سبھارت کی فرض کے ساتھ اس میں بے متابی کے ایسے پیلوٹ پیدا کئے کہ قرآن کریم کی وضاحت میں دانستہ یا نادانستہ تباہ و تباہی کے نطرات متعین ہو رہے تھے جس کی بنا پر ایسے مسلمان طبقوں کو نقصان پہنچ رہا تھا جو ایسے عام ذہن کے لوگ تھے جو کلی طور پر ترجمہ و تفسیر کے ان مطالب پر غور و فکر کیے بغیر احماد کرتے تھے۔ اس نقصان کو روکنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم کر ملاج کی فرض سے متذکرہ کیا لیکن یہ تصدیق پرانہ ہو سکا اور مسلمانوں نے قرآن کریم کا ایسے منہر ترجمہ و تفسیر کی ضرورت کو محسوس کیا جو نقصان دہ ظلم سے بے نیاز کروے اور مسلمانوں کو قرآن کے صحیح ترجمہ و تفسیر سمجھنے میں مدد دے سکے۔ اگرچہ مولانا کے خیال میں تقدیر کے منکلی ہر بہترین ترجمے موجود تھے لیکن جیسے شاہ عبدالقادر فیض الدین دہلوی فرماتے ہیں کہ دوگز راہ اور زبان و بیان کی تبدیلیوں کی وجہ سے از سر نو بیان القرآن کے کام سے ترجمہ و تفسیر کی خدمت انجام دی۔ اس کے باوجود بھی انھوں نے اپنی اس تفسیر کو حروف آذکار کا ذوق دینے ہوئے یہی تحریر کر دیا کہ ہر مسلمان اس کی ملاحظہ کر سکتے ہیں، مگر مولانا متافوقاً عدد و سبب متبادلاً اور نظم و ضبط کے تحت اس کی تحریر میں بھی متبادلاً اور نظم و ضبط کا احساس ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا وجود مولانا کے ذہن و زبان و دین کی اپنی تفسیر کی مہارت دینا اپنی تفسیر کو کسی غای سے خالی نہ سمجھنا اس کے وسیع النظر اور عظیم مقصد سے اجازت ملتا ہے۔ اس منہر سے تفاوت اور ناقص رائے کے بعد مولانا متافوقاً فی تفسیر بیان القرآن کا ناگوار چیل کر رہی ہیں، تفسیر بیان القرآن کا ترجمہ ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے، ہر جلد کا

۱۳۳۸ھ۔ ۱۳۳۹ھ میں عظیم مرتبائی رہی ہے۔ تقریباً سو سو چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کا ایک جلد کا مصنفات سے اوپر اور میں سے ایک سو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہاں تک بیان القرآن جدید الاثرین بھی باقاعدہ محسوس میں تقسیم ہے۔ ہر جلد تقریباً ۱۵۰۰ پڑوس پر مشتمل ہے۔ مصنفات کی تعداد ہر جلد کی طبعاً ایک جلد ہے جو متعدد جلدوں پر ہے:

طبدات اول	۸۶	صفحات
دوسری	۸۴	۵
تیسری	۱۳۶	۵
چوتھی	۱۵۶	۵
پانچویں	۱۳۳	۵
شیشی	۱۳۳	۵
ساتویں	۱۰۸	۵
آٹھویں	۱۳۶	۵
نویں	۱۳۲	۵
دہم	۱۱۰	۵
گیارہویں	۱۳۲	۵
بارہویں	۱۳۲	۵

کل تعداد صفحات ۱۷۶۶

ان مصنفات میں دو سب سے کماتاس ہیں مولانا کو ششہ مصنفات میں ذکر کیا گیا ہے۔ تسبیح الامین میں تفسیر کچھ کی تاریخ تفسیر ہی میں مولانا نے یہ تحریر کی ہے۔ اور اس طرح ہے کہ ادریت اول ۱۳۳۸ھ میں اس تفسیر کے کچھ کما ول شد شروع ہوا۔ پہلی جلد چھ ماہ بعد کچھ کے بعد دوسرے روز بیان میں مکمل گیا۔ پھر اہم عمر ۱۳۳۳ھ کے وسط میں شروع

ہی اور آخری جلد ۱۱ شعبان ۱۲۳۳ھ میں ختم ہوئی۔ اس کا پہلا ناشرین اس طرح  
۱۲۳۳ھ میں شائع ہوا۔

تفسیر بیان القرآن کی ترتیب و تدوین کا نقشہ خود مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی کے حوالوں کے  
ساتھ پیش کیا ہے۔ اس لیے امید ہے کہ انشاء اللہ صحیح اور قابل اطمینان ثابت ہوگا۔

## تفسیر بیان القرآن کے قبل کی چند تفاسیر کا تحقیق جائزہ

### خصوصیاً و تحقیقاً تفسیر سید احمد خان

سرسید کی مذکورہ خدمات میں ان کی تفسیر قرآن کی خدمت بہت اہم ہے۔ اس زمانے  
کے حالات میں سرسید کے غرض اور نیک نیتی کا تحت ان کا نام کارنامہ اور کتب میں دعوت  
و تاجیل و فرسوش ہے بلکہ جو چیز دہنوں کے لیے جو اسلام کے اصولوں پر تنقیدی نگاہ ہی نہیں بلکہ  
نفس کے بے لوث کش کر رہے ہیں عقل و دماغ سے بھر پور جواب کی اہمیت رکھتا ہے۔

شفارہ کے قدر کے بعد جب ہندوستان کے تمام اسلامی کتب خانے تباہ و برباد  
ہو گئے اور اس موقع پر عیسائی مفکون، مسلمان بھی تارکی مستند دعوات کو اپنی تصنیفات  
کے ذریعہ قدر و طور پر پیش کرنے لگے جیسا کہ اوپر بیان ہے۔

اپنی مصنفت "دعوت فتنہ" میں کیا جو جلد بدلتی میں چھپ کر ہندوستان، ان ترسیل  
ہے جہن ہو گئے اور انھوں نے ان افواہات کو قبول و رد و توجہ دینے کے لیے کچھ  
کھینچے کا راہ کیا۔ مگر خدا کی وجہ سے ہندوستان کے کتب خانوں پر چھند آیا یہ سچا اس کی  
وجہ سے یہی ہم تصانیف کے لیے مواد کی فراہمی کی شکل و طرز تھا لیکن جب مقصد کی  
پہل کی دھم و دھمک ہوئی ہے تو ہر شخص "سناں ہر جانی ہے۔ لہذا سرسید کے ساتھ ایسا ہی  
ہوا۔ اسٹورس نے مضامین کے مواد کو حاصل کرنے کے لیے کتب خانوں کا سفر کیا اور ان کے آفس کے  
کتب خانے کے آفس میں پیش یوزر کی لاٹریری سے کچھ مواد بھی کیا۔ فرس و درجہ سے  
ہر کتاب اور پرنٹڈ مٹریکس اور گورنمنٹ پرنٹنگ پریس کے کتب خانوں میں درگاہ تہمت میں لایا

وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ اور تم میں ایک جماعت ایسی جزا مروجی ہے کہ فخر کی طرف بلایا کرے اور نیک

کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روک کریں اور ایسے

لوگ پورے کامیاب ہوں گے

تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی

مصر سال ۱۲۸۸ھ جلد ۲، ص ۱۵

میں نے غصہ کیا اور شب و روز کی لگاتار محنت کے ساتھ بارہوں میں مثلِ قطراتِ احمدیہ کے نام سے اپنی کتاب کی کاپیاں لے کر ایک قابلِ مگرز سے انگریزی میں ترقیم کرنے کے بعد  
پیرس، لندن سے شائع کروا کر

مکتب کے معارف کے لیے سرسید نے دو پر فرج کیا جو ان کو قدر کے گناہ کی تلقین اور ان کا چلچلا اور فطرت اور قدر میں جو استعجاب و حیرت تھی ستاس کے مادی و کمال بہت مادی و پیدہ کر کے سرسید کو ملا جس سے سمجھنے میں ان کی زبان میں کمال کی کتابیں کتابیں، پہلے کی تشریح اور دوسرے خواہش کی کتابیں طریقیں، دلائل و ہوا کی کتابیں جو یہ ہیں کہ خلاف کھلی تھی عقیدہ وہ کہ یہ سنا نہیں، ایک انگریزی جاننے والے کو توخا اور پر رکھا جو ان کتابوں کے فردی عقائد کے ترجمے سمجھنا سمجھنا اور کتب احادیث و تفسیر و فروع سے سند ہی پر ہم تک لکھے ایک مادی راں کو مادی نے پر رکھا اور بائبل کے مصلح جو مادی عقائد اور احادیث و فروع باذریں سے حاصل ہوئی اس کو مقدس مقدس اور توختوں میں بائبل کے سرسید نے اس مادی فطرت کے اور ان کی کمال ہے کہ کتب پر نظر رکھتے ہوئے جن کتابوں اور خطبات کا سامنا کیا وہ بہت تعمیل سے کتب پر تحریر ہوئی، لیکن ان کے اس قدر معارف کی لگن کا دوش و غم کو ناز کہیں کہیں خدا کی تحریروں سے ہر تپا ہے جو اس وقت نے انگریز سے مولیٰ سید مہدی لال خاں کے نام فطرت میں کہیں۔

”ان دونوں خدا قدوسہ دل کو شہزاد ہے۔“

وہم صاحب کتب و کتب خانہ، اس نے دو کلاڑیاں پہنے، اس کی ہاتھیں اور مچھلیاں دیکھ کر ان کباب چڑھ گیا۔ ہمیں ارادہ کر لیا ہے کہ حضرت علیؑ سے علیہ السلام کی وصیت پر جیسا کہ پہلے ارادہ تھا کباب کھدی جائے اور

اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں خیرہ بیویک مانگنے کے لائق  
ہو جاؤں تو کس سے؟

ہر قسم مفسرین سے قرن کرم کی تفسیر و ترجمہ کی خدمت نزلے کے حالات اور تاحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی ممکن وقت کے ساتھ ساتھ حالات اور خیالات پر سفر چلتے ہیں۔ خصوصاً اس دور میں جب کہ یورپ کے اتر سے لوگوں نے ہر قسم کو عقل و دانش کی جستجو میں پہنچنا شروع کر دیا تھا مذہب کے اصول اور قوانین کا ماسطہ اس دور میں ذرا نراکت کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن مذہب کے قوانین پر کچھ مامور تھے۔ ہم ان کو زیادہ سے زیادہ دلاک اور غور و فکر کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ میں کچھ دستاویز پیدا کی جاسکتی ہیں لیکن ان کو بالکل نہیں جاسکتا۔ سرسید غلامی ہندو کے پیش نظر تفسیر فیض کی ضرورت محسوس کی۔

ان خصوصیات کے اعتبار سے سرسید کی تفسیر دیگر تفسیر کے مفاد میں امتیازی حیثیت کی حامل ہے اور چند دیگر وجوہات کی وجہ سے جو مذہب جوڑ لے ہی ہندوستان کی اردو تفسیر میں اس کا خاص مقام ہے۔

[illegible]





ط نہیں کیے جاسکے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کی تفسیر کے لیے جن اہل علم اور شوالہ کا تعلق آدابِ قرآن میں شامل ہوتا ہے ان کو بھی سرسید نے نظر انداز کیا ہے۔ مثلاً انھوں نے قرآن کی تفسیر کا دیا جس پر نو صفحہ پرچس ہے نیز ہم اللہ کے مشرور کیا ہے جب کہ قرآنِ حرم مضرب نے اپنے تراجم و تفسیر کا آغاز کرتے ہوئے خدا کے نام سے اس کی ابتدا کو مقدم رکھا ہے۔

دوسرے اس میں قرآن کے کسی پارے کا دوسرے پارے کے ختم کرنے میں کوئی تیار نہیں رکھا جس سے یہ اندازہ ہو جائے کہ قرآن کا پارہ ختم یا شروع ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لکھ لکھی کوئی نشان ضروری نہیں لکھا۔

جیس کہ ”تفہیم البیان“ میں ایک جگہ ایسی سلسلہ میں تحریر ہے:  
 ”نہرائی قرآن کے ترجموں کے مطابق اس تفسیر میں تمام صورتوں اور ترجموں کے خشک و تیروں کا خیال رکھ دیا ہے۔ جیسے (۱۴۲) (۲۸۳) وغیرہ“

ان چند گزیروں کی بالخصوص ان کی نشاندہی کے بعد جب خاص طور سے ان کے ترجمے یا تفسیر کو ضمن معقول قرآن اور حقائق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اندازہ ہو جائے کہ جو غلطیاں ان سے سرزد ہوتی ہیں وہ عام کے لیے غلط فہمی کا باعث بن سکتی ہیں خصوصاً ایسے مسلمان طبقے پر جو شخصیت کے آثار کے تحت اس مذہبی مسئلے میں بھی سرسید کی بات پر ایمان کا نام ضروری خیال کرنا ہے۔ کچھ وجوہ سے جو مختلف مواقع پر حقائق و حقائق کے ذریعہ ان پر اعتراضات اور تنقید ہوتی رہی ہے لیکن اعتراضات اور تنقید کے دلائل کو اس کا کبھی اندازہ ہونا چاہیے کہ ان کا مقصد تفسیر تھمت وقت ان مسلمانوں کا پیش نظر ہو جو خدا و رسول و منصبہ و آخرت پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ایک واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے جس کا ذکر

۱۔ شیخ ابیان مصلوہ، مسند اہل النعمہ، کوالا قلم، شمسید دم آقا و لا تبریک علی کفرہ

کیا جائے گا۔ جو شخصیت سے ان غیر مسلم افراد اور ایسے لوگوں کے لیے جو جوہر بات کو عقل کی کسوٹی پر رکھتے اور جاننا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی ترجمہ صرف اس طبقے کی نظر سے نہیں گذرنا چاہیے کہ جو پیش نظر۔ کہ اگر کسی عالم ہو کہ ان علم حضرت ملا کر تھے۔ اس کو بڑے سے اور خود فکر کرتے ہیں۔

گذاشتہ اوراق میں تفسیر کے صرف ان چند پہلوؤں کا مختصر سے چند مثالوں کے عیب روشنی ڈالی ہے جہاں وہ حقیقت پسندی میں عداوت الہی سے بڑھ کر قرآن کریم کے جس معقول تفسیر ہے۔ بقرآن اور تہذیب معاصر کے تفسیری اصول سے ہٹ گئے ہیں جس کی وجہ سے اسلام کے بہن مفاد کو طبعاً پہنچتی ہے۔ وہ اباب قرآن کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔

### سرسید کے تفسیر کتب کی ضرورت و اہمیت

تفسیر کتب سے سرسید کا مقصد ہم گزیرہ تھا کہ اس کے معانی عام طور پر اہل اسلام کے نظر سے گذریں اس کا اندازہ ذیل کے ایک فقرے سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب جو خود عالم تھے سرسید کے پاس آئے اور ان کا مقصد سرسید کی تفسیر کا مطالعہ تھا۔ سرسید نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو خدا کی وحدانیت اور حق تعالیٰ کے ربانیت پر کتنا یقین ہے؟ انھوں نے کہا اللہ کا شہر ہے جس میں سب باتوں پر یقین رکھتا ہوں۔ تو سرسید نے جواب دیا میری تفسیر آپ کے لیے نہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مذکورہ بالا حقائق پر یقین نہیں رکھتے یا ان میں متزلزل ہیں۔ اسی طرح سرسید نے اپنی تفسیر کے لیے ایک جگہ بھی لکھا۔

”گزرا ناخن کہ ضرورت ہے کہ کبر و کبر کرتی تو ہمیں بھی اپنے خیالات کا اظہار نہ کرنا کہ کلمہ کرا سے ایک وجہ کے معذرت میں بند کر دیا جائے اور کلمہ چکا کر







عہد و فہماک کی صورت میں قیام ثابت کرنا یا اس کی وضاحت کرنا ضروری تھا۔  
 یہ مفسرین نے بھی کچھ ایسی باتوں کے حالات پر بہت تفصیل کے ساتھ  
 جو صرف شکوک و شبہات سے خالی نہ ہوں اور مسلمانوں کے ایک خاص طبقے کے لیے  
 قابل اطمینان ہو سکتے ہیں لیکن یہاں پر اس کے لیے حد تک جہنیاں کرتے ہیں یا  
 مسلمانوں کے اس طبقے کے لیے جو عربی مصنفین کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور ان کو  
 سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں قابل اعتماد نہیں ہوتا۔

قرآن کریم میں بعض قصص کے لیے بھی عربی روایتیں ہیں لیکن وہ تقریباً  
 ایسا ہی کہیں کہیں سرسید نے ان قصوں کی تحقیقات میں حتیٰ الامکان کوشش  
 کی ہے اور ان قصوں کی تفصیل پیش کی ہے لیکن قصہ و تقریب میں کچھ ناگفتگوئی  
 کو نظر انداز کرنا لازم تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں قصے قصے  
 بیان کیے گئے ہیں کوئی ایسا نہیں جو عرب اور اس کے قریب و جوار میں مشہور نہ ہو بلکہ  
 یہ راستہ قابل اور قرین قیاس نہیں کہ ایسے ایسی ایک ایک روایت کا قصہ جس کے  
 حالات نہ صرف عرب بلکہ کرمانی کی قومیں ناواقف تھیں اس کتاب میں بیان کیا جائے  
 جو عرب کے تہذیب کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہو۔

بعض مفسرین نے سکندر روئی کو ۱۷۰ تقریباً قرار دیا ہے لیکن اس قسم کے نظریات  
 قصیر میں سرسید کے قول سے زیادہ محدود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قصہ کی تصریح  
 تمام جزئیات کو نہ کہ صرف درجہ ذیل تحقیقات پر مبنی کیا گیا ہو اور اگرچہ اس قصہ کی وضاحت  
 مستقرہ کے بھی خلاف نہ ہو۔

### دوسری خصوصیت

سرسید کی تفسیر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے زمانے کے مفسرین جو ادب

مسلمانوں کے مسائل و مناقبات پر کرتے ہیں وہ مسک جو اسلام کے ہم اور بنیادی مسائل  
 میں بھیجے ج۔ جہاد و روزہ، طلاق، حُرمت، ربا، حراج، بہشت اور دوزخ وغیرہ  
 ان تمام مسائل پر سرسید نے نئی تفسیر دی بہت وضاحت اور مثال سے بہت کچھ  
 اور مناسب طریقوں سے وقت کے تناظر میں سمجھوتہ کی صورت میں شکوک و شبہات کو رفع کرنے  
 کی کوشش کی ہے۔ جس کی نظیر دیکھ کر تفسیر میں کم کمی ہے۔  
 منتظر اور خالص تحریر ہے۔

(۱) مثال سے دیا۔ جہاد کے مسئلہ پر سرسید کی تفسیر سے قبل دیگر تصانیف میں بھی بحث  
 کر چکے تھے مگر ان میں جب اس مسئلہ کی تشریح کی تو ان تمام عقائد کی  
 جڑیں کاٹ دیں جو کوئی تفسیر یا تفسیر پر اسلام کو مہیا نہیں ملے معلوم کرنے کا  
 ذریعہ نہ رکھتا تھا۔

سرو قدح کی ابتدائی بات کی تفسیر میں سرسید نے ایک تقریر لکھی ہے جس میں  
 شریعت کے قیام کرنے کا حکم ہے اور اس کا کچھ حصہ مختصراً یہاں تحریر ہے۔

”اکثر لوگ اسلام پر عمل کرتے ہیں اور جو کچھ ان کا عقائد کے مطابق ہے وہ ان کے  
 ایمان میں مضبوطی دیتا ہے اور ان کے مذہب کی سہولت کے خلاف ہیں۔ ایک بڑی قسمی اور انہیں ہے۔ بلکہ ان کے خلاف  
 کے احکامات نہایت نگی اور انصاف پر مبنی تھے لیکن باقتدار و حکمت  
 نے ان کو استعمال کیا دیتے تھے غرضیاتی خواہشات کے تحت کی  
 اور وحشی دعووں سے باز رکھا گیا اور علمائے اسلام نے ان کی تائید  
 کے لیے ایسے ایسے مسئلے بیان کیے جو اسلام کی روحانی تکی کے  
 برخلاف تھے۔“

”اسلام میں عفو و مہربانی جو بجا میں اور ان پر رحمت و لطف ہے

اور اسلئے میں چلا لینے کی بجائے غلط مزید ارتقا کے اجازت دی ہے کہا  
یہ قانون دنیا کے پیدا کرنے والے کے قانون قدرت کے مناسب نہیں  
ہے۔ انھیں چغتنگو عمرہ سے عمدہ تر ہو سکتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ  
عمل کرنے والی بات کوئی ہے جو یہی جاسکتی ہو اور اس پر عمل کیا  
جاسکتا ہو؟

انجیل میں جو دنیا میں سب سے زیادہ اخلاق و ترقی کے بڑا ذکر اور دینی ہے  
اور میں میں ہے کہ اگر کوئی ایک سال پہلے اپنے گھر سے تو دوسرا لاکھ میل دور ہے۔ یہ سب  
اخلاق کے خیال سے بہت عمدہ ہے مگر اس زمانے کے لوگوں نے اس پر زیادہ سے  
زیادہ عمل کیا اور دنیا اگر اس پر عمل کرے گی سب گتے تو دنیا میں امن کیجیہ نہ سکتا ہے۔ یہ  
اخلاق اور صرف خیال غرضی حاصل کرتے ہیں۔

عیسائی مذہب کی بنیاد ایسی تھی اور اخلاق پر قائم تھی کہ ایک ضمیمہ نام ناسکی  
نمود مذہب نے بے تعالیٰ خوں ریزی کی شائیں دکھائیں کیوں کہ قانون قدرت کے  
قانون اصول قائم کیے گئے تھے۔

اسلام میں جو غرض ہے وہ یہی ہے کہ اس کے تمام قانون فطرت انسانی کے مطابق  
اور اس کے قوانین ہیں۔ رحم و مہربانی ہے۔ انسانی کی جگہ دوائی ہے۔ ساری کی جگہ ساری ہے  
تعلیمات اسلامی میں صل و مساوات کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اسلام خدا و دعا اور  
خدا و بد و مت کے اجازت نہیں دیتا۔ انسان دینے والے کی اطاعت اور احسان مندی  
کی چیز ہے۔ عرفت و معرفت میں تو اسلئے انسان کے اجازت دی گئی ہے۔ ایک  
جو جب مخالف قوانین اسلام سے جب مکمل عداوت رکھیں اور اسلام کو مسدود کرنے  
کی غرض سے مقابلے کے لیے آئیں۔ دوسرے جب کہ اس ملک یا قوم میں مسلمانوں کو  
فرائض مذہبی کے ادا کرنے کی اجازت نہ ہو ان کی جان و مال محفوظ نہ رکھے۔ مگر صرف

اس لیے کہ بطور رحمت و رحمت ہے جس میں اور ان پر اس لیے ظلم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں تو  
سبھی ان کو کھانا اسلئے ان کے اجازت نہیں دی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ظلم برداشت  
کریں یا بھگت کریں۔

اس جو لوگ خود مختار ہیں اور بطور رحمت کے نہیں ہیں اور دوسرے ملک کے  
باستندہ ان سے ظلم مسلمانوں کو پہلے سے کوئی برکت اسلام کی وجہ سے ظلم ہوتا ہے ان  
ان کے لیے امن اور مذہبی آزادی ماحول کرنے کو کھانا اسلئے ان کے اجازت دی ہے لیکن عداوت  
دین کے مفصلہ کے دینا کسی مفصلہ کے لیے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔  
اس جنگ کا نام اسلام نے جو رکھا ہے اور میں پر روحانی ثواب کا وعدہ ہے  
اور یہ لڑائی ہرگز ناقصاتی و ظلم پر مبنی نہیں ہے اور ان اخلاق کے خلاف ہے اور مذکور  
قدرت اور فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

آغا جنگ کے بعد ہر ایک کی دوست ہو گئی ہے۔ ثابہت قہری، بہادری، شہادت  
کا پتہ اسی جنگ کی جان چڑھا ہے۔ مگر یہ عیسائیوں نے اس جنگ کو ان یوں کے مفہوم  
کو خوں ریزی اور خون خوار سے منسوب کیا ہے یہ ان کا قصہ ہے اسلام کا اصول  
یہ ہے۔

مسیح نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں مسند چار و سے تعلق اجمالی بیان کیا ہے مگر  
افعال اور سورۃ توبہ کی تفسیر میں اس بحث کو سترہ سے اہتمام سے اٹھایا ہے  
باصطلاح کی جتنی جلد نصرت کے قریب اس مسئلہ کی تحقیق پر پہنچے ہے۔  
مثال دے۔ عداوت جہاد کے مزاج کے مسند پر بھی مسند نے تفسیر سے بحث کی  
ہے جو تقریباً بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا مال نے اس کا خلاصہ اور باب باب لکھا ہے۔  
اور مزاج کے واقعہ کو عقل و دلائل کے ساتھ پیش کر کے کی کوشش کی ہے۔

تیسری خصوصیت

سرسید کی تفسیر کی تیسری خصوصیت پر مولانا مال نے روشنی ڈالی ہے اس طرح

کو اس تفسیر میں وقت یہ تفسیر کے متبادل میں روایات کی طوط بجز ضرورت بہت کم ہوتا  
کھایا گیا ہے جب کہ وقت یہ تفسیر متبعین اسلام کے مطابق کے مطابق ہوتا ہے مستند اور  
موضوع و شریف حدیثوں اور مسندوں کے تفسیر سے پرہیز۔

### چوتھی خصوصیت

سرسید کی تفسیر کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس تفسیر میں وقت یہ تفسیر میں کی تفسیر  
کی آیتوں کے متعلق تمام اقوال متضاد نقل کر کے اظہار میں کہ نہ کو شش تفسیر کیا بلکہ جو قول  
راجح معلوم ہوا صرف اس کو ذکر کیا۔ اور باقی درج ۱۲ اقوال کا اہل ذکر نہیں کیا۔ اور اگر  
کہیں کی تو اس قول کی کمزوری اور ضعف بیان کر دیا۔ آج کل ایسی تفسیریں جن میں  
قرآن کے کئی مآخذ نہیں کیے جاتے اور بہت سے اقوال احکامات نقل کیے جاتے ہیں  
معنی لوگوں کے دل میں خلل و شک و شبہات پیدا کرتے ہیں خصوصاً موجودہ دہائیوں کے  
بڑے جرح و تہلیل کی قید سے آزاد ہیں، مفسر کے تجربی کے خلاف کہ جاتے دوسرے  
خلل و شک و شبہات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس وقت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ تفسیر میں  
متعدد اقوال اور اختلاف رائے بیان کر کے ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور قرآن کے معنی  
دستین کیے جائیں۔

### پانچویں خصوصیت

پانچویں خصوصیت مولانا حالی نے بھی اپنی تصنیف حیات جاوید میں بہت درست  
ملاحظہ فرمائی ہے کہ مولانا حالی کے دور سرسید کی پہلی اور عظیم کوشش ان غیبات  
کو دور کرنے کی ہے جو علوم جدیدہ کی تعلیم سے قرآن مجید کے معنی متعین کی نسبت  
لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتے ہیں، اس تفسیر کے ذریعہ ان کو دور کرنے کی کوشش  
کی ہے۔ اس سلسلے میں حریف طبعیت اختیار کی ہے اس کا پرچار پرانہ اور خزان  
کی تفسیر کے مطابق ہے جو کہ ہم جدیدہ کے اعتراضات کی رو کی گئی ہے اور

بہت سے مفسرین کے مسلک اور طریقہ سے بہت کراہت کیا انداز بنایا ہے۔ ہر ایک آیت  
کے معنی ایک خاص اپنے اصول کے مطابق بیان کیے ہیں اس لیے یہ ناممکن تھا کہ مفسر  
بیان میں خوشی میں اور کو باہیاں نہ ہوتیں، لیکن ان مایوس کی وجہ سے ہم تفسیر کی مجموعی  
خوبی اور سرسید کی کوششوں کو زائل نہیں کیا جاسکتا، ان صفات کا عین تقاضا یہ ہے کہ  
آخر تمام تفسیر میں ایک ہی آیت کے معنی بھی اسلوب قرآن و در صواب عربیت کے مطابق بھی  
بیان کیے گئے ہوں جن کی دوسرے کوئی اعتراض جو تفسیر میں پروردگار ہے اور  
یعنی طور پر مدح ہے، ہر اور اس سے قبل مفسرین نے اس طریقہ میں اس پر توجہ نہ دی  
ہر اور ان پر روشنی ڈال۔ اس مفسر کی غلطی کا متروک ہوتے ہوئے جاتے تفسیر کر  
چاہیے کہ اس مفسر نے جو کچھ کہا اس کا بہت شغل میں وہوں کو مطمئن کر دیتا ہے۔ اس روشی میں  
سرسید کی اس محنت کو غفلت اور ایک نئی کو ان عمارت سے بھی تسلیم کیا ہے جن کو سرسید  
کی تفسیر میں مفسرین کا بخوبی اندازہ تھا، اگر اس کا تعلق قرآن کریم کی نزاکت اور باطن  
ہے نہ ہوں، در اس کی جگہ سرسید کی در عزمان سے مذہب اسلام کے دوسرے مفسرین  
پر پیش کرتے تو یقیناً اس کا اسلام کا ایسا پھول ہوتا، جس کی مثال ملنی مشکل ہوتی، اور یہ  
بھی ان کی اس عظیم خدمت کا فیض یعنی حاس و متعین میں اس مفسر کی جڑی ہے کہ دنیا  
کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں سرسید کی گنجین در گھا کا سچل نہ نکلا ہو۔

## مولانا ابوالکلام آزاد کے ترجمان القرآن کا مختصر جائزہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شخصیت علم و ادب کا ایسا عظیم خزانہ تھی جس کی خلقت کا اعتراف ایسے دانشوروں کے کیا جو خدائی نعت سے فاضل، ادیب اور محقق وقت تھے۔ مولانا کی علمی سیاسی خدمات کی دست بہت طویل ہے۔ یہاں ان کا ترجمان القرآن کی مشہور تصنیف ترجمان القرآن کی روشنی میں مبینہ ہے۔

مولانا خاندانی شمار سے، ایسے مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو علوم و فنیہ حدیث و قرآن سے وابستہ تھے۔ اس لیے اپنی استعداد کے علاوہ علوم ان کو ورثہ میں ملے تھے۔ خود فطری طور پر مولانا بچپن ہی سے ہی بہت زمین اور آسمانی راغ کے ایک ستارے۔ قدرت نے ان کو دین و دنیا دونوں کے فہم کی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ ان کے اجداد میں کئی جلال الدین کا نام آتا ہے جو ظاہری باطنی کلمات سے آگاہ تھے۔ مولانا آزادؒ کے والد مولانا عبدالرحمن کی ذات دوسروں کے بے دخل و تقریر تصنیف و تالیف اور روحانی فیوض پر کثرت کا ایک بڑا سرچشمہ تھی۔

علوم دینیہ سے غلامی نہایت کے معاملہ مولانا آزادؒ کا مزاج معنی تعلیمی و دنیا طلبہ تحقیقی، ادبی، انداز و ماحول تھا۔ ان کا وسیع مطالعہ اور علمی ذوق و ترقی ان کی تحریر میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ علمی جست و خیزوں کے لیے انھوں نے تحقیق و جستجو کے جن مشکل مراحل کو طے کیا ہے، اس کا تجلہ انھوں نے اپنی کتاب "تذکرہ انجمانی" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

"میرادلنگوں کا اضطراب سے گزر رہا تھا اور میں داتس برہان و یقین کے لیے تلاش نہ تھا جالہ

اسطے مال کی طرح ان کے کاغذ اور ذہانت کا یہ عالم تھا کہ اپنے والد کے مرید حاجی مصطفیٰ الدین کو قرآن کریم کی آیت "مَنْ خَذَ مَوْسَىٰ ذِيكَانَ" کی تفسیر کے سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ان کے کو دل پر برسانے کی تسخیر کو ایک گھنٹے تک سنا۔ بچپن کے اس دور سے مولانا کی تفسیر قرآن سے شغف اور گہری دلچسپی اور ملائیم کا اندازہ ہوتا ہے۔ اپنی تفسیر "ترجمان القرآن" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"کامل مشن تائیس برس سے قرآن میرے شب و روز کے فکر و نظر

کا موضوع بن گیا۔ ایک ایک جگہ پر ایک ایک مقام ایک ایک بیت، ایک ایک لفظ پر میرے

دل و زبان کی یہ وہ جگہیں پر چڑھ گئے ہیں۔ وہ سیر و گزیر کا مطالعہ و مطالعہ و تخریر و تخریر

ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا ایک بڑا حصہ میری نظر سے گزر چکا ہے اور

علوم قرآن کے مباحث و مقالات و اقوال و احسن، ایسا نہیں جس کی

طرف سے ذہن نے توجہ اور مہنت نہ کیا ہو۔

اس تمام عمر کی جستجو طلب کے بعد قرآن کو میرا کچھ اور بڑا محرم

ہو جس میں نے اس کتاب کے سکھوں پر پیچیدہ ہے۔

مولانا نے ترجمان قرآن کے سلا کو رستہ والوں کے لیے خصوصیت سے ترجمان قرآن کی خصوصیت کی طرف توجہ دلائی ہے جس پر ان کی گہری نظر ہے۔ خاص کے طور پر قرآن کریم کا ترجمہ و اس کا اسلوب ہے۔ اس انداز بیان و اسلوب میں روحانیت و فہمیت

و گہرائی کے سلا کو کرنے والے کے سامنے قرآن کریم کے حقائق و رموز اسرار کو بے نقاب کرنا باقی ہے۔

۱۔ "ان کی کتاب مولانا آزادؒ کے بارے میں مولانا آزادؒ کے تذکرہ نگار مولانا آزادؒ ۲۵۵

۲۔ دیباچہ ترجمان القرآن، جلد ۱، ص ۶

مولانا دیا حبیب میں ہی دوسری جگہ کہتے ہیں:

”تفسیر کی ایک سطر پر سے بس مفرکہ بعض حالات میں پورے مقالے کے قائم مقام ہے، اکثر مقامات پر ایسا ہوا ہے نہ صرف وساحت کا ہوا ایک و فقرات میں کہیں، ستائس ٹوک ظلم پر پہنچا تو یک سطر پر ایک جگہ پر کر دیا۔“

مولانا کے نزدیک تفسیر کی غلطی سے کہ کیا اور اعتقاد کیا ہے جو دلی پرست کے سامنے شانِ خداوندی کے جلال و عظمت کا نچرا کر رہا ہے۔ مثلاً قرآنِ کریم کی چند آیات کو ترجمہ اس طرح ہے:

”سے گرد و جن و انس ہمیں دن پر تجھیں تاکہ تم جوئی کر سوں وہ آج اعزاز کر رہے ہو کہ ہمارے پاس ہمارے پیسہ جو تم ہی میں سے تھے نہیں آئے تھے، ہو کہ آیتیں تمہیں نہیں سنائی تھیں، اور آج کے دن تجھیں پیش آیا ہے انہیں ڈرایا تھا۔“ وہ عرض کریں گے ہم اپنے اوپر آپ کو دیکھ دیتے ہیں کہ بلاشبہ آئے تھے اور اسٹول نے ہمیں سب کچھ بتایا تھا پر ہم نے ان کا کہا تھا، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی نے ہمیں وسیع میں ڈال دیا تھا۔ اب وہ خود ہی اپنے غلط گواہوں کے ساتھ شہرِ جہنم سے اٹھ کر گئے دالے تھے۔ آیتیں یہ جو خبروں کا ظہور اور دعوت حق کا لان اسی سے ہوا کہ ہمارے پروردگار کا یہ دھوکہ ہمیں خود ہمارے انسانی سبب سے ہوا کہ کدے اور دہاں کے رچنے والے دہاویوں سے۔ بے خبریوں اور قانونِ الہی کی وہ سے سب کے الگ الگ درجے ہیں ان کے کاموں کے مطابق اور

انہیں درجوں کے مطابق ترجیح پیش آئے ہیں اور جیسے کچھ ان کے کام ہیں۔ مثلاً پروردگار ان سے غرض نہیں ہے۔

مولانا آزاد کے مندرجہ بالا ترجمہ سے ترجمہ کی وضاحت و بلاغت کے علاوہ قرآن کا درست سبب طریقہ سے کہنے کی ضرورت تھی ہے کہ مولانا سے پہلے کی دستِ کتب تفسیر و ترجمہ منسلک انداز میں ہوتے تھے۔ چہرہ کے فقرات ان پر اس قدر گہرے تھے کہ بقول مولانا آزاد: ”بعض صورتوں میں نو ذروں کی اتنی جہیں حج ہو گئی تھیں کہ ایک کے ساتھ ایک ساتھ چلے جاؤ گے کیا جانتے تھے؟“

دریں سببوں کے قصص و روایات اور اسرائیلی قصور نے ہمارے یہاں کی سبب تفسیروں کی قدر گہاں و عجیب رکھ کر ان کا جھٹکا شکل مستحضر اور عام میں کو مستند سمجھنے لگے جس کے نتیجے میں قرآن کا صحیح اور اس طریقہ استعمال پیچیدہ گہروں میں گر سا جو گیا اور قرآنِ کریم کے ال و براہین کی تمام صداقتیں مٹ گئیں اور بناوٹ کی اندر ہو گئیں۔ مولانا آزاد کے خیال میں قرآنِ کریم کی حسیہ کے لیے ادب کا صحیح ذوق ہی درست برعورت بطریق ہے، مولانا خود کہ اس دور سے گزر رہے تھے جن کے سامنے تدریس رہا ہی بھی تھیں۔ دوسری طوفانِ عہدِ جدید کے تقاضے بھی، ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے تفسیرِ قرآن میں ایسی سہ دہی، فضا کر کے لے پڑی کہ کشش کی جہاں اپنے اساطیر کی منادات بھی لفظِ اعجاز نہ ہو اور عہدِ جدید کے تقاضے بھی۔

مولانا آزاد عقل و ادرش دونوں کے قائل تھے اور دونوں پر ان کی گہری نظر تھی۔ بڑوں و برائین، وحیران کی ذات و درخاؤں، دو تہذیبوں اور دو دھرم کے فرقوں کے درمیان ایک نقطہ وصل تھی۔

درحقیقت مولانا آزاد ان علماء میں سے تھے جو اپنے اسلاف کے لیے باعث فخر  
 تھے اور انے دلی شہوں کے لیے ایک ایسے عالم تھے جن کے نقوش پر مل کر دین و دنیا  
 کی راہوں کو پہچاننے کی اور سمجھنے میں نئی شکل کی مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ ان کے  
 بارے میں تحریر ہے:

”ان کے اندر ایسی قیسمت تھی کہ وہ دلت نمانی، شاہ ولی اللہ، ابن تیم  
 شمس، اسرار سرفرائی، عبدالعزیز اندلسی کی مدوح کے ساتھ  
 جمال الدین افغان اور عبدالباقی جلالی اور پیر مریدیت شفیقوں کی  
 پرستش تیاں موجود تھیں۔“

اور قبول برائے ہلال ہندو:

”وہ ان قاصدوں کی یاد دلاتے تھے جو انقلاب فرانس سے کچھ دور  
 پہلے موجود تھے۔“

مولانا آزاد کو تب و سنت کی روشنی میں اسلام کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنا چاہیے  
 تھے اور جیسا شاہ ولی اللہ، حضرت ایک کا بھی، اصل مقصد تھا۔

مولانا کے نزدیک قرآن کا سہارا لا کر اپنا اصل عمل و فکر کی دعوت ہے حقیقت  
 کہ پہنچنے کے لیے انسان خدا کی دی ہوئی عقل و بصیرت سے کام لے گا کہ اسلام کی بنیادی  
 حقیقت اس کے ذہن و دل میں اترا جائے اور پھر وہ محسوس کرے گا کہ پوری کائنات کے نظام  
 میں ایسی ترتیب اور نظام قائم ہے جو ایک خالق الہی کا مقصد اور وجود اور شہوت پیش  
 کرتا ہے۔ اس طرح غلام پرستی، عقل، تصور اسلام کا عظیم کارنامہ ہے۔

قرآن کو ہم عقل، انسان کے لیے ایسی دلیلیں اور صحت پیش کرتا ہے جو انسان کے  
 وجدان کو بیدار کر کے صحیح شعور دے سکتا ہے۔

قرآن خدا انسان کو فطرت کے ذریعہ حقیقت کا متعرف کر دیتا ہے کہ کونسا مذہب

کچھ کرنے کی طاقت رکھتا ہے مگر فطرت کے خلاف جنگ نہیں کر سکتا۔ ان کا یہ عقیدہ مولانا  
 کو جو چیزیں حقیقی حقیقت سے زیادہ قریب ہوتی ہیں، انہی زیادہ پس اور دل نشین ہیں۔ چنانچہ  
 ہیں اور ایسی دنیاوت اور سلطنت سے پیدا ہوتا ہے۔ منہ لہر سچائی و حقیقت میں سادگی  
 اور دل نشین کا سہارا ہوتا ہے اور دل نشین کی انتہا یہ ہے کہ جب کوئی ایسی بات سامنے آتی ہے  
 جس میں ذہن، اجنبیت و محسوس کرے اور دل میں اتر جائے وہی قبول کرے تو ایسی بات  
 کی صداقت میں شک و شبہ کا گناہ نہیں رہتی۔

مولانا آزاد نے ترجمان القرآن کے آغاز بیان میں اس کا اعادہ رکھا ہے۔ انہوں نے قیام  
 اسرائیل روایات اور یہودی عزائمات کا غبار بالکل صاف دھوا ہے۔ اس لیے سورہ فاتحہ  
 کی تفسیر میں ایک جگہ انھوں نے یہ اظہار کیا ہے:

”ہم نے یہ مطلب اس سادہ طریقے سے بیان کر دیا جو قرآن کے بیان و مطلب  
 کا طبعی ہے۔“

مولانا آزاد کی فکر کسی قدر اعلیٰ اولیٰ طرز اور انفرادی انداز کی حامل ہے ان کی دوسری  
 تصنیفات کتابیات اہللال و فیوض میں جتنی ہے جو اس فصاحت اور دافت اور تاریخی پر  
 اثر انداز ہوئے ہیں۔ یہی انداز فکر تھی ہے۔ مگر وہی مولانا آزاد کو جب ترجمان القرآن میں اپنا  
 طرز تحریر سادہ اور چارواغ اختیار کر لیتے ہیں تو یقین نہیں آسکتا کہ وہی فکر بیکار ہے  
 کیونکہ ترجمان القرآن کا مقصد دوسری قرآن کی عالمگیر تعلیم و اشاعت ہے۔

فالگیر اشاعت کا آغاز بنایا تھا کہ انہی بیان صاف اور واضح ہے اس لیے انھوں  
 نے ایک جگہ یہ تحریر کیا ہے:

”میں نے تجویز کے لیے سورہ بقرہ کا پھر ترجمہ ایک چند روزوں کے لڑا کے

سے ترجمان القرآن، جلد اول تک (تفسیر سورہ فاتحہ) طبع حیدرآباد دکن میں طبعات ۱۳۴۵ھ

سے ترجمان القرآن، جلد اول، ۱۳۴۵ھ

سے ابراہیم ٹکونین ۱۳۴۵ھ

کو وہ جہاد کو کمان کمان میں روانہ کیے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ پھر ہر موقع پر رسالت کر کے جان بچایا۔ جہاں تک مطلب سمجھنے کا تعلق ہے وہ ایک مقام پر پہنچ گیا اور تمام ہمدردوں کے جواب دینا لگا۔ پھر ایک دوسرے شخص پر توجہ کی جس نے بڑی مہربانی سے کھانا چڑھا سلیکا ہے اور اس میں کی اسٹینڈر اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کو آندو کے تعلیمی مسائل پر آسانی چڑھ لیتا ہے۔ یہ تین جگہ تین غلامی فطرت پر لکھا لیکن مطلب سمجھنے میں اسے کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ میں نے وہ الفاظ بدل کر منشیانہ اس، الفاظ رکھ دیئے؟

مولانا آزاد اپنی علمی قابلیت اور ادبی اعتبار پر ادیبوں کے باوجود قرآن کریم کی حست کے لیے بہت سادہ اور حقیقی مفہوم اور سادگی کے خال رہے ان کا نظریہ یہ تھا کہ ہر معشر اپنے عہد کے انفرادیت میں نکھرا ہوا ہوئے کی وجہ سے اپنے نواقی اخراجات کا پورو ساقی پر ڈال دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے حقیقت و سچ پر بدوں کی حسد لی ہوتی ملی جاتی ہے جیسا کہ اسٹون نے امرل طرح تعبیر پر روشنی ڈالتے ہے اسے تحریر کیا ہے:

۱۱۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں سے کر قرآن و اخیرہ تک جس قدر معشر میں پیدا ہوئے ان کا طریق تفکر ایک دہ تکرار سادہ سادگی کی اصل غریبوں کی ہر کچھس کوڑی پہلی سے بہت زیادہ ہر سابق سے بلند تر واقع ہوتی ہے اس سلسلہ میں قدر اور کثرت بڑھتے جاتے ہیں حقیقت زیادہ واضح زیادہ بلند ادما کی قدر کی شکل میں سنوای ہوتی جاتی ہے اور جس قدر نیچے اترتے آتے ہیں حالت برعکس ہوتی جاتی ہے ہر

سیر اسٹون نے اس کا اندازہ لگانے کے لیے مثال کے طور پر ایک مقام سمود بقوہ کی

مولانا آزاد اپنی علمی قابلیت و دولتی انتشار پر انہوں کے باوجود قوتِ کبر کی حسرت کے لیے بہت سادہ اور حقیقی مفہوم اور سامان کے خال رہے ان کا نظریہ یہ تھا کہ ہر معشر اپنے عہد کے اخلاقیات میں گمراہ ہوئے گی وہ جسے اپنے اوقاتِ آخرت کا پروردگار مانی فرما لے دیتا ہے۔ یہی وجہ کہ حقیقت و سچ پر دلوں کی حسرتی ہوتی ملی جاتی ہے۔ جیسے اسطور نے اصل طرحِ تغیر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے:

۱۱۔ اسلام کی ابتدا فی صدیوں سے گزرتو ان اخیرہ تک جس قدر  
مفسرین پیدا ہوئے ان کا طریق تفسیر ایک ایک متنزل سیانہ کی شکل  
برعکس ہو گیا کہ پہلی پہلی سے بہت تراویہ سابقہ سے بلند تر واقع  
ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدر اور کثرت بڑھتے جاتے ہیں حقیقت  
زیادہ وضع زیادہ اصابتی قدرتی شکل میں نمایاں ہوتی جاتی ہے  
اور میں قدر یہیے اترتے آتے ہیں حالت برعکس ہوتی جاتی ہے ہ  
سیر اسفل سے اس کا اعلازہ لگنا کے لیے مثال کے طور پر ایک مقام صمد بقول

سپر اسٹروں نے اس کا اعزاز لگانے کے لیے شمال کے طور پر ایک مقام سجدہ بقوہ

ابتدال آیتوں کا حوالہ دیا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیتوں کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما  
ابن مسعود سے مروی ہے کہ:

۱۱ اَنِ يَنْبَغِيْكَ يَوْمَئِذٍ بِاللَّيْلِ وَالْيَوْمِ الْاَوَّلِ ۝

سے مفصلاً وہ کہاں ایمان ہے اور ذالذینے کونہیں

[illegible]

سچی قاضی اختیار کی ہے۔ لیکن ہمد کے دفتر میں اس برقیاتی نہیں ہوئے

اور عجب عجب دروازہ کھلتا ہے اور اس میں ایک کمرہ ہے جس میں

هٰذِي الْقُرْآنُ كُنْ مَطْلَبُ كُنْ نَشْتِ كُنْ سَمْعُ رَآنِ نِي

تین گروہوں کی تفسیر کر کے جس حقیقت پر زور دیا تھا اس کا ساری غول

اور مرنے وقت اگر کوئی ایسا

اسی طرح نو مسلم اقوام کے قصص و روایات اول دن سے سبدا شروع ہو گئے تھے

یہ اسراہیل کے یسودوں کے قصص و خرافات پر مشتمل متفقین نے جھوٹ

من واقعہ سے کہ ان مقام کے مغربی انحراف دور دور تک راست کر چکے ہوتے ہوئے

سیدنا حضرت علیؓ

وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے۔

اس طرح سولہ افراد کے جہاز پر طیسریں استدارے ہیں، ارثا طیسریں پر مختصر

اسے ہر سال دیوہیات اور اسباب کو ریب وار چودہ ہستہ کیوں کر بیان

بعض اسباب و مؤثرات جو فہم حقیقت میں مانع ہیں

قرآنِ کرم کے مفہوم تفسیر میں مولانا آزادؒ نے دس دہائیوں میں جو قرآنِ کرم کو سمجھنے میں

میں پیش آتی ہیں اس کو دور کرنے اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے کچھ اصول  
پیش کیے ہیں جو سند میں درج ہیں۔

۱۔ قرآن حکیم اپنے روش، اپنے اسلوب، اپنے انداز بیان، اپنے طریق خطاب،  
اپنے طریق، مستندان و فضلاء کی ہر بات میں دینا کے وقتی اور مادی طریقوں کا پابند  
نہیں ہے اور نہ اسے پسند ہونا چاہیے۔ وہ اپنی ہر بات میں اپنا ہی اصل اور فطری طریق  
رکھتا ہے اور وہ یہ بنیادی امتیاز ہے جو انبیاء علیہم السلام کے طریقِ ہدایت کو ظلم و کدت  
کے وقتی طریقوں سے ممتاز کرتا ہے۔

قرآن جب ازل ہوا تو اس کے ظاہریوں کا پہلا گروہ بھی ایسا ہی تھا، جنہوں نے  
وہی اور مادی سانچوں میں اس کا مدنی ہدف مطلقاً اور فطرت کی سیدھی مادی کوئی  
حالت پر قائم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن، جنہیں وہی میں پیدا کیا کہ وہ اپنے شک و شکوک و  
یہ دلوں میں بس گیا، اور اسے قرآن کے قہم و سرشت میں کسی طرح کی بھی دشواری محسوس نہیں  
ہوئی۔ صواب کلام پہلی ترتیب قرآن کی کوئی آیت یا صورت تھے تو اس کی حقیقت کو  
اپنے سمجھتے تھے۔ لیکن صدر اول کا دور بھی ختم نہیں ہوا تھا کہ وہ دایران کے مشن کی  
ہر نیک چلنے لگیں اور علوم و فنون و ضعیفہ خاصہ ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو اس وقت  
کا ذوق بڑھ گیا۔ قرآن کے فطری اصول سے طبیعتیں آشنا ہوئی گئیں، رفتہ رفتہ وہ قوت  
اٹھی کہ قرآن کی ہر بات وقتی اور مادی طریقوں کے سانچوں میں محال ہونے لگی چونکہ ان  
سانچوں میں وہ دخل نہیں مکن تھیں، اس لیے طرح طرح کے الجھاؤ پیدا ہونے لگا اور کچھ  
جس قدر کوششیں سمجھانے کی گئیں اور زیادہ الجھاؤ بڑھتے گئے۔

فطرت سے جب غمہ بڑھا گیا ہے اور وضاحت کا استفادہ طاری ہو جاتا ہے تو  
طبیعتیں اس پر راضی نہیں ہوتیں کہ کسی بات کو اس کی تقدیرِ مادی میں دیکھیں وہ مادی  
ساتھ جن وقت کا تصور کر رہی ہیں مکتیں وہ جب کسی بات کو زندہ و ملمع دکھانا چاہتی  
کوشش کر لے گی کہ زیادہ سے زیادہ وضاحت اور غایت کے پیچ و خم پیدا کر دیں۔ یہی  
ملا قرآن کے ساتھ پیش آیا۔ سلت کی طبیعتیں وقتی طریقوں میں نہیں دخل تھیں اس لیے

وہ قرآن کی سیدھی مادی حقیقت بے ساختہ پہچان لیتے تھے لیکن غفلت کی طبیعتوں پر  
یہ بات شافِ نظر نہ آتی کہ قرآن انہی سیدھی مادی شکل میں نکلا ہو، ان کی وضاحت پسند  
اس پر توغ نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلئے قرآن کی ہر بات کے لیے وضاحت کے واسطے  
تیار کر کے شروع کر دیے اور چونکہ بار بار اس پر راست نہیں آ سکتا تھا اس لیے بعض  
پہچانے، نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقت کی موزونیت بقیہ مذہبی ہر بات ناموزوں اور ناجوئی  
بن کر رہ گئی۔

تفسیر قرآن کا پہلا دور وہ ہے جب علوم اسلامیہ کی تعلیم و کتابت شروع نہیں  
ہوئی تھی دوسرا دور تمدن و کتابت سے شروع ہوتا ہے اور اپنے مختلف عہدوں اور  
طبقات پر مگر آتا ہے۔ یہ محسوس کرتے ہیں کہ کبھی دوسرا دور شروع ہی ہوا تھا کہ جامع  
قرآن کے لیے بننا شروع ہو گیا لیکن اس کا نتیجہ اسے بزرگ فلسفہ و علوم کی ترویج و اشاعت  
کا آخری زمانہ ہے۔ یہی زمانہ ہے جب امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر لکھی اور پوری کوشش  
کی کہ قرآن کا سراپا اس معنوی برس وضاحت میں سر تا پا پوشیدہ ہو جائے۔ اگرچہ  
کی نظر اس حقیقت پر پڑتی تھی کہ قرآن کی پوری تفسیر نہیں تو روحانی حقیقتیں بیان ہو سکتی  
بہر حال دور سے وضاحت کے سامنے چھٹے ٹوٹنے بائیں گے قرآن کی حقیقت ابھرنے  
جاسکتی۔ قرآن کا اسلوب بیان کی نسبت لوگوں کو جس قدر شکلیں پیش آئیں معنی اس سے  
کہ وضاحت کا استفادہ طاری ہوا اور فطرت کی طرف باقی نہیں رہی۔ قرآن کے مختلف حصوں  
اور آیتوں کے مناسبات اور رابطہ کے سارے الجھاؤ صرف اس لیے ہی کہ فطرت سے  
غمہ ہو گیا اور وضاحت ہمارے اندر رہی ہوئی ہے۔

قرآن کی زبان کی نسبت بہتر لوگ اس قدر انداز لگایا ہے کہ ہم بعض اس لیے  
بے فطرت کے سمجھنے کی ہم میں استعداد نہیں ہے نہیں رہی۔  
قرآن کی بافت کا مسئلہ بار بار وضاحت کے لیے قدرِ بے گھر ہلے رہا ہے اور  
کے لیے اس قدر دشواریوں پر ہوا ہے مگر اس لیے کہ وضاحت کا خواستہ تازہ بہ تازہ  
اٹھتا میں ہے اور ہم جا چکے ہیں اس سے قرآن کی بافت بھی مٹان کر ہی قرآن کا طریق





تھے۔ یہ ایک چیز کہ ہم کو چاہیے اس کا سب کچھ ہی ہم کو چاہیے۔

ہمیں وہی کہہ سکتے ہیں۔ اور ہمیں چاہیے۔

۱۰۰۔ ماسہ دنیا چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی مصلحتیں ہیں۔ ہر ایک چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی مصلحتیں ہیں۔ ہر ایک چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی مصلحتیں ہیں۔ ہر ایک چاہیے۔

۱۰۱۔ ہر کتاب اور تعلیم کے کچھ مرکزی مقاصد ہوتے ہیں۔ اور اس کی تمام تفصیلات انہی کے گرد گردش کرتی ہیں۔ جب تک یہ چاہیے کہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔

۱۰۲۔ قرآن کی محنت و فکر کے لیے وہ اہم ترین دلائل و دلائل کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔

۱۰۳۔ ہر ایک مصلحت کے لیے وہ اہم ترین دلائل و دلائل کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔

۱۰۴۔ اختیار کلام کا طریق استعمال نہیں ہوتا۔ ہر ایک مصلحت کے لیے وہ اہم ترین دلائل و دلائل کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔

۱۰۵۔ یہ آفت و مصیبت کا طریق استعمال نہیں ہوتا۔ ہر ایک مصلحت کے لیے وہ اہم ترین دلائل و دلائل کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔

۱۰۶۔ اسی قسم کے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک مصلحت کے لیے وہ اہم ترین دلائل و دلائل کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔ چنانچہ ہم کو کئی کئی بات چاہیے۔

کو اسلام کے مفاد و مسائل ان سے اثر پذیر ہوں لیکن وقت کی تاخیر صحت سیاست ہی کے دروازے سے نہیں آئی اس کی نفسیاتی ضرورت کے لئے ضرور دروازہ ہی جب کھل جائے ہوا کسی کے بند کیے بند نہیں ہو سکتے۔ ان کا سنبھالا۔ ملاحظہ فرمائیے مضرنا لکھے جا سکتے تھے اور ملائے حق نے مضرنا کے لیکن داغ مضرنا نہیں رکھے ہائے تھے اور مضرنا نہیں رہے یہاں ضرورت خالص کی ہے لیکن اس کی شاہین تفصیل طلب ہے اور اقتدار کا تقاضا اجازت نہیں دیتا۔

۱۱۱) چوتھی صدی ہجری کے بعد مدینہ، مدینہ، مدینہ کا بہت بڑا دور ختم ہو گیا۔ خیر و خور کے علاوہ حادثہ پرانہ تعلیم کی شاہراہ جو مکی، مدینہ و مدینہ میں تھی۔ یہاں طرح سب سے آیت کی، بہت سے تفسیر کے لیے یہ تمام اسطفا تھا کسی پیشہ کو اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ پھر انہیں بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلا رہتا۔ اگر تفسیری مدنی میں کسی مفسر سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو ضروری ہے کہ وہ مدنی کی تفسیروں تک دو بار بار غلطی در نظر ہو چکی آئے کسی نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ چند کلموں کے لیے غلطی سے الگ ہر تحقیق کرے کہ سالہا کی معیت کیا ہے۔ رفتہ رفتہ تفسیر فوس کی جہتیں ہی بہت ہو گئیں کہ کسی مندرجہ ذیل تفسیر پر حاشیہ چڑھا دینے سے لگے بڑھ گئے۔ یہ اور جاہلین کے حاشیوں کو دیکھ کر ایں بے ہوشے مکان کی میت پوت کر کے مکی میں کس طرح قوت تصنیف دیکھاں گئی ہے۔

۱۱۲) زمانہ کی جلدی نے ہی ہر بدعت کو سہارا دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اخیر میں دوسرے مقلدوں کے لیے ایسی تعلیمیں مقبول ہوئیں جو خدا کے احکام سے یکساں خالی تھیں۔ وقت کا یہ سور تھا اب جو مقلدوں میں جاری رہا۔ ہر جہاز و جہاز پر سوار کو اور سوار پر تفت زان کو ترجیح دینا اسطفا یقیناً اس کے دربار سے جالین ہی دیکھ کر کی سندن کی تھی۔

۱۱۳) مندرجہ ذیل تفسیر کو، ظاہر و کبیر میں شاہک تفسیر ہی مندرجہ احوال موجود ہوں گے وہاں ان کی مقلدوں کو ترجیح دیں گے جو سب سے زیادہ کمزور اور بے عمل ہو گا ہر جہاز

مقلد کریں گے ان سے بہتر احوال موجود ہو گا لیکن اسے نظر انداز کر دیں گے۔

۱۱۴) اشکال و مسائل کا بڑا دروازہ تفسیر الازہ سے مقلدوں میں کے اندیشے سے صاحب و مقلد کی رو میں لڑتی تھیں۔ تفسیر الازہ کو سمجھنے میں لوگوں کو حیرتیں ہوتی ہیں۔ تفسیر الازہ کی ماضیت سے مقصود تھا کہ قرآن کے مطالب میں عقل و بصیرت سے کام نہ لیا جائے اس کی تفسیر کرنے میں عقل و بصیرت کو نظر انداز کیا جائے کیونکہ اگر یہ مطلب ہو تو پھر قرآن کا درس دینا ہی بے سود ہو جائے حالانکہ قرآن کا یہ حال ہے کہ اول سے لے کر آخر تک عقل و فکر کی دعوت دیتا ہے اور ہر جگہ مطالب کرتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر الازہ سے اس مفسر کی تفسیر بکراؤ گے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اس سے مقصود اسی تفسیر ہے جو اس لیے کی جائے کہ ہر کسی کو ان مفسرانی ہوں گے کیا کیا جا رہی ہے اور کس طرح قرآن کو سمجھنا مان کر اس کے مطابق کر دیا جا سکتا ہے۔

مثلاً صاحب باب خدا میں رد کو ضرور ہوتی تو عقلیت مذہب کا یہ پیدا ہو گئے۔ ہر مذہب کے متاخرین نے چاہا اپنے مذہب پر تعویض فرمائیے کہ لوٹو ہمیں وہاں کی سب سے زیادہ تفسیر کو قرآن کیا کہتا ہے بلکہ اس کی تلاش بھی کسی طرح اپنے مذہب کو دکھلا دیں اس طرح کی تفسیر و تفسیر الازہ سے۔

مثلاً مذہب فقہ کے متاخرین میں جب متزہب و فقیہ کے جذبات تیز ہوئے تو اپنے اپنے مسائل کی جہت میں آیات قرآنیہ کو سمجھنا مان کر گئے۔ اس کی کچھ نکتہ عقلی کو نکتہ قرآن کے احکامات سے انطباق میں آتا تو دینی متفق عقل و بصیرت کو ملاحظہ فرمائیے کیا کہتا ہے۔ تمام نزو کششیں بھی کوئی دیکھی طرح قرآن کو اپنے مذہب کے مطابق کر دیتا ہے۔

مثلاً اشکال و مسائل کا یہاں اس سے موضوع خدا و احوال پر قرآن کو دھانے لگا۔ قرآن کا کوئی کلمہ کوئی مفہوم کوئی بیان نہ صرف مفسر ہی سے نہ ہوا یہ تفسیر الازہ سے تھی۔

۱۱۲  
 ۱۔ انسان قرآن کے طریق استعمال کو متعلق جامہ پہنانا یا کہیں آسمان اُکھٹانے  
 منجم کے اعتقاد آگے بڑھنا، نہ علم دہشت کے سائل چکانے تو تقاضا تینا تفسیر اُلا راتے  
 ہے۔

یا مثلاً آج کل ہندوستان کے اور ہر کے بعض دانشوروں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنی کتب و مخطوطات میں مذکورہ حال کے اصول بطور طرق و قرآن سے ثابت کیے جائیں، یا بقول ان کے فلسفہ و سائنس کی اس کبریاہت میں کلمہ درجہ جاسے۔ گو یہ قرآن میں اسی لیے نازل ہوا ہے۔ جو بات توحید کی بنیادوں اور دوسرے کے بغیر کسی ایسی کتاب کی فلسفہ و اغراض کی دریافت کر لے اسے چند صدی پہلے محض اور بجاہل قرون کی طرح دنیا کے کافروں میں کھونک دے اور پھر وہ بھی حدیث تک دنیا کی سمجھ میں نہ آئے۔ یہاں تک کہ سچو دروڑ نے ان کے مغرب و جاہلوں اور تیرہ سو برس پیشہ کے مستعمل و مذہبی، بیشتر بطریق تغیر بھی شکیک و شک و تھیک و تھیک فی الواقع اسے ملے۔

مولاؑ کے ائمہ کا یہ تصور کہ وہ مستند و بالا تفسیر قرآن کے مطلق اصول اور  
وجوہات تفصیل کے ساتھ چارہ سائے اٹانے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کورائے تفسیر کے  
سلسلہ میں اس قدر گہرا اندکاوش ہے اس کا بستان مقدس تہذیب دیا ہے کہ کون کی  
تفسیر کا مطالعہ کرنے والے کا ذہن ان پیچیدگیوں سے دوچار نہ ہو مفسر کے  
مقصد اور مطلب تک پہنچنے کے اور قدی میں بذات خود قرآن کی فہم کی صلاحیت  
پیدا ہو چا سکے کہ وہ براہ راست قرآن کریم کے معانی و مطالب پر اس طرح غور و فکر  
کر سکے کہ جو قرآن کریم کا صحیح مقصد ہے وہ وضاحت سے سامنے آجائے۔ ایسا ہر کہ  
قرآن کو اپنے ذہن و خیالات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے کہ اس میں کلام  
معانی و مطالب نہ پیدا کر دے یا جھٹلا۔

اسی لیے انہوں نے قرآن کریم کی ضرورتوں کو زمین و آسمان پر تقسیم کیا ہے۔ مفصلیہ

تفسير البيان اعد ترجمان القرآن

مست در تفسیر میں اسفہوں نے قرآن مجید کے مقام و دو مطالب پر، مولیٰ بحث کی ۴۱  
اور قرآن کے مطالب بات اور کل طور پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ تفسیر البیان  
جلد مطالعہ کے لیے اور ترجمان القرآن کا مقصد قرآن کی عالم گیر تعلیم و اشاعت  
کے لیے۔

فرض سلاطین کی تفسیر کی اہم خدمت تاریخ تفسیر کا ایک بیش قیمت حصہ ہے جو تفسیر قرآن کی تاریخ میں قائم ہے۔

رَبِّ الْاَنْوَادِنِ اِنَّكَ يَكُنَا اَوْ اَمَّا نَا رَبَّنَا وَلَا جِئَمَلُ عَلَيْنَا  
اِعْرَافَنَا حَمَلْنَا ثَقَلِي الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ مَوَازِينُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا  
ثِقَلَكَ ذِيهِ وَمَعْنَى عَمَّا قُورْئَهُ الْاِحْسَانُ اَنْتَ مَوْلَانَا  
فَاَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ هـ

تو ہر "اے ہمارے سب پروردار گیزہ فرما" کے کلمہ پر جوں جوں ایسا چوک جاتی ہیں۔ اے ہمارے سب پروردار کی نعمت کو گزشتہ جیسے ہی سے پہلے کو لوں کر آپ نے جیسے تھے۔ اے ہمارے سب پروردار پر کوئی ایسا بار نہ دے، ایسے میں کہ ہر بار شہر اور اور نہ گزرتے کیسے ہی سے۔ اور غرض جیسے ہی ہر کوئی اور ہم کیسے ہی آپ بار بار ہمارے مابین کو آپ ہر کوئی اور کوئی اور نہ باریہ کیسے۔

سیدنا ابو جبریل بیان القرآن امرامہ مستحاضاؤں

## تفسیر حقانی

قرآن کریم کی تفسیر، تفسیر حقانی، محمد صادق نقیض الدہلوی کی مشہور تفسیر مکمل ہے۔ اس تفسیر کا مقصد سب سے بہت تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ میں مولانا صاحب نے ان درجات کا بھی ذکر کیا ہے جن کی بنا پر مفسر نے اس تفسیر کو تحریر کیا ہے اس میں حذوان کے الفاظ اس قدر قابل ملاحظہ ہیں:-

"بصاحت و وقت مقدمہ تفسیر حقانی کو جس کی وجہ سے ہزاروں گراہوں کو چریت ہوئی ایک ایسے نئے اسلوب میں لانا چاہا جو اس سے ہی عمدہ ہے اور جس میں صد ائمہ کی مشائخ کا مذاکرہ چلا اس لیے اس کا نام بھی "ایمان فی علوم القرآن" رکھا گیا ہے۔"

اس ضرورت کے علاوہ انھوں نے تفسیر کی ضرورت کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ تفسیر نے دو چیزیں ایک نئی شکل، دوسرا مقل، تفسیر کا دوسرا جرح و جمل بہت شکل ہے لیکن زمانہ کے لحاظ سے اس کی ضرورت بھی ہے۔ مفسر نے مقل جزو میں تفسیر کرتے ہوئے بہت افزا اور قریط سے کام لیا ہے اور میں جگہ بہت ضرورت مقل کو ہی محال ہیں۔ مثال کے طور پر مقلوں نے مفسر کی تفسیر "تفسیر القرآن" پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یاد رہے کہ مقلوں کی تفسیر کے قرآن مجید کو باطل محنت کر دیا ہے، غرق محنت

لے تفسیر حقانی مقدمہ مولانا محمد صادق نقیض الدہلوی، مطبعہ دارالکتاب، پریس۔  
نوٹ: تفسیر حقانی کی تفسیر حقانی انسان کا کچھ نہیں۔

مہزات، تاکہ اور جن دشمنان اور زمانے جنت و عقوبات و وزغ کا مصلحت انکار کیا گیا ہے اور غیر مصلحت کی وحی نزول قرآن کو مہزنا د جہاں بتایا ہے اور وجود آسمان و فطریت امور منصوصہ پر مشتمل کیا ہے۔

الغرض اس قسم کی جماعت دایاں مفسرین نے کی ہیں خدا ان کو صاف کرے۔

آخر یہ قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ نزول قرآن کے بعد سے ہی شروع ہو گیا مقل اور آیت قرآنی کی وہ تشریحات جو مقل مقل نے فرمائیں احادیث کی شکل میں موجود ہیں، کلام انجیلی کی وضاحت کا سب سے پہلا آخر یہ ہے۔ اس کے بعد اس سلسلہ کو جاری اور قائم رکھنے کے لیے خدا نے اپنے بہت سے بندوں کو قرآن کریم کے صحیح معنی اور مطالب سمجھنے کی صلاحیت عطا کی تاکہ دوسروں کو بھی صحیح مفہوم قرآن کا سیدہ آجاسے۔ لیکن ان باتوں کے وجود مفسرین کے پیش نظر آج اس قدر دور کا رہا۔ ہر مفسر نے اپنے دور کے لحاظ سے تفسیر کے ان مسائل کو زیادہ واضح کیا جو ضرورت وقت کا تقاضا سمجھے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ ہر تفسیر دوسری اصل مقصد کو غفلت پر اسے میں بیان کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب تفسیر حقانی (تفسیر فتح القرآن) لکھی گئی، اس وقت دہریہ کا زور و عظمت پسند کی جا رہا تھا۔ مسلمانوں کو اپنے نبیوں کو کفر کے معزل کے لیے ایسے ادواں میں سمیٹا چلا جہاں محاذ غیبات پیدا ہوئے کہ خود نشانات گئے۔ ان غیبات کی وجہ سے مولانا عبدالحق نے مقدمہ تفسیر میں خصوصیت سے مذہب اہلہ کے رد کی طرف توجہ کی۔ اگر مذہب کا مقلوں کے مقابلے میں مذہب اسلام کے مقلوں کی غفلت اور صداقت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی کوشش تفسیر خود اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

ایک تفسیر حقانی تفسیر حقانی، مولانا مولانا

جس کے مطابق ان کی تحقیق کی حدود و قیود اور افادیت کا صحیح اندازہ ملے گا !  
جاسکتا ہے۔

”علا تفسیر کی تربیت مولانا نے اس طرح کی ہے :

”علم تفسیر وہ علم ہے جس میں احوال قرآن میں منجبت الاقوال بیان کیے جاتے ہیں اور بقدر طاقت بشری الفاظ سے جو کچھ خدا کے پاک مزار ہے وہ ظاہر کیا جاتی ہے۔ موضوع اس فن کا قرآن مجید ہے اور فرض اس علم سے معانی اور مطالب قرآن کا جاننا ضروری ہے اور زبان اس کی معنی علم میں آنا ضروری ہے، نحو اور لغت، معانی و بیان نقد و مآثر، حدیث و کلام و جزو علوم شریعہ“

پھر مولانا نے ان علوم کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے بحث کرنا مفسر کو ضروری ہے اور جن کے معلوم ہونے سے قرآن کریم کے مطلب سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے جیسے :

(۱) ناسخ و منسوخ کا صحیح جانتا۔

(۲) شان نزول کے بارے میں صحیح تحقیق کیوں کہ اس میں مفسرین اور مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرین آیت کے لیے ہرگز ایک فقہ نقل کر کے اس کو شان نزول بتلاتے ہیں جو صورت مختلف ہے۔ بلکہ وہ قصص، بنیاد و موضوع نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں بیشتر ایک کتب سے نقل کیے گئے ہیں۔ مہاجر و مہاجرین کی بھی مشنوں و مہجروں کے غریبوں اور ان کے عطا کردہ احکامات کی لیے قصص عربی نقل کیے گئے تھے اس لیے اس مسئلہ پر حدیث و کلام دونوں کی احوال معلوم ہوتے ہیں۔

مولانا عبداللہ کی تفسیر دیکھتے ہیں :

”نزول قرآن سے لغوی بشریہ کی تفسیر اور عقائد و افکار کا مطلقان اور اعمال کا فاسدہ کا لغوی ہے۔ یہ لوگوں میں مختار و افکار کا ایسا جانا اور

اہم مسألت کا پیش آنا آیات احکام کے نزول کا سبب ہے اور لوگوں کا اندازہ جو دنیا کی رحمت سے امید ہونا آیات تذکرہ ایام اللہ والہ کے نزول کا سبب ہے“

مولانا عبداللہ نے تفسیر کے مقصد سے یہ مفسر کے لیے دو چیزوں کے اہتمام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں : اول یہ کہ آیات ہیں ایسے واقعات کی طرف اشارہ ہے جو مشرق و مغرب مختلف مملکتوں سے تھے کہ ہر دور وہاں ان کو معلوم کیے بغیر یہاں مطلب قرآن کا سمجھنا نہیں آتا ہوا ان صورتوں کو مفسر پر ہر بات صحیح بیان کر دینا مناسب ہے۔ دوسرے جہاں شخص عام وغیرہ تعزلات قصص میں ہیں وہاں ان کی تشریح کر دینی چاہئے تاکہ مطلب بھی طرح طرح سمجھ میں آسکے اور جہاں احکام کی آیات ہیں وہاں احکام کو حجت کے ساتھ بیان کیا جائے اور آیات تذکرہ یا امارات و قانع حشر بیان کی صورت بیان کر دینا چاہیے۔

مفسر کے لیے ان امور کے علاوہ (توجہ چیل) کو بھی کبھی کلام میں اپنی افادیت کو دے کر ہر ایک شبہ معلوم ہوتا ہے یا نہ ہو آیات میں استعمال و معلوم ہوتا ہے یا نہ ہو قرآن میں باہر متعلق یا یا یا ہے یا اسناد آیت کے تصور کرتے ہیں۔ مفسر کے ذہن پر آشکار ہوتا ہے یا کسی تفسیر کا فائدہ ہر شہد ہے۔ لہذا جب مفسر ان اشکالات اور شبہات کو حل کر دیتا ہے تو اس کو توجہ بھی ملتی ہے کہ وہاں ایک جہاں ہے اور مفسر کے لیے اس کا جاننا ضروری ہے۔

اس طرح مولانا کی تفسیر کا ان امور کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو ایک طرف اور عقل تفسیر کا بہترین نمونہ تھا ہے کیوں کہ خدا اسطور نے جن اقوال کی طرف توجہ دلائی ہے مفسر میں وہ خود ایک مستقل تصنیف ہے۔ لہذا جس مفسر نے مفسر پر اتنی محنت کی ہوگی اس نے تفسیر کے سلسلے میں جو کوشش اور مشق و کوشش کی ہے وہ یقیناً عمدہ

آوردہ تفسیر میں ایک خاص مقام کی حامل ہے اور دیگر مفسرین کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

### تفسیر "جام التفاسیر"

آوردہ تفسیر میں "نواب محمد قطب الدین خاں صاحب" کی تفسیر "جام التفاسیر" کا نام ان تفسیروں کے ساتھ ہے جسے ہم کبھی تک نہیں دیکھا۔ نواب صاحب نے تفسیر کے مقدمہ میں اس کا سبب بتایا ہے کہ یہ تفسیر جو کہ اس کا مقصد سبب یہ علوم ہوا کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں قرآن کریم کی تفسیر سے دل چسپی اور رغبت کا اظہار ہوتا تھا۔ کیوں کہ اس دور میں علوم اسلامیہ غفلت و شاذ قرآن کریم کی غفلت اور احرام دلوں میں تھا۔ اس لیے اس کا سبب بنایا کہ ان کو اس کے مطلب اور معانی پر رغبت کرنا دین کا اہم جزو سمجھا جاتا تھا۔ تحصیل علم کی بنیاد پر قرآن سے کبھی جاتی تھی اور قرآن کے معانی سمجھنے کے لیے عربی زبان سے واقفیت لازمی تھی اس لیے کئی کئی سال عربی سیکھنے پر محنت کی جاتی تھی، لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، رفتہ رفتہ لوگوں میں دیگر علوم سے دل چسپی پیدا ہونے لگی اور علوم دینی سے تعلق کم ہونے لگا۔ اس غفلت کا جائزہ لینے ہوئے علماء نے وقت بے وقت قرآن کے مباحثہ اور اس کی اہمیت اور مل کو برقرار رکھنے کے لیے دوبارہ تفاسیر اور تراجم پر محنت شروع کر دی۔ مختلف مذاہب میں تراجم ہوئے مگر کسی مفید کے پیش نظر نواب قطب الدین خاں نے یہ تفسیر "جام التفاسیر" کے نام سے لکھی۔ اگر یہ تفسیر کا سلسلہ نواب صاحب سے قبل کے علماء اور بزرگوں کے ذریعہ شروع ہوئے ہو مگر گنہگار سمجھتا ہوں۔ لیکن ہر دور میں یہ سلسلہ روز افزوں تر کرتا رہا۔ ہندوستان میں اس سلسلہ کی بنیاد شاہ ولی اللہ نے ڈالی۔ جنہوں نے خدا کی توسل سے قرآن کے ترجمہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ روز افزوں تر

ہو گیا۔ جام التفاسیر نواب محمد قطب الدین خاں، صاحب تھانہ لاچر، تدریجی حیات، علی گڑھ

۱۲۷۱ھ، مفسر، ۱۲۷۱ھ

کر رہا۔ ان کے ماحول میں علمی ثناء و فخر الدین و شاہ عبدالقادر نے ترقی کا سلسلہ آوردہ میں شروع کیا اور پھر مختلف علماء کے لکھے ہوئے دینی کی باہم خدمت انجام دی، جن میں کچھ مفسرین نے کام کو مکمل تک پہنچایا، کچھ نے ضرورت، حالات، امور محل کے لحاظ سے کچھ مفسرین کے ترجمہ و تفسیر پر ہی اکتفا کیا۔

نواب قطب الدین نے بھی تفسیر کی اس اہم خدمت کو انجام دیا جن کی تفسیر کا مقصد جائزہ و مستعد بنی ہے:

### تفسیر جامع التفاسیر

یہ تفسیر کہ نواب قطب الدین خاں نے مختلف تفاسیر و مباحثہ معجم و مسائل فقہی کے حوالوں کے ساتھ چمکی کر کے کی، کوشش کی، عوام خواص کی فہم کو پیش نظر رکھا اور تفسیر کے مطالب کو جس کی وجہ سے شبہات و اشکالات رفع ہو سکیں امدان کو رخ کرنے کے لیے جگہ جگہ شاہ ولی اللہ کی فتح الرحمن اور معنی القرآن اور تفسیر طحاوی و تفسیر سالم المفسرین اور دیگر علوم اور مذہب و فروع کے حوالوں سے کام لیا ہے۔ اور ہمیں حدیث کی سطور سے کام لیا اس کے اشکالات و درج کر دیے ہیں جیسے شروع سے تا آخر کی تاریخ و اشاعت اور سید جمال الدین وغیرہ۔

اس تفسیر میں تین اشکالات اور عربی ترکیبیں بھی ملاحظہ پر درج ہیں تاکہ ہم کے ذہن میں اگر کوئی شبہ و شک نہ رہے جو جانتے تفسیر کی ان خصوصیات کی بنا پر محسوس ہوتا تھا۔ طبع مسلمانوں کی غماص کو سمجھنا اور شروع کا سہارا تاکہ ایک ہندوستان کی فضا نواب ہوگی جس کی وجہ سے اس وقت یہ کام پورے مکمل کو پہنچ سکے گا۔ اس کتاب میں محمد علی صاحب بریلوی نے مابقی یاد رکھو کہ جب کی خواہش پر جس تفسیر کے چھپوانے میں شریک تھے تفسیر کے مندرجہ احوال کو بہت عرق و رمیزی کے ساتھ ۱۲۷۱ھ میں ہی چھپایا اور تدریج بستم اور تاریخ الاول ۱۲۷۱ھ میں ہی ترتیب دیا۔

یہ تفسیر سورتہ و آراء سے لکھی گئی اور سورہ حجرات کے سبب پارہ تک ختم کر دی گئی

اور مرد و اخلاص سے اس کے آثار کا سبب یکساں ہے کہ جب نظائر حق مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ مولف نے تمام کیا تو کام ہمہ کادر سرور اخلاص تک پہنچا تھا ان کو یہ خیال ہوا کہ ہر سہ سے درس کے موافق تفسیر تالیف ہو جائے اور عالمین کو جس قدر فائدہ پہنچ سکے قیمت ہے۔ مگر اس طرح یہ تفسیر چند مہستان کی آمد تو تفسیر تک اپنے دور کا ایک اہم نمونہ ہے۔

### تفسیر جواب الرحمن

مولانا سید امین علی صاحب نے تفسیر قرآن صاحب الرحمن کے نام سے ایک تفسیر کی جس کو جانتے ایمان کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے آثار سے قبل اس کا نسخہ سحر کر کے اجہا مصنفات پر پیش ہے اس میں انھوں نے قرآن کریم کی عظمت و اہمیت کے ساتھ ہی تفسیر کی اہمیت اور باریکیوں کو مختلف احادیث و روایات قرآنی کا مضمون میں پیش کیا ہے۔

اس مقدمہ میں انھوں نے مقدم مفسرین کے جنابت بیان کیے ہیں امدان میں شیخ ابن جریر الطبرانی کی تفسیر کی تعریف کی، بقائدوان مفسرین کے جنوں نے اسانید کا معیہ التزام کیا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ مختلف تفسیر کے درمیان میرے نزدیک وہاں جی خواں کہ جو شیخ ابن جریر الطبرانی کے بارے میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

”اگر سوال کیا جائے کہ سیرام کوئی تفسیر سہو کہیں تو میں جواب دوں گا کہ تفسیر ابن جریر الطبرانی اللہ تعالیٰ کیوں کو طے مستحبین میں اس امام خودی بھی ہیں سب نے اتفاق کیا ہے کہ اس کے کش کوئی تفسیر تالیف نہیں ہوئی تھی۔“

اس حوالہ کے بعد سید امین علیؒ نے لکھا کہ اسے شیخ جریر ابن الطبرانی کی تفسیر کے بارے

میں جو چیزیں کرتے ہیں اس کا طالعہ یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک دیگر تفسیر میں ہمارے یہاں یہ تفسیر نایاب اور نادر ہے ساتھ ہی تفسیر ابن کثیر کی بھی تعریف میں لکھے ہیں:۔  
”میں نے تفسیر ابن کثیر کو دیکھا ہے کہ اس کا سبب میں نہیں ہے اور اکثر یہ خیال تھا کہ میں ابن کثیر کے اسناد کو مدون کیا ہے ان کا حوالہ خود مالک احمد بن حنبل میں ملتا ہے۔ چنانچہ کشف الخفون میں اس تفسیر کی تعریف مذکور ہے۔“

اس طرح سید امین علیؒ نے غائبی تفسیر کھنچنے سے قبل مر لی کہ اہم تفسیریں عالم تفسیر میں کتب امدانیت صاحب حسن و سراج الخیر وغیرہ سے استفادہ کیا اور ابن کثیر کے اصول اور حکایات کے مسئلہ میں علمائے تحقیق کے ساتھ بحث کیا ہے ان کو چھوڑ دیا ہے کیوں کہ ابن کثیر پر اسناد اور سہرہ و قرآن و سنت کی روشنی میں عامل و زبان کو ترک کرنا ہی بہتر سمجھا۔ البتہ ”سراج الخیر“ کے بعض کسی خاص وجہ سے اس وقت نقل کیے گئے ہیں جب مکمل طور پر ان کی تحقیق و تنقید کر لی گئی۔

اس طرح سید امین علیؒ نے طرز فکر سے اور عبارت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر میں تحقیق و دقت سے کام لیا ہے اور اس کی گئی کی کیا سبب کو کشش کی گمان کے دور کے بعد بھی دینی خدمت کا ایک اہم کام نظر آتا ہے اور آمد تو تفسیر میں یہ تفسیر ایسا اضافہ ہے جو دیگر مفسرین کے حوالوں سے نقل اور اجازت ایمان ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

اس تفسیر کی مختصر خصوصیات میں کہ طرہ خصوصی التزامات کے ساتھ امین علیؒ نے اشارہ کیا ہے ترتیب دار سند سے ذیل ہیں:

۱۔ اصولوں کی تفسیر منقول کے لیے اسانید صحیحہ سے روایات کو تفسیر ابن کثیر سے مالک احمد بن حنبل وغیرہ و کتب حدیث سے لیا ہے اور باسناد اقوال میں کو تفسیر مالک بن



نشان ذکر کرتے ہیں اہلکار نہیں کیا اور اسناد و صنف کر کے صرف احادیثِ صحیحہ پر اکتفا کیا ہے۔

۲۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے قصص قرآن جواب کتاب سے منقول جیسا کہ  
مستند عالم ایشیاع خراسا کو لکھا تھا یا جیسے حرام علیہ صوفیوں میں اگر کسی نے ذکر کیا  
تو صرف نقل کیا اس کے کتبستان کا استعمال نہیں کیا۔

۳۔ تیسرے سیدائیرٹل نے افسانہ کی وحدانیت کے دلائل بیان کیے ہیں مثلاً کہ  
 ﴿قُلْ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی تشریح و تفسیر اس انداز سے کی ہے کہ تو وحدۂ الہی کی شکل  
 وضاحت ہو جائے۔

واللّٰل توحید کی تفسیر میں غلطی اور کھلمیں کھلے عیسے سے ہٹ کر خالص الہی حق و صدق و منطابق عیسے اختیار کیا جو ملت و مملکت میں ثابت ہے۔

مذہب بالانصوریات تفسیر کی روشنی میں پانڈتوں نے نکالا جا سکتا ہے کہ تفسیر مذہب بالانصوریات  
ایرانی صاحب کی کار و خدمت کا عمدہ ذریعہ ہے جو ہم پر بہت اعتبار اور جاہلیت کے دباؤ  
میں یہاں تک کر کے ہے اگر یہ افضلیں سے روشنی ڈالی جا سکتی ہے تو لیکن قتال کی طرف ان کے  
معاذ سے زیادہ طوالت سے بڑھ کر کیا ہے۔ تہذیب اس کے لیے کیا ہے کہ ایک تہذیب اس کے ایک  
جو جاسے کہ اگر کسی کو شوق ہو تو دیکھ کر بہت مشہور تہذیب کے ساتھ اس کا مطالعہ بھی تفصیل  
کر سکتا ہے تحقیق و تنقید کے لیے ایک موضوع فراہم ہو جاسے۔

اُردو تراجم کی روشنی میں تفسیر بیان القرآن  
کی خصوصیات

ترجہ بالا کا مطالعہ کرنا انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر میں اقتدار کے شعلے کی بجائے  
 اور دقیقہ رکھ کر کتاب کی جھلکی اور یہ پیش کش میں اس وقت اقتدار کا متنہ معلوم  
 ہے نہیں لگتا تاہم اس قدر کی زبان کا ترجمہ کرتے وقت تاہم اگر ان میں کوئی سہولت  
 کی کوشش نہ کی جاتی تو آج ہزاروں سال قبل یہ ترجمہ عربی خواہ وہ ستر واغلاطون کے  
 علمی ہتھیار ہوں، یا ابن رشد، بریلی، ابو نعیم خازن کے کارنامے ہوں یہ سب سامانی  
 زبانوں میں جس درجہ کو تھا وہ جانتے لیکن علم دوستوں نے ترجموں کے فائدہ کو مل کے ان  
 دھڑوں کی حکومت کو کام کر دیا۔ انھیں اس حال میں دیکھ کر ہنسا۔

ہندوستان میں دوسرے ہائی کے علاوہ جن اہل سواہیوں کو آجرو میں منتقل کیا گیا  
ان میں ایک بڑی تعداد قرآن کریم کے ترجموں کی ہے۔ اگرچہ اجناس میں اس مفکر اہل  
کتاب کے ترجمہ کو خاص دیکھا گیا، مگر سنت مخالفت کی وجہ سے قرآن کریم کو کسی کی صلی  
زبان عربی ہی میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ مروجہ عربی کی عظمت کے زمانہ  
میں جرمادہ منہائش کی صورت کے مطابق ۱۲۳۵ھ تا ۱۲۴۶ھ تک ابھرا ہے اور اس

۱۔ محمد عبداللہ سنہ ۱۸۷۳ء میں، حضرت امام قسطنطین شریعتی زبانی سے  
ملحق کتاب برقیہ میں افسرہ ۱۹۲۴ء میں طباعت ۔

تک پہنچ گئی تھی، وہاں جب قرآن کا ترجمہ پہلے باربری زبان میں کیا گیا تو علماء نے اس کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اس ترجمہ کا نام و نشان بگاڑ دیا۔

ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی ترجمہ قرآن "فتح الرحمن" نے اردو ترجموں کے لیے پہلا ترسہ اک راہ ہوا۔ لیکن "فتح الرحمن" کو کتبہ مشرقیہ دارالعلوم اسلامیہ پشاور میں موجود ہے اور مستند بادشاہ ہرچک ہے۔ البتہ ایک تیسری ترجمہ فارسی میں شیخ سعدی کا بھی قلم ہے۔ لیکن عام طور سے شاہ ولی اللہ دہلوی کے ترجمہ کو مقبولیت اور شہرت حاصل رہا ہے۔

فارسی کے ان لازم کے درمیان آئندہ ترجمہ قرآن کا سلسلہ بہت جلد ہی سے شروع ہوا اور کثرت ترجمے کیے گئے۔ ان میں سے چند اہم تراجم کی مختصر فہرست ذیل ہے اور خصوصیات کی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مولا استفادہ سے نقل کیے گئے ہیں تاکہ اس کی روشنی میں مولانا استفادہ کی تفسیر ایمان کے آئندہ ترجمہ کی خصوصیات پر روشنی ڈالی جاسکے۔ وہ ان سے نقل کے اردو تراجم کی افادیت کا اندازہ کیا جاسکے۔ لہذا اس سلسلے میں چند دیگر تراجم قرآن کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے کھوتے خالوں کے ساتھ پیش کرتے ہوئے مولانا استفادہ کے ترجمہ اور اس ترجمین کے ترجمہ میں جو فرق ہے ان کی نشاندہی اور ان تراجم کی خصوصیات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ تیسرا اہم اور معروف تراجم میں سب سے پہلا شیخ ولی اللہ دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن کا مترجمہ کا اردو ذیلی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر نے قرآن کریم کا سب سے پہلا ترجمہ پہلی بار کیا۔ شاہ صاحب کا خانقاہی مدرسہ اس وقت مدرسہ شاہ عبدالغنی قائم تھا جو دہلی میں ملائیں مل کے قریب تھا۔ اسے بھی اگلی آگام شہ عبدالغنی زور سہ شاہ عبدالغنی ہے۔ شاہ عبدالقادر نے اپنے لیے صاحبزادے کو منتخب کیا اور میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس سہ میں سید محمد بریلوی قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث مولانا عبدالقادر کے درس میں سنتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے ۱۲۳ سال کی عمر میں آپ کا وصال مسکنہ میں ہوا۔ شاہ صاحب اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالغنی کی سرپرستی میں رہے۔ شاہ فضل الرحمن کی مراد آبادی کے بقول شاہ ولی اللہ کی مایہ اولاد میں فضل میں یکساں تھی۔ ان میں صاحب نسبت صرف شاہ عبدالقادر تھے۔ صاحب نسبت اس کو کہتے ہیں کہ وہ جب بائٹ کا داروہ کر رہے تھے اسے چار فرارے (مخاطبات پر فیض شریف احمد نظامی)

شاہ عبدالقادر کے قرآن کریم کے ترجمے کو جو مقبولیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ابی الہ آباد اب طریقت کے دونوں سرزمینوں کو کہاں قرار دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کے آئندہ ترجمہ ابی کہنے کی وجہ سے ان کے ترجمہ پر کرتے ہیں کہ شاہ صاحب نے قرآن کریم کے الفاظ کی فہم نشیہ عربی زبان کی روایت سے کی ہے اور ان میں ہر لفظ کی تفسیر، اس طرح کی ہے کہ جو کسی صاحب کلام کو حقانی خدا کی مراد ہے اس کی چند مثالیں دیگر تراجم کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قوی کا ترجمہ شاہ صاحب نے قرآن کے متعدد مقامات میں پہنچا ہے اور ہر جگہ لایا ہے لیکن بعض مقامات پر سب سے پہلے لاری یا کہنے کے "ادب بڑا" یا "دور کا آواز" کا ترجمہ کیا ہے۔ آیات میں "ایمان آگیا تو مکہ کے لوگ اٹھ اٹھ آگئے تھے"۔ ہاتھ لگایا کہ "ادب بڑا" یا ہے۔ اور "فَلَمَّا رَأَى الْقُلُوبَ كَاسْتَوْجَدُوا لَدُنْكَ" کا ترجمہ "دلوں کا ادب" ہے۔

ملاحظہ فرمائی کہ ان پر خود روایات کے علاوہ اہم خصوصیات جہاں بھی بعینہ ثابت ہو کر آئے ہیں وہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے خیال میں علیہ السلام اور حضور قدس سرہ کے کلم کے بلند مقامات اور درجات کا احترام و رسالت کا اظہار اور رعایت ہے جبکہ

۱۔ ماسن سورہ فرق، مولانا ظفر حسین صاحب، بریل ولی اللہ، سن ۱۹۰۰ء

۲۔ ت۔ ۱۶ پارہ

۳۔ سورہ الحجہ پارہ ۱۷





جوز کر دیا۔ اور اس نام سے ان کی زندگی میں، وراثت الحکم ۱۳۵۵ء میں طبع ہوا اور اپنی اس فصل میں آج موجود ہے۔

اس کے علاوہ سے افرازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کے ترجمے میں عوام و خواص دونوں کی فہم کی رعایت رکھی ہے۔ اور اس قدر سادہ سہل اور مفہوم طبقہ کی زبان میں تحریر کیا ہے کہ ایک عام کتاب اور قرآن کریم کے ترجمے کا فرق ہی نہیں ہو اور اس قدر عجیب و غریب الفاظ سے مزین کر کے کہ کوئی شخص کی ہے کہ ایک درسیانہ درجہ کا طالب علم نہ سمجھ سکے۔ اللہ جہاں گہری اور حق ملی بحثیں ہیں وہ علم کلام، فقہ، سنی، صوفی، فرائض، جیسے مسائل سے مشفق ہیں ان کی وضاحت کے لیے قدیم معارف کے حوالے دیے ہیں اور اکثر ایسے نکات انھوں نے ماسیحیہ میں عربی زبان میں تحریر کیے ہیں صرف ان علماء کے لیے جو ان کو چھو اور سمجھ سکتے ہوں۔ کیونکہ ان کا مقصد عوام کے لیے ایسے مسائل کے لیے وضاحت کی وضاحت خوان کی تحریر سے اس طرح ہوتی ہے:

"ماسیحیہ کی جہت مراد اس لیے تحریر کی ہے کہ عوام اس کو دیکھنے کی ہوس کی ذکر کریں۔ اور جب زبان سمجھتے اور معانی نہ سمجھتے

بہت پریشان ہوتے۔"

لیکن ترجمے میں انھوں نے عوام کا بھی لحاظ کیا ہے اس کیلئے لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہہ لیے عوام و خاص سب کے کام آئے گا۔"

سوائے اس تاویلی نے، چنانچہ کہ ترجمے میں ان کی مراد کی رعایت کی ہے وہ تشریب دار و مستند صاحب ذہبی ہیں:

۱۔ مستند بلا تفسیر آثار و اقسام دوبارہ مشافحہ ہونے کی ضرورت لگانے تک بیان القرآن کی مدد اور پرستہ درم کی تحریر کی ہے۔

۲۔ مکمل بیان القرآن، طبع اولیٰ ص ۵

۳۔ ایضاً ص ۵

(۱) ترجمہ آسان زبان میں کرنے کی کوشش کی ہے جس سے افغان کی فہم و رعایت کی ہے جیسا کہ شاہ عبدالغفار نے اپنے ترجمے میں کیا ہے۔

(۲) ترجمے میں خاص موارث استعمال نہیں کیے کیونکہ عام لوگوں کے موارث متعین ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کی زبان پسند کی ہے۔

(۳) تفسیر ترجمے کے علاوہ جس معنوں کو بہت ضروری سمجھا اس کی تشریح لفظ (ف) بنا کر کر دی ہے لیکن اس اپنی مشرق کر کے ہیں ان کے فرائض میں اس وجہ سے احتیاط لفظ کی تحریر کرتے ہیں:

"باوجود ان کی رعایت کے کہیں غیر عوام اور علماء کے لیے بہت سے

مقالات میں علماء سے استفسار نہیں ہو سکتا لہذا مناسب جگہ

واجب یہ ہے کہ ایسے فقرات صرف اپنے مطالعہ فہم پر اعتماد کریں

بلکہ حسب ضرورت علماء یا انہیں جس سے اس کو مستفسر ہوا سمجھ کر

پر طرح کریں۔ ورنہ اہل درجہ تنازعہ موزر ہے کہ علماء کے وقت جہاں

وقت پرانہ کی مشقت ہے وہاں خود خود کر کے دیکھیں بلکہ پیش

نشان کر کے علماء سے دو جہات دیکھا کر مل کر لیں بدو ان سے کلام

بلکہ یقین لفظ بھی لکھتے ہیں:

مستند صاحب التاج اہل علموں کے علاوہ چار اور مولانا نے اور تحریر کی ہے جن کا متن ترجمے سے شبہ بلکہ تفسیر سے ہے اس لیے یہاں ان کو ترک کر دیا ہے۔ لیکن انھوں نے

"بے رسالہ" اصلاح ترجمہ و تفسیر میں قرآن کریم کو تفسیر کرنے والے کے لیے ایک جامع

مختصر تفسیر موشرک لکھ کر تشریب دار دیا ہے جس کا عنوان انھوں نے "علامہ تفسیر جامع

شرائط ترجمہ" رکھا ہے۔ لہذا ترجمہ کی ضروریات اور خصوصیات کو متاثر نہ کرتے ہوئے

۱۔ مکمل بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی، طبع اولیٰ ص ۵

۲۔ مولانا تھانوی، اصلاح ترجمہ و تفسیر، مولانا اشرف علی تھانوی، طبع اولیٰ ص ۵

ہم پرانے مفسرین کی کبھی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔

- ۱۔ مولانا تحریر کرتے ہیں کہ: توحسہ کرنے والے کو عربی زبان سے واقف ہونا چاہیے  
اچھی طرح کو عربی سے ترجمہ کر سکے، بلکہ راستہ، کیونکہ توجہوں کے ذریعہ ترجمہ  
کرنے سے اصل معنیوں سے دوری ہوجاتی ہے۔
- ۲۔ دوسرے مفسرین عربی معنی صحت، بے بافت و لغت میں مہارت ہوگا ترجمہ کرنے  
وقت میٹوں کو الفاظ کی ترتیب و ترکیب، اسالیب کلام و دو قافیہ و شطح کی رعایت  
کر سکے، کیونکہ ان کے چھوڑنے اور نہ سمجھنے سے ترجمہ کرنے میں صریح غلطیاں  
ہوجاتی ہیں۔

۳۔ تیسرے الفاظ کے لغوی معنی چھنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ ترجمہ کرنے والے کے لیے اصطلاح  
شرعیہ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اصطلاحی الفاظ کا ترجمہ لغوی معنی میں  
کرنے سے حکم کا مقصد بدل جاتا ہے۔

۴۔ چوتھے علم حدیث کو اساتذہ سے چھنا ہوگا قرآن کریم کا مطلب بیان کرنے  
میں حضور خدا کی شان و علیہ السلام کے ارشاد کردہ اسباب و ترویج میں کوئی اختلاف  
نہیں ہونا چاہیے۔

۵۔ پانچویں مجتہدین کے مذاہب کی مصلحتوں میں ہر ایک کی فضیلت کی تفسیر میں اجماع کی  
مطابقت نہ کرے (قرآن کے فقہی مسائل کے مسئلہ میں اجماع یا امت سے اختلاف نہ ہو  
چھٹا اور آٹھ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اہل سنت کے عقائد کی تفصیلات سے  
بیزاری واقف ہو، علم کلام جانتا ہو تاکہ تفسیر و ترجمہ میں بدعات کے مقابلہ سے  
محفوظ رہے۔

۶۔ ساتویں چیز ترجمہ میں ہونی چاہیے کہ وہ ان مفسرین کے اقوال سے واقف ہو جو  
علم فقہ کی شکل میں مستحکمات رکھتے ہوں اور ان ناسخ و منسوخ زیادت و حذف سے

۷۔ خبر جو جن کو توحسہ و لغت میں تھل کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔

۸۔ انصاری، الاموال اور معارفات کے ان کے اکتفا جانا چاہیے کہ ترجمہ کے ساتھ ساتھ عقل  
اور شریعتی تفسیری بیان میں دلائل پیش کر سکے۔

۹۔ نویں قرآن کریم کے مشکل اور جامع جملوں کے دوائے عقائد کی مشترک اولیٰ تاہن  
کے دور کرنے یا سمجھنے کے بیان میں یا بہم تفسیر یا بہم تفصیل وغیرہ کی صورت میں ترجمہ  
پر قناعت نہ کرے بلکہ حاشیہ میں وضاحت کرتے ہوئے ایسے امور کو صحت  
بیان کرے۔ (اصل عبارت ۱)

۱۰۔ "مراستہ شلو و مجلس تہذیبی مشترک یا مرستہ تفسیری یا بیان شیعہ یا  
تفسیر عجم یا تفصیل میں دین کے اکابر کے لیے صحت ترجمے پر اکتفا نہ کرے  
بلکہ بلکہ شریعت یا حاشیہ کے امور مذکورہ کی توضیح کر دے۔ پہلے  
دعویٰ ضرورت ترجمہ کے لیے یہ ہے کہ قرآن کریم کا جس زبان میں ترجمہ کرنا مقصود  
ہو اس زبان پر چوری قدرت اور حق ہو صحت کلامی، استدلال کو کافی نہ سمجھے بغیر  
قدرت زبان کے قرآن کے الفاظ کا صحیح اور اچھا ترجمہ کرنے کی صلاحیت  
نہیں ہوگی۔

۱۱۔ علمی استعداد کے علاوہ مولانا کی دعا تفسیر مجاہد نے ان ملا معینوں کو بھی ضروری  
سمجھ کر پیش کیا ہے جس میں کائنات ذاتی طریقہ افعال و اعمال سے ہوتا ہے جیسا کہ وہ  
اس اصول میں تحریر کرتے ہیں کہ ترجمہ کمال نیک ہوں، مفاد جامع ہوں،  
تاکہ ترجمہ و تفسیر میں ایسے خیالات نہ لائے ہوں جو بدعت کے نزدیک ہوجائیں  
یا اپنے بیان طبعیت کا ساتھ دیں تاکہ خلاف روافقت، غیرت سے بچا رہے۔

۱۲۔ دوسری غریب اس میں یہ ہو کہ وہ اپنے دور کے قابل اعتبار علماء کی نظر میں غریب ہو  
۱۳۔ ترجمہ کرنے والا زمین پر کمال اختلافی مسائل کو اور اقوال کو کوئی صلاحیت نہ پائے

کہ وجہ سے بھی صحیح طریقے سے پیش کر سکے۔ اور ہر کیوں کا اندازہ کرتے ہوئے مخالفین کے خلوک کو متحمل رہتے ہوئے درگزر کر سکے۔

۱۴۔ ایک امیر ضرورت کا احساس بھی نہ کیا اور قرآن کا توہ قرآن کی آیات کے ساتھ ساتھ کیا جائے، کیونکہ صرف تلازم کے نتائج ہونے سے اصل عبارت کے نکال بہت کا خطرہ ہوتا ہے۔

۱۵۔ منہزم کے مزاج میں بکثرت اور دل نہیں ہوتا یا یہی بنا کہ کسی مقام پر شرع محدود نہ ہونے پر ہمارے ہر چھ اور ان کی خدمت میں ہانے کو غلامی نشان نہ سمجھے اور اپنی کوتاہی معلوم ہونے پر اصلاح کر سکے۔

ان تمام مفروضوں کو ملاحظہ متفاد فی سببیت تاکید سے بیان کیا اور ضروری قرار دیا ہے۔ ترجیحاً تفسیر کرنے والا اگر ان سبب باطل پر کاربند نہ ہوگا تو ضرورت کرنے میں مدد کر سکے کہ وجہ سے کچھ گناہ خطا کا اور جاہل ثابت ہوگا۔ لہذا ان کے نزدیک ان سبب شرع کا اور دوست و دایوں کو ہرگز بہت ضروری ہے۔ در قرآن کا توہ ناقص اور ناممکن ہو سکتا ہے اور مستند جہ بالا پیش کی تفسیر میں لگتی ہیں ان میں سے ہر ایک یا کچھ ناہم وعات کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ تقریباً ان تمام سفسطوں کا پابندی پر ہی ترجمہ و تفسیر کی حکمت پر مشتبہ نہیں کیا جاسکتا۔

خود ملاحظہ آئے۔ اپنے ترجمہ اور تفسیر کی تیاری میں جن کتابوں سے مدد لی ہے ان کے نام خود ان کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق یہ ہیں:

- (۱) تفسیر رضیادی (۲) تفسیر طائین (۳) تفسیر طائی (۴) اتفاق فی علم القرآن (۵) سالام التفسیری (۶) روح الامانی (۷) مالک (۸) تلمذ (۹) تفسیر فتح الانسان (تفسیر طائی) (۱۰) تفسیر ابن کثیر (۱۱) باب النقول (۱۲) در مشور (۱۳) تفسیر کرکشت (۱۴) قاسم۔

میں ترجمہ قرآن کا بھی مطالعہ کیا۔ ان کتب کے علاوہ بہت سے نام ملاحظہ فرمائیں جو نہیں کیے۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر مولانا ثناء اللہ علیہ الرحمۃ ورحمۃ اہل بیت علیہم السلام کی کتاب

جن کے نام بھی ماستیوں میں ملتے ہیں۔ فقہاء امامیہ کی کتابوں میں، جو دونوں مسلک تفریق شریعت، اہل جہم، بخاری شریعت، مستند احمد، مشائخ، امامت علیہ، دوہ کے نام ملتے ہیں، اور مطلق کی کتب میں محدثا احوال قاسم ہے۔ بعضی کتابوں میں اور فقہان شریعت احوال وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

ان مشہور مصروف صحیح کتب کے حوالوں کے ذریعہ مولانا متفاد فی سببیت و تفسیر کی خدمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان تمام کاوشوں کے ساتھ کچھ اور کتابوں کا مطالعہ کرنے کے آسانی سے سمجھنے کے لیے کیا اور کچھ ایسے جن کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے۔

مولانا نے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ ہر صورت کا اور آیت کا اوّل سے آخر تک ربط و تعلق قائم رکھتے ہوئے ترجمہ و تفسیر سے قبل میں مشکل معانی کا بخرواہی میں تفسیر کے طور پر ایک علامہ پیش کر دیا ہے تاکہ آئندہ آئے والے معنوں کے ترجمہ و تفسیر میں دل وقت نہ ہو۔ دوسرے معنوں سے قبل اس کا ایک بیان معنوں کی مناسبت سے عربی کے طور پر لکھ دیا ہے جس کی وجہ سے بہت سی ذہنی پیچیدگیوں کا ساتھ دور ہو جاتی ہیں۔

تیسرے اصطلاحات میں صرف غلطی غلطی سے استدلال کیا ہے اور دوسرے غلطی ضرورت کی بنا پر حوالے کے لیے ملاحظہ میں آ رہے ہیں۔

ان تمام کے علاوہ کئی کچھ اور اصول جو تقریباً جتنے کے قریب ترتیب وار مولانا نے تحریر کیے ہیں ان کا مطلق ترجمہ، سے نہیں بلکہ تفسیر سے زیادہ ہے اس لیے اس معنوں میں ان کی دعامت کے گزرتے ہوئے صرف ان امور کو پیش کر دیا ہے جن کا مطلق ترجمہ سے ہے۔

مولانا متفاد فی سببیت ترجمہ قرآن کے اس جائزے اور تحقیقات کے جملہ درمطرق

سے یہ ملاحظہ متفاد فی سببیت کے محرم و معتمد مولانا کا ہے جو ان کے مہینہ زاد مولوی سید احمد مرحوم نے تفسیر کے مکتبہ خدایا میں سے جتنے وقت مباحثہ کر لیا تھا، جو سید صاحب کی وفات پڑنے کی وجہ سے اس کی تکمیل کی غرضت نہیں آئی۔ اب اس کا مشیہ بان القرآن بطور اہل بیت علیہم السلام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

خانکے قریب سے دو لے کے ساتھ، پھر تراجم کے مضمون میں پیش کیے بارہ پہ ہیا کر ملائے  
ترجمے اور دیگر تراجم میں جو فرق ہے وہ سامنے آئے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہاں ایک مقدمہ اور بعض شاہ مراد اشاعتی  
کے ترجمہ کا ایک نمونہ پیش کریں گے۔ کیونکہ جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ترجمہ  
شاہ عبدالقادرؒ اور فیض الدین وچنگی کے قزول سے بھی زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے  
اور انہوں میں قرن کا بسلا ترجمہ جرنشاہ رش الدین وچنگی سے چند دوسال قبل کی  
جیا ہے۔ لیکن اس کا نسخہ قندریسن بنیر عاکر یہ کتب کیا گیا۔ دوسرے اس نامور  
علم پر سے کا ترجمہ تفسیر ولوی کے نام سے طبع رحیمیہ رویند سے طبع ہو کر حال ہی  
میں آیا ہے

### ترجمہ سرور فاتحہ

۱۔ سب قرین اش کہ ہے جو صاحب بارہ جہان کا ۲۔ نہایت مرحوم

۳۔ مالک انصاف کے دل کا ۴۔ تجھی کو ہم بندگی کریں تجھی سے

مدد ہو ۵۔ ۱۔ چلا ہم کو راہ یدیم ۶۔ ماؤں کی جن پر تون

فضل کیا ۷۔ دین پر فضل ہوا اور نہ بچنے والے بچے

اور یہ فائدہ اس زمان شریف ہم بندن کا ہے ۸۔ دین و حق میں شر صاحب بدلوں

کا زبان سے فرمایا ہے کہ اس طرح ملک کا کریں جن پر تونے فضل کیا ان سے جاہل مرتے

مراد ہیں

نہایت مدقین، دست بہدار و عاشقین ۹۔ اور جن پر شیعہ ہوا من سے یہود

اور گراہوں سے نصاریٰ کافر ہو ۱۰۔

شاہ مراد اشاعتی، تفسیر ولوی، مجمع رحیمیہ رویند

ترجمہ سرور فاتحہ، تفسیر ولوی

### ترجمہ مولانا سخا لونی (سرور فاتحہ)

سب قرین اش کہ کو قاتق ہیں جو کہ ہیں ہر ہر عالم کے۔ جو جڑ ہے ہر ان تھا

رم و اسے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے۔ ہر آپ ہی کی عبادت کرتے

ہیں اور آپ ہی سے درخواستِ امانت کی کرتے ہیں۔ تجا ہیجہ ہم کو

رستہ سیدھا۔ رستہ ان تروں کا جن پر آپ غلام فرمایا ہے

مولانا سخا لونی کے اور شاہ مراد اشاعتی کے ترجموں کا موازنہ کر کے یہاں موازنہ ہوتا

ہے کہ مافوق دیان کے اعتبار سے تو دونوں ترجموں میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے

جب کہ اخیر تصدیق کا وقت کے لحاظ سے برسوں کا فاصلہ ہے۔ البتہ دونوں کی زبان

الغناء میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آیت "انما یخلفک الا ترجمہ شاہ صاحب

نے" صاحب سارہ جہاں "فایا ہے۔ اور مولانا سخا لونی نے مرقی ہیں ہر ہر عالم کے"

کیا ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ اسی سورت میں "تا دینے خیرم الدین نے کا ترجمہ شاہ صاحب

نے کیا ہے "مالک انصاف کے دل کا" اور مولانا سخا لونی کا ترجمہ ہے "مالک ہیں مدد

ہو کے"۔ پھر ایک اور جگہ شاہ صاحب نے اس سورت میں "اتانے نبینہ وایا یحیٰ

سینینہ کا ترجمہ کیا ہے "تجھی کو ہم بندگی کریں تجھی سے مدد چاہیں" مولانا سخا لونی

کا ترجمہ اس طرح ہے "ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست

امانت کی کرتے ہیں"

ان چند قزول کے حقوق کے موازنہ میں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے ترجمے میں

بقول لہن کے عام عبارات سے کچھ ہرے گزالی زبان استعمال کی ہے اس لیے ان کے

ترجمے میں فصاحت، شستگی اور روانی قس ہے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ ابتدائی ترجمہ کے

دور کا ترجمہ ہونے کے باوجود بہت صاف اور آسان ضرور ہے لیکن زبان آج کے دور

سے بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی، طبراول



کی ترقی پذیر آردو کے تقابل میں زیادہ مستعد۔ لیکن، اور صحیح نہیں سلوم ہوتی جہاں مذہب  
مندر جبہ بالا تر حصہ کے تقابل میں اور ترقی، جزاء، انصاف، حد، امانت، بندگی  
عبادت و غیرہ سے جڑے ہوئے۔ اس کے علاوہ مولانا کے ترجمہ میں ایک نقل اور ملاحظہ فرما  
ہے۔ مثلاً دعا میں کہ یہاں تحت نقل کا خیال خصوصی طور پر رکھنے کی وجہ سے جملہ بڑے تحت  
ایک لگ بھگوں کی شکل میں لگتے ہیں۔ مگر یہی طریقہ ہر دوں ترجمہ یعنی جگہ جگہ نہ  
خصوصیات کے حامل ہیں۔ لیکن آج کے اعتبار سے مولانا کے ترجمہ کو زیادہ غور و خیریت اور  
معنویت اس لیے حاصل ہے کہ انھوں نے بہت سے آردو ترجمے جو نہ صرف ہمیں ہماری  
کا احساس کیا کہ اس نے ترجمے میں ہر کارکنے کی کوشش کی جس کو کامیابی حاصل ہوتی اور  
اس سے فائدہ اٹھانے والا ہی علم کو درجہ مل رہا ہے۔

شاہ صاحب کے اور مولانا کے ترجمہ کا موازنہ کے بعد دوسرے قراہیہ  
بائزہ، اسی طرح لیتے ہیں۔ ایک فقرہ چارونڈی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن کا پیش  
ہے۔ تاہم ترجمہ میں نذیر احمد کے ترجمہ کی تحقیق و تصدیق نہایت چرکتے  
ڈی نذیر احمد کے ترجمہ کی خدمت نعمانی برس کی مدت میں انہم وی اس کوشش  
کے ساتھ کوشش اور تحقیق انداز سے بہت کراسان کا موازنہ قرآن میں قرآن کا ترجمہ کیا  
جائے۔ کوشش میں انھوں نے کچھ ایجاد اور ترقیات بھی کیں ہیں جو اردو میں  
ہونے کے کلام الہی کی عظمت، عجز و نشان کے مترادف کے لحاظ سے مناسب اور گراں گزیر  
ہوتے ہیں۔ اگرچہ شہناشاری علی الدین و شاہ عبدالقادر کے زبان آسان اور سہل و سادہ  
ہوتی ہے کیونکہ وہ ترجمے کا طریقہ ہماری زبان کے ہر پہلے آردو ترجمے تھے۔ ان میں آردو زبان کی  
روان بہشتی شکل سلاست کا احساس کم ہوتا ہے نہ جیسا کہ نذیر احمد کے ترجمے کے۔ لیکن  
زیادہ آسان کرنے کی بجائے کوشش قرآن کو روا و اعتدال سے کہیں کہیں  
ہٹا دیا ہے کہ کمالی اور مطالب میں ڈی نذیر احمد سے فرمیں ہوتی ہیں۔ ترجمہ کرنے کی  
وجہ انھوں نے قرآن کریم کے دیباچہ میں تحریر کی ہے کہ ہندوستانی مسلمان جو عربی زبان

کی صرف و نحو کی پیچیدگیوں سے واقف تھے اور علوم اسلامیہ کے علاوہ قرآن کریم جو  
خاص اسلامی نظام حیات کا محقق و مدبر دیکھنے پر عربی زبان میں مستاجر کی وجہ سے  
بہت مستعدی سیکھ کر اس اسلامی اصولوں سے فائدہ اڑانا واقفیت تھی۔ اس لیے انھوں نے  
قرآن کریم کا ترجمہ ایسی زبان میں کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ہندو قرآن کریم  
کے اعکاسات و بینات اور مقصد کو سمجھ سکیں۔ اس کوشش میں ان کی خوب نیت  
کو گہرا دھن تھا۔ لیکن اہل علم حضرات نے ان کے ترجمے پر ملاحظہ فرماتے ہوئے کہ یہ خود مولانا شریف  
مستعدی نے اس کی تصحیح کے لیے ایک فقرہ رسالہ "اصلاح ترجمہ قرآن" کے نام سے لکھا۔ اس  
رسالہ کا مقصد قرآن و بیان کے ان اصول کی اصلاح تھا جس سے عام کو ان عقائد و افادات  
بے سہما بھی مستاجر ترجمہ کی غائیوں کے وجہ سے پیدا ہو گئے تھے مگر کامیابی تحریر میں  
مولانا نے اس طرح کیا ہے:

"قرآن مجید کا ایک آردو ترجمہ ڈی نذیر احمد صاحب کا لکھا ہوا ہے اس سے  
شائع ہوا جس کے علاوہ ہر نے کی شہرت کو مستحق کر سکا اور لکھا، موازنہ  
بے موازنہ ہونے کا فیصلہ تو اہل زبان کا کام ہے اور اس سے کوئی غریب  
فرق ہے۔ مگر یہ بے سہما قرآنی مقامات پر نظر ڈالنے سے آسان معلوم ہوا کہ اس  
میں خود مطالب قرآن سے بھی کبھی کبھی متن سے کبھی مبالغہ سے بدل  
گئے ہیں اور جن کا اثر فائدہ اہم تک پہنچا جس سے غلطی کی بجائے  
مسلمانوں کو نقصان کا خطرہ ہو گیا اس لیے اس کا استدلال عام مسلمانوں  
کے حفاظت دین کی وجہ سے ضروری تھا"

مولانا شریف نے مستعدی نے ان کمزوریوں کو منہ پر لکھ کر کے چیر کر ہی بھرت و بدل  
کے اصلاح کے لیے ایک رسالے کی شکل میں ان مداخلات سے بچا۔ جو قرآن کی تخریب  
و مداخلت کے قضا کیجئے۔ یہ بچا ہوا ہے۔ قرآن کے طور پر کچھ صحیح نذیر احمد کے ترجمے کے کٹنے

کے لیے مستخرج ذیل ہیں:  
 سورۃ بقرہ میں ذیل آیتوں میں صاحب نے ذکر کیا ہے: ﴿يَتْلُوَنَ فِيهَا مُنَادٍ مُّخْتَلِفًا دُخَانًا﴾  
 الختلاف۔  
 ترجمہ: اور ہر ایک کے لیے ایک صحت (مقرر) ہے جو کہ (ملازمین) وہاں پر  
 کرتا ہے؟

اس آیت سے پہلے اور بعد کی چند آیتوں میں تفسیر میں تفسیر صحت ہے: ذیل ہے۔  
 ماحیہ میں اس کی تفسیر ہے کہ میں اس طرح کی ہے:  
 "مسلمان جیسے بہت المقدس کی طرف اشارہ ہے کہ حالت میں مسلمان تھے  
 دیے ہی کہہ کر طرف: دیے ہی رہی، کشتی میں ہر طرف؟  
 مولانا مفتاحی نے اس آیت کا ترجمہ بیان القرآن میں کیا ہے:  
 "اور ہر شخص کے واسطے ایک تہذیب ہے جس کی طرف وہ متوجہ رہا ہے سو  
 تم نیک کاموں میں ملنا چاہو کہ تھے  
 ترجمہ کے بعد مولانا نے تفسیر کا اس طرح کیا ہے:

"دوسری حکمت جو ان تہذیبوں سے کہ کلام اللہ جاری ہے ہر (خیر علیہ السلام)  
 شخص کے واسطے ایک تہذیب ہے جس کی طرف وہ عبادت میں متوجہ رہا ہے  
 چونکہ شریعت محمدیہ بھی مستقل ایک دین ہے اور اس کا تہذیبی عامر  
 ہو گیا ہے جب حکمت سب پر ظاہر ہو چکی ہے (مسلمانوں) اب تم اس  
 بہت کو چھوڑ کر اپنے دین کے کاموں میں لگاؤ کہو؟  
 مولانا مفتاحی نے ترجمہ ملازمین میں اس کی تفسیر اس طرح کی ہے:

"اگر تہذیب کامل ہو اور اس مستقبل پر قدرت ہو تو سپر ریل اور کشتی میں  
 بھی استعمال فرض ہے، ہر طرف کیے جا کر ہے، اور اگر طرہ قدرت  
 نہیں تو ریل اور کشتی کی کوئی تفسیر نہیں، سمجھو یہ کہ عبادت میں کسی  
 قید برطاعت، محرومی ہے جس سے الماطن ہوا کا مستندہ نہ ہو  
 مولانا مفتاحی نے کہ مزاج میں احتیاد اس حد تک مقرر ہے کہ ماسک نہ سمجھتے ہو  
 ہام و ہن کے حضرات کو نصرت سے کلامی سے بچانے کے لیے مستقل صحت کی  
 ہے جس کا ثبوت اس رسالہ میں واضح ہے ملتا ہے۔  
 دوسرا ترجمہ مولانا مفتاحی کا مستندہ ذیل ہے:

### آیات سورۃ بقرہ

﴿وَأَذِّنْ لِّمَنِ الْعِلْمُ﴾ اس صحیح والایہ نہ تفسیر ذیل میں آئی: ﴿وَأَذِّنْ لِّمَنِ الْعِلْمُ﴾  
 ذکاوت کے معنی: انکا کثرت ہے۔

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہہ کر آدم کے آگے جھکے، تو شیطان  
 کے سوا (سب کے سب) جھک چلے۔ مہلک: اور شیطان میں جھکی اور  
 "فران بن میثاق۔

### ترجمہ مولانا مفتاحی

"اور جب وقت حکم دیا کہ فرشتوں کو کہہ دے میں گماڑ آدم کے

لے: ﴿وَأَذِّنْ لِّمَنِ الْعِلْمُ﴾ اس صحیح والایہ نہ تفسیر ذیل میں آئی: ﴿وَأَذِّنْ لِّمَنِ الْعِلْمُ﴾  
 سب سے پہلے مولانا مفتاحی نے فرشتوں سے کہہ کر آدم کے آگے جھکے، تو شیطان  
 کے سوا (سب کے سب) جھک چلے۔ مہلک: اور شیطان میں جھکی اور  
 "فران بن میثاق۔  
 اس عبارت اول ۱۴۳

لے: سب سے پہلے سورۃ بقرہ میں آیتوں کے ترجمہ اور تفسیر  
 ت: مولانا مفتاحی نے بیان القرآن میں کیا ہے  
 لے: ایضاً

ہائے سو سب کچھ سے مراد ہے کہ ہمیں کے کاس نے کہا: انا اور  
فرہم میں آیا اور جو گیا کا فرہم میں آیا

ان دونوں ترجموں کے موازنہ میں چند نقلی اور منہوی فرق ہمارے سامنے آتے  
ہیں۔ خطہ لٹریٹ مذہب احمد کے ترجمہ میں متجسس کا کاتوہ ہے سب کچھ لٹریٹ  
منہوی اور منہوی اعتبار سے کچھ میں اور کچھ میں فرق ایک فرق ہے کہ کوئی میں  
کے لیے رنگ تیز کچھ ۱۳۲ اور کچھ کے لیے جھوڑ۔ نتیجہ۔ لٹریٹ موازنہ  
کے یہاں الفاظ کی تشبیہ اپنے منہوی میں کے الفاظ سے زیادہ واضح ہے۔ مثلاً  
مناصب کے۔ دوسرے قرآن کریم میں صاف نہیں کام کے کریم فرمودہ اللہ تعالیٰ نے  
سوائے انہیں کے سب کچھ میں کر گئے۔ قریمیں لٹریٹ مذہب احمد انہیں کا ترجمہ  
کر رہے ہیں۔ لٹریٹ لفظ شیطان سے خاص کر شیطان کی وضاحت نہیں  
نہ اس کام کے لیے ترجمہ میں ترجمہ کرنے سے عوام کے لیے اور سہولت ہو جاتی ہے۔ اس  
تفسیر کی بات سے ترجمہ میں "مشیق میں گئی" اور "افران بن بیٹا" موازنہ کا ترجمہ  
اور عوام میں آیا اور جو گیا کا فرہم میں ہے "واشتکبہ کاتوہ کہ و فرہم زیادہ  
معلوم ہوتا ہے۔ منی کے اعتبار سے بھی اور منی کے اعتبار سے بھی موازنہ لفظ  
اس متفرق موازنہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ منہوی تفسیر کو قرآن کریم کے نقلی ترجمہ  
میں بھی عوامی اور موازنہ الفاظ پر اس قدر مبرہن ہو فرمائی ہے کہ ترجمہ کی زبانی خوش  
مفہوم اور منی میں ہر پیدائش ہو ورنہ ظاہری کاغذ سے ہوتا ہے۔ موازنہ  
کافی بصیرت نے اور اور منی کے انداز سے اس قدر متفرق ہو کر دیکھنے کے لیے  
دوسرے کے نام سے ایک رملہ ترجمہ کر کے عوام کو ٹھکر کھانے سے بچایا۔  
حضرت تھانوی کا مقصد اور کوشش اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔

۱۔ موازنہ منی تھانوی، موازنہ افغان طرہ، سورہ بقرہ ۲۱۰، سورہ اعراف ۱۸۵  
۲۔ موازنہ منی تھانوی، موازنہ افغان طرہ، سورہ بقرہ ۲۱۰، سورہ اعراف ۱۸۵

مولوی ذرا احمد کے ترجمے کی گزشتہ اوراق میں پیش کی گئیں ہیں، قرآن کے ترجمہ کے موازنہ  
کے ساتھ اوراق رسالے کے حوالے سے تفصیل سے چند نمونے اور پیش ہیں جو مندرجہ  
ذیل ہیں:

۱۔ قرآن کریم کی آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْهَبْنَا عَنْكُمْ آيَاتِنَا وَمَا بَدَّلْنَا  
ترجمہ: "یہاں میں بدل کر رہا ہے"

۲۔ موازنہ افغان طرہ

۳۔ موازنہ افغان طرہ

۴۔ موازنہ افغان طرہ

۵۔ موازنہ افغان طرہ

۶۔ موازنہ افغان طرہ

۷۔ موازنہ افغان طرہ

۸۔ موازنہ افغان طرہ

۹۔ موازنہ افغان طرہ

۱۰۔ موازنہ افغان طرہ

۱۱۔ موازنہ افغان طرہ

۱۲۔ موازنہ افغان طرہ

۱۳۔ موازنہ افغان طرہ

۱۴۔ موازنہ افغان طرہ

۱۵۔ موازنہ افغان طرہ

۱۶۔ موازنہ افغان طرہ

بنائے رہے کو کہتے ہیں غلام گنبد کی شکل جو بارہوی صورت پر ہے۔

۴۔ "لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَسْمَعُوهُ أَوْ لَا تَعْلَمُوا مَا تَتْلُونَ" ترجمہ قرآن میں:

"اے نیک (مومن) صنادید و خدائے معجزانہ! پوری آداب کا ہوں میں سے ہے" آیت قرآن کی ایک عبارت ہے:

"جَاؤُوا سِرَاطَ اسْلَامٍ" سے پہلے بھی مشافہ اسلام سلاطین کے عبادت کا رنگ دے رہا ہے۔  
مولا سناؤ قرآن کیلئے میں کہہ:

"اس عزائم سے ہم پر ہے، پہلے وہ معنی ستر ستر تھا اور کبھی اس میں عبادت کی حیثیت نہیں ہوتی۔ لہذا حضرت امیر علی علیہ السلام کی شریعت میں اس کا عبادت پر، مخصوص ہے اور دوسرے نبی علیہم السلام نے بھی کی ہے۔"

۵۔ سورہ غفار کرامت کا بیٹن کا ترجمہ دو فرشتے تہ گربان کام پاک ہے  
میں سبب عدم ترجمہ نہیں کی، نیز اگر کلام ترجمہ ہے وہ لانا سناؤ قرآن نہ کیا  
"کو ہمارے عبادت میں نام پڑی ہو"۔ جو میں تو قرآن کا لحاظ  
واجب ہے، سورہ بقرہ صحت ہی مراد ہے ترجمہ، نہیں اس لیے  
ترجمہ فعلی واجب ہے۔

مفسر جدید الاحوال سے ہمارے سامنے یہ بات منجہ ہو جاتی ہے کہ لانا سناؤ قرآن  
مولا نیز اگر ترجمہ میں جو ملامت کی ہے وہ قرآن کریم کے حال سے نزاکت سے  
کی ہے، اگر قرآن مطالبہ واضح اور صحت سے نزاکت کے واسطے میں یہ تحریر ہے۔  
بلکہ اس سے قطع نظر سلاطین کو ان کا ہر جہاں ہے فضلی مطلب کے ظاہری طریقہ

۶۔ سلاطین و مولا سناؤ سورہ ناز مولا

۷۔ قرآن مجید میں سورہ ناز مولا سناؤ سورہ ناز مولا

۱۔ آیت میں جو قرآن دست کے غلات ہر جہاں ہیں، احکام شریعت کا غلات ہر جہاں ہیں  
میں ہر جہاں ہے کہ وہ ان غلات کو دور کر دیں سے بگاڑ کا غلات لاحق ہو۔ کہنے والے  
کا زمین اگر آپ خود عبادت پر جو شریعت اس کے زمین میں ہو وہ خود ہی سے اگر ظاہر  
نہ کی گئی تو عام انسان نہ مل سکیں یہ قرآن کے غلات اثر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے غلات  
سورہ طلاق میں "يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اقْرَأْ كَلِمَاتٍ" میں مولیٰ نام احمد کے معنی کیلئے ہے:  
"مرد عورت کو اچھا سوچ دیا گیا ہے کہ کچھ غلاب کر لیں اور مرد اپنی طلاق  
کو واپس لیں جس کو اصطلاح ستر میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں"  
مولا سناؤ قرآن کیلئے میں:

"کو رجعت کر کے ایک خاص قسم کی طلاق میں جائز ہے اس لیے علی اور طلاق  
حدت میں رجعت کے جو کلام مکمل کر، غلاب و عیش غلاب انسانی عوام کے لیے

میں ہم کو شریعت میں کہہ کر کلامات شری کے غلاب جواز کا احتمال ہوتا ہے۔ اس  
لیے دوسرے قرآن میں کسی تمام کے کلام کا لحاظ اور واقعیت ثابت ہو گیا ہوتی ہے جس کا  
تمام مولا، سناؤ قرآن کے لیے زعم و فہم میں حتیٰ کہ ایک ہے۔ یہی وہ ہے کہ تغیر  
یا ان القرآن کو غلاب و مفسر حیات کے ترجمہ کی مضامین و باہشت باریک بینی کی وجہ سے  
عوام خواہ میں سبب تہ حاصل ہوتی۔ اگرچہ ان ترجموں کو ہمیں جن کباب کہتے تھے اور  
تالیف مولا سناؤ قرآن کے ترجمہ کے ساتھ نہیں لکھیں قرآن کے ترجمہ تراجم میں ستر  
ناہما کہ ہے۔ اپنی قیمت اور جہت پر اوشش کے لحاظ سے آج بھی اردو کے بعد  
نے "مہمان کی اجازت" سے ہر سناؤ قرآن میں جن کا حال شاہ عبدالغفار کے ترجمہ میں  
دیا گیا ہے کہ لانا سناؤ قرآن نے بعض الفاظ ترجمہ میں اسی ترکیب سے تحریر کیے  
میں جو ہیں شاہ عبدالغفار اور مولیٰ نیز ترجمہ نے ہوں جاتے ہیں۔ لیکن مولا سناؤ قرآن  
کا اردو تراجم اس لحاظ سے بھی زیادہ قابل ذکر ہے کہ ان کے پہلے بغیر قرآن کے

۸۔ مولا سناؤ سورہ ناز مولا

”ہرام و حرام دروزوں کی رعایت کی ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ مولانا سناؤنگ کی تفسیر بیان القرآن علماء کے لیے بھی قابل استفادہ ہے اور عوام بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ ان کی بڑی ضروریات کے لحاظ سے اُنہوں نے تراجم میں مولانا کا ترجمہ امتیازی خوبیوں کا حامل نظر آتا ہے اور امید ہے کہ جس قدر کہ فی سہ اس کا مطالعہ کریں گے اس کا مستند مزاج کی طبیعت و دینی بصیرت اور گہری نظر کا احساس روز افزوں تر ہو کر رہے گا اور تفسیر بیان القرآن کی غریباں واضح رہتی رہیں گی۔

## تفسیر بیان القرآن کا جائزہ کلامی فقہی اور تفسیری لحاظ سے مکتہ نظر

### تفسیر بیان القرآن کی کلامی حیثیت

قرآن کا سب سے اہم باب خدا کی ذات صفات، منتزعت ربوبیت و جہنم و جہنم کی کلامی اور پرستش ہے۔ وحدانیت و ربوبیت کے مسائل قرآن کی بنیاد ہے کہ اس کا ایک تمام آیتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید کے مفسرین اپنی تفسیروں میں ان کو مدد سادگی سے سمجھ کر لیتے ہیں اور ان کے اندر گہرے پھیلے ہوئے سببہات کی تردید کرتے ہیں۔ کلامیات کے گرد گھومتے والے سببہات مرقا پرورد میں یکساں ہوتے ہیں۔ البتہ ان کے انداز اور معنی جزئی تفصیلات میں اختلاف واقع ہوا کرتا ہے۔ اگرچہ وہ سادگی اور سببہات محدود ہیں، لیکن ہر زور میں محمد بن کی عقل و قیہ سمجھنا نہ اتنے گہرے نکالنے ہیں اور اس قدر گہرا نہیں گہی ہیں کہ ایک کتب خانہ تیار ہو گیا ہے۔ محمد بن کی نہ ہی عقل و شگفتگیوں نے ہر زور کے مفسرین کو ان کے جواب دینے پر مجبور کیا ہے اور انہوں نے قرآن کے کلامیات کو حلال طریق پر تمام سببہات کو زور کر کے چھل کیا۔

کلامیات پر ہونے والے اعتراضات چونکہ عقل پر ہوتے ہیں۔ اس لیے مفسرین نے ان مسائل کی تفسیر میں عقل و دلائل سے کام لیا ہے۔ بلکہ بعض مفسرین نے قرآن کے عقلی رو سے متاثر ہو کر اپنی تفسیر کی بنیاد ہی عقلیات پر رکھی ہے۔ در قرآن کی ہر آیت کی تفسیر عقلی طور پر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں اس قدر گہرا ہے کہ قرآن کی تفسیر عربیت کی سرحد سے باہر جیسا کہ مذکور ہے ہم قرآن مترادف اعلان کے حصّے والے فرقہ باطنی اور

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ الْإِثْمِ وَارْتَبِعُوا قَوْلَ الْغَفُورِ  
(تھو) اور مضبوط پکڑو رہو اس کی رسی کو اس طرح کہ باہم سب متفق بھی  
رہو اور باہم اتفاق مسرت کرو

تفسیر بیان القرآن، مولانا سناؤنگ

سورہ آل عمران، ص ۳۴

اور قراط نے کیا ہے۔ مقررہ تین سالانہ قسط سے عریض ہو کر قرآن کی ادویہ حروف  
کی سہولت کے بعد فرقہ باطنیہ نے عقل و نقل کے درمیان تطبیق کی کوشش کرتے ہوئے تمام عقائد  
کے عبادات تک کی تحریف کر ڈالی۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "المستفیہ"  
میں لکھتے ہیں:

"فاقرامة الذی یرتضیٰ ہونہ الصائبہ للطلائفۃ والمیسر  
المشوبۃ حریفوا وطمعوا۔ وحرروا الامیان باللہ وکن ملک  
الایمان بالیوم الآخرۃ۔ وکن ملک عمل الصالح حتی جادت  
بہ شریعہ۔ من اسماہ الاعمال استقامت وزاد اشارات  
الاحقاف فیکملوہ من الصغیرۃ اسرار۔ والعیام۔ لکن اسرار  
والحج زبارة متبعونہا القدسین وامثال ذلک۔"

"قراطہ مطالبی لاسفہ اور کثرت کی عریض سے مشابہت رکھتے ہیں، انھوں  
نے تحریف کی اور احکام کو کاسد کیا، انھوں نے ایمان باللہ ایمان بالآخرۃ  
کی طرح جدوت میں تحریف کی اور شریعت کے اندر وارد شدہ عبادات  
کے اسرار کو رموز و اشارات قرار دیا۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے نماز ہمارے  
اسرار کا نام ہے اور روزہ ہمارا کپڑا ہے شہیدہ رکعت کا انداز ہمارے عقد  
شعیر کا زیارت کا نام ہے۔ اسی طرح دوسرے امور بھی!"

عکس حالت میں، اشرف علی تھانوی نے تفسیر کبھی قرآن نازیہ میں جو مقررہ اور فرقہ  
قراطہ کے عجیبہ آدھ سائے رکھے لیکن ان سائے کی اعلیت بھی وہی منہ پر مشبہات تھے  
جن کو جدید طریقہ پر پیش کیا گیا تھا اور علماء اسلام کو اس کا جواب دینا تھا طبعاً علم الامت سے  
بچے جن لوگوں نے خود بھی تفسیر نہیں کیں اور اس کا دورے سمجھ کر کے دور جدید  
کے مشبہات کو دور کر کے ان کی کوشش کی ان میں سرپرست سرستیا احمد ناس تھے۔  
انھوں نے مشبہات کو دور کرنے کے لیے عقل طریقہ اختیار کیا اور اپنے طریقہ پر اس مشکل  
طریقہ سے مدین خیال توں کو طوم عبیدہ کے پیادہ اور مشبہات سے بچانے کی کوشش کی

لہذا نہ تفسیر اسلام ان تیرہ میں سے

ہو، انھوں نے جدید دور کے مطابق عقل و نقل کے درمیان تطبیق کی کوشش کی اور پوسٹ  
کے مساند افواہوں اور طبعیوں کو تفسیر بخش جرات دینے سے پہلے قرآن کی آیات کو عقل و نقل کے  
کے مطابق ڈھالا، لیکن عقل و نقل کے درمیان تطبیق کے سلسلے میں سرستید کے نظریے میں  
مقررہ اور باطنی مغزین کی طرح شدید تر غرائز، انھوں عقل و نقل کی تطبیق میں شرح و تفسیر  
کے دائرے سے نکل کر ادویہ سے بچے کی ضرورت میں آگئے، مبین تر قرآن کی آیتوں کی ایسی  
آیتوں کی کہ وہ ان تادیب کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ سرستید کی دستانہ ادویہ  
کوشش نے علماء کے ایک طبقہ میں جو ملت ماسین کے مسک کے پابند تھے اور اس کو برحق  
سمجھتے تھے ایک ایمان پیدا کر دیا اور انھوں نے ان کو جواب دینے پر مجبور کر دیا۔

سرستید کے بعد عظیم الاست ملا اشرف علی تھانوی نے عقل و نقل تفسیر  
ایمان القرآن میں جدید مشبہات کا جواب دیتے ہوئے تادیب و تحریف سے کام  
نہیں لیا۔ اگرچہ انھوں نے عقل و نقل کی طرح بعض مسائل کو ثابت کیا اور عقلی طور پر پیدائش  
مشبہات کی تردید کی، لیکن لاست متناہی نے اگرچہ اس کا عنوان عقل و نقل کی تطبیق کا  
منہ دیا ہے، لیکن دراصل عقل و نقل ہی کے پیدائش مشبہات کی تردید کی ہے۔ اس لیے  
یہاں عقل و نقل کے درمیان تطبیق کے سلسلے میں ان کی رائے بجا ناموزون ہے کہ وہ عقلیات و  
شرعیات کی تطبیق کو موزون سمجھتے ہیں!

روئے، اشرف علی تھانوی نے عقل و نقل بیان القرآن میں عقلیات کے عقل پرستی کی مدحت کی  
ہے۔ انہوں نے غور سے کہ سلام کا اصولی مسائل تفسیر میں روئے مدد سے عقل پرستی کا  
عقلیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ مبین مطابق عقل ہیں۔ البتہ ذوات کا عقل پرستی  
موزون نہیں ہے۔ البتہ اتنا موزون ہے کہ وہ ذوات عقلیات کے متعارض نہیں ہو سکتے۔ وہ  
لکھتے ہیں:

"اسلام کے اصول یعنی توحید و رسالت مسائل عقل ہیں، جیسا آیت یقیناً  
اس طرے سے اشارہ ہے اور ذوق کا عقلی ہونا ضروری نہیں۔ نہ کسی دلیل عقلی  
کے خلاف نہ ہونا ضرور ہے۔ انھوں نے کہا کہ بھی فخر طالع ان دونوں کو

معلوم کر کے موجب پکڑ میں چڑھاتے ہیں جس کا آخری انتہام بدینی ہے، خوب سمجھ لو گے۔

حکیم الامت اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ فروع کا اصل پرانہ ہو چکا نہیں، یعنی مزدوری نہیں کرنا، دلی سے اس کا منہ پرانہ سمجھنا مانا ہے، البتہ جو سچے فروع ان تہمتوں و لائل سے متاثر نہیں ہو سکے، جن کی صحت پر اتفاق ہے، یہاں پر اس کو وضاحت بھی ہو چکی ہو، حکیم الامت کا یہ نظریہ قطعی بن اس وقت تک کہ اس وقت کے نظریہ کے مطابق ہے، تبدیلی میں یہ نظریہ مراعت کے ساتھ اپنی تہذیب کے یہاں مٹا ہے، جنہوں نے اس وقت کے دریاں تخلیق کئے تھے، کتاب المرافقہ، کئی ہے، چنانچہ انہوں نے یہ تحریر کی کہ یہ کھل و قتل کے دریاں کوئی تار نہیں ہے، اپنی تہذیب کھینچتے ہیں؛

”انقلاب الصحیح لا یعارضه معقول صریح قولہ وقد تأملت فافق فی ما قد صارت ازاعا مناس فیہ فوجدت ما خالف النفسی الصحیۃ الصریحیۃ شہادات ماسدۃ یلم بالمتقل بلانہا بل یلم بالمتقل ثبوت مقیدہا المعافق للشرع وھذا اما ملکہ فی مسائل الاصول الکبار ، کما علی الترتیب والصفات ووسائل القدر والاعتبارات والمعاذیر ولما وجدت ما یلزم صریح اسقل لحدی الخلفہ سمع وط، بل السع لہذا یقال انہ مخالفۃ اماحدیث موضوع او دلالتہ منسطفہ ، فلا یصح ان یكون دلیلًا او تجرؤ من مراعیتہ اسقل الصریح فیکف اذا خالفہ صریح المعقول“

حکیم الامت متاثر کیا کہ یہاں بھی جو کھل و قتل کی تعلیق دی، سلت ماحملین کا نکتہ، متاثر اس لیے انہوں نے تعلیمات کو تعلیمات سے فزید کر دیا اور اپنے ناز کے پیادہ دشمنوں کو

کر رہی کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے انہوں نے وہ زمانہ کے پیادہ دشمنوں کا، سستیاب نہیں کیا بلکہ شہادت کے جواب دینے میں موت ان شہادت کو خاص کیا، جو من کارج کوئی دلیل صحیح تھی، مگر حکیم الامت نے اسے نئی کہ بارہ میں اسے متاثر میں کھا ہے، وہ کہتے ہیں؛

”شہادت کے جواب دینے میں موت ان شہادت کو خاص کیا ہے، جن کا منشاء کوئی دلیل صحیح تھی، جیسے کوئی شہادت کوئی شہادت، کوئی اعتراضات، اصل و اصل اور من کا منشاء، کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ وہ خود بلا شہادت کوئی بلا دلیل ہے، امر کے جواب میں جو کہ طلب دلیل کافی ہے، اس لیے اس سے عرض نہیں کیا گیا اور بہت سے شہادت نفس تو پر زور سے منہ پر گئے“

اس طرح انہوں نے با حاکم کا یہ حلقہ زوات و صفات وغیرہ میں وارد شدہ شہادت کو، اختلاط ایجنڈا و مہاز کے ساتھ کر دیا ہے اور طریقہ خواص اور طریقہ عوام دونوں کے ذہن کو غلط کر دیا ہے، کلامی بحث میں جہاں طریقہ خواص ملتا کہ جیسیدہ بحث پر متاثر کرنا چاہا ہے وہاں وہ شہادہ کی قرین مہارت میں حیرت کر رہے ہیں، اور اعتراضات کو رد کرتے ہیں، لیکن اس میں بھی اعتبار ہی سے کام لیتے ہیں، انہوں نے کلامی شہادت کو زیادہ سیدھا یا نہیں ہے، بلکہ شہادت وادہ کو غلط کر کے ساتھ موت منہ کر دیا ہے، چنانچہ وہ خود کہتے ہیں؛

”مسائل لایغنیہ کی برکت کے متعلق اس حدیث تحقیق پر اتکا کیا گیا ہے مگر پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی“

حضرت سخاوی حکملین کے مباحث حلیہ کو اپنی تفسیر میں سیٹھ کر تھاری کے ذہن کو پکڑ کر دیرینہ ان نہیں کرتے ہیں بلکہ عقائد و عقائد کے اسفند نے حرا کر دیا ہے اور اگر کسی خواص کو عقائد کر کے ذکر کیا گیا ہے تو قرآن و حدیث میں تاکر عقلی الاستنباط عقائد و کلامیات میں حوام نہ پڑیں





کہ جانتے فرمادیتے ہیں اور ذات و صفات کے باب میں غلطی اور احمق نہیں کرتے۔ حضرت تھانوی کے لکھنے اور لکھنے کے شامیر بیان التوفیق، یہ سبکی بھول ہیں۔ وہ ان تمام عقائد پر جہاں ہندوستان کے دوسرے مفسرین مثلاً سرسید صاحبان وغیرہ جدید علوم اور مشرقی عقیدوں سے متاثر ہو کر غلطی کا شکار ہیں ان کا قلم مسلک ملت پرستی پر مبنی ہے، ایمان و عمل اور عقل و ایمان میں علیحدگی ہے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

حضرت کبیر الاست تھا تو ان کے حکم کی ملامت دے کر بھگت اور افراتوہ و فساد سے سلامتی  
اور تعظیم میں عقل و فہم کی بہترین مثال سورہ آل عمران کی بحث دفعہ ضمن علیہ السلام ہے، جہاں  
انہوں نے سیکڑوں مسلمات کا پورا سطران حل کر دیا جس میں پیش کیا ہے کہ قوتِ حق کا کوئی عالم  
بہرِ فکر و تشناہ ہے۔ کہ بحث میں جہاں ان کے ہم عصر اور ان سے قبل سرسید وغیرہ و حضرات  
کما گئے تھے انہوں نے مستشرقین کے ہاتھ سے عرب جوئے جزیرِ قرآن کے تمام مسائل کی  
پیر و رک کی ہے اور ہے بات ادبی سے احراز کیا ہے۔ یہاں ان کی بحث کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا  
ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھے ہیں:

ہر مذہب کے لئے کوئی اسلام مطلوب ہو کر نہیں ہوتا ہے اور یہی فرقہ پرستی ہے۔  
اسی لئے کہتے ہیں کہ مذہب دونوں کے لئے ہرگز آسان نہ ہو سکے۔ قرآن مجید  
نے اس قول "تاتوا الذی فی ذلک" کو ماحولیت میں سے دونوں کی طرف دیا ہے۔  
ان کے منشا اشتہار پر "و لکن فی شیتہ کجھ" میں تیسرے

ہرگز کوئی مسئلہ کوئی ناز کا سر کو جواب کا سر ہے کہ ماں ماریں تو غوث  
 کے بارے میں سمجھتے ہیں، میں حالت بیہوش تھے، سوائڈ میں دیکھ کر  
 کہ لے جائی نہیں، دنیا انور اہلی ہے ایک شخص کا کہ مشکل بن گیا، ان  
 کو خود اشتباہ ہو گیا، اہل جہنم میں ظالم حاضرین کے ظلم و ستم سے  
 ناخوش ہیں برسرِ شہر ہو گیا، بہر حال شاید ذرا ناخوشی کا دور نہ ہو جو

توفیق علی الکذب ہے، میں شراب کا قاتل کے معقود ہے۔ یہ  
حریم اشکالات کو حل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تنبیہ حضورِ وحی - تقریباً پندرہ سو سال پہلے کے ایک عربی مورخ نے لکھا ہے کہ میں نے ان لوگوں کی عقلی فطرت کا تجربہ کیا ہے جو آج کل دنیا کی بادشاہوں کے جیسے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات پر کوئی اور آپ مڑوا کر ہونگے اور آپ کی ذات کے قریب تشریف نہ لایا ہو گا۔ اور یہ بنا پر جو احادیث مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے متعلق ہیں، ان میں جو صریح ہے کہ آپ اس سے قبل پیدا ہوئے ہیں اور آپ اس میں شامل کا مصداق ہیں کہ خود راہِ حق اور اس دنیا کے کئی مشہدات کے درمیان ہیں، ایک عقل و دماغ کی نقل و کپی ہیں۔ یہ سب کے بارے میں اہل حق متفق ہیں کہ ان کے بارے میں یہ کہہ کر حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا صحیح ہے اور اس بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام کی راہ کی ہے۔

تعلیٰ دینی کا جواب ظاہر ہو گیا کہ اگر کسی ایک کے سنی وفات کے بعد  
 باویں تب تک وہ بے اعتبار وقت نزول میں اس پر ہے۔ اس سے وقت  
 موت یا فحش رتبہ یا عیادت فی احوال کی لازم نہیں آتی۔ اور دوسرے مالک سے  
 رتبہ و حیثیت ثابت ہے۔ لہذا اس کا ناکان ہزار فرضی ہے اور نہ قنوت  
 زخم ۱۴۱۸ھ کے جواب میں حقیقی سنی کے اعتبار سے اس سے رتبہ و حیثیت  
 اور فائزہ سنی حقیقی کے بلحاظ دینا احتیاج ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ فقہ و فقہ  
 اور حیثیت و احادیث و اجماع کے ثابت ہے۔

حضرت مظلومؑ نے یہاں علامہ الشیخ محمد بن عبد البرؒ کی کتاب "الاستیعاب" کا ترجمہ کیا ہے۔  
 مولانا سید محمد علی شاہؒ نے علامہ الشیخ محمد بن عبد البرؒ کی کتاب "الاستیعاب" کا ترجمہ کیا ہے۔  
 مولانا سید محمد علی شاہؒ نے علامہ الشیخ محمد بن عبد البرؒ کی کتاب "الاستیعاب" کا ترجمہ کیا ہے۔

اور اسی میں کے جواب کے لیے "إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" ہے۔ جب جو امر منع الہی ہو تو ہم اس سے مستغنی ہیں، ان کا نام درودِ یحییٰ ہے اور یہ الحمد کا استماع و ثابت ہوا اور نہایت ہر کے کلام میں

دعویٰ کا معنی باطل اور گڑباز ہے اور تحریف و آمیزش کی بنا انصاف  
کی غناسدہ ہے۔ چہرچر صدقاً ترجیح دلا رہا ہے۔ دور شخص ایسے  
مثیل ہر نے ۱۷۷۱ء کے لیے دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حضرت تھانویؒ کا دعویٰ ہی بہت ہی منطقی و فہمی طرز پر استدلال اور تحقیقی مباحثہ  
کا استعمال کیا ہے۔ جو محکم، متنازع، بنا اور انصاف کا، ترجیح دلا رہا ہے۔ اس سے  
کے علاوہ بھی انھوں نے دور رس گہروں پر بحث کرتے ہوئے منطقی قراءہ اور اس کی روشنی  
کی ہے۔ جس کا عام ترین خاکہ قرآن ہوا ہے کہ جس وقت وہ کتاب کو لکھتے تھے اور جن لوگوں  
سائے لکھ کر تھیں۔ ان کا دعویٰ منطقی طرز استدلال اور منطقی اصطلاحات سے  
متفاوت اور اس طرز کو اختیار کرنے سے طریقی تفسیر کے بہت ہی گہری ہے جس کا نتیجہ  
کہن کی تحفیر یا بیعت کی شکل میں آگئی ہے در تمام مباحث ضروری اس کے اندر ہے جس  
حضرت تھانویؒ کی حکیمانہ جامعیت و جبر و تدبیر کی آواز ہے "بیان التوفیق" کی  
ابتداء لے کر پانچ جلدوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان جلدوں میں کلامی بیعت  
فرمودہ لکھا ہے اور آخر کی جلدوں میں کلامی آیات کی خاصیت سے ساتھ پیش کی ہے۔  
اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کے کلامی بیعت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ  
نے کلامی تراکونقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ اور تفسیر قرآن کو شکلیں، اسلام کی  
نہیں بنایا ہے لیکن اس کے باوجود کلامی بیعت کے سلسلہ میں جن کتابوں سے مدد لے  
ان کا کچھ تذکرہ "بیان القرآن" میں ملتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) روح البانی السید محمود غفرلہ۔

(۲) مشعر حاشیہ، المثنی۔

(۳) الدرر کا باقوتی ترقی نزدیک۔

(۴) رسالہ التوحید الیٰ فی النشأ۔

(۵) رسالہ الفرض وغیرہ

اگر حسب متقدمین کے یہاں تفسیر کا کافی وغیرہ ہے اور انھوں نے قرآن کے کلامی حصوں  
پر تفصیل تحقیق سے بحث کی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس دور کے کلامی شبہات کے لیے وہ  
تفسیر میں عقلی طور پر کفایت نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ شبہات ان مشہور تفسیرات سے کچھ نئے  
ہیں۔ اگرچہ ممکن طور پر نہ نہیں ہیں۔ اس لیے موجودہ علم اسلام کے لیے معرفت تھانویؒ کی  
تفسیر "بیان القرآن" عظیم بیعت کی حامل ہے جس کے انصاف و تحقیق کے ساتھ مسلک ملت کی  
بہتری ہوگی و کائنات سے اور دلور شدہ شبہات کا تحقیقی جواب بھی دیا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ  
کو شاہ ولی اللہ کے نظریاتی پہنچ اور حضرت ملا علی قاریؒ کے کلامی بیعت سے بڑی روشنی ملی ہے۔ اس  
لیے ان کی فکر کلامیات میں صاحب اور گہری تھی ہے اور وہ خدا کی ذات و صفات کی بھی تصویر  
پیش کرتے ہیں اور کلام خداوندی قرآن مجید کے اوپر دلور شدہ شبہات کا تحقیقی جواب  
دیتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے "بیان القرآن" اول میں کلامی قرآن کی تفاوت ازلی کے  
کے بارے میں جو تحقیق قرآن تحقیق پیش کی ہے وہ فکر و تحقیق کا بہترین نمونہ ہے۔ اس تحقیق  
میں انھوں نے مقالات کو مسموعات کے سیرا یہ میں پیش کیا ہے چنانچہ آیت ان الذین  
کفر دا سو آؤ علیہم آمنا کہ دستہ ام بعد مثنیٰ رحمہم لایؤمنون کے  
زیر میں لکھتے ہیں۔

"ترجمہ: یہ نیک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں۔ برابر ہیں ان کے حق میں۔ خواہ

سب ان کو کوراجا یا ڈرا جائے اور ایمان نہ لادیں گے چلے

فتے: کوئی اس شبہہ ذکر سے کافر تو بہت سے ایمان نہ لائے ہیں۔ اہل

یہ ہے کہ اس آیت میں سب کافروں کا بیان نہیں ہے بلکہ ناسن کا لفظ

کا ذکر ہے جن کی نسبت خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا کفر کفر ہے۔ اور

اس آیت سے جو جن میں کفر کا وہاں ہے اہل کے ڈرائے اور احکام استانی

کی ضرورت نہیں۔ یہ تو رسول جن کی علی اللہ علیہ وسلم کلامی نبی کام تھا کہ مطلب

یہ ہے کہ آپ نے کہ بیان لائے کی فکر کریں اور ان کے ایمان نہ لائے سے

مضمون نہ ہوں۔ ان کے بیان لائے کی عید نہیں۔ اور اس سے یہ لازم نہیں

تفسیر بالمآثور کے نکتہ نظر سے تفسیر بیان القرآن

”جن آیات کی تفسیر میں حدیث مروی آئی ہے اس کے مقابلے میں کسی کو اہل نہیں یا ایسا ہے۔“

اس طرح حضرت سنانؓ کی جگر بیت معقول و منقول کے درمیان "بیان القرآن" میں کھلی ہوئی ہے اور وہ متقدمین میں سے بے نزاع ممتاز و متقدم و پرہیزگار ماسخ کی کہل عبارت میں تحریر کی ہے۔ البتہ موجود دور کے مستشرقین کی تہذیب و حال کے ساتھ ان کی تفسیر میں نہیں ملتی ہے۔

درستوار و تفسیر بہ کثیر و غیرہ پر مشتمل ہے۔ تفسیری روایات میں حضرت عثمان غنیؓ کی احکام صرف صحیح روایتوں کا ہے۔ جیسا کہ اس کی مراعات انھوں نے اپنے مفسر میں کی ہے۔

حدیث کے بعد میں بنیاد پر انھوں نے تفسیر لکھی ہے۔ دو مسابحہ کا قائل ہے۔ اس لیے سلف صالحین جنوں نے صحابہ کی تفسیروں پر اپنے اقوال کی بنیاد رکھی ہے ان کے مقابل میں تباخیرین کے اقوال کو جو سلف صالحین کے خلاف تھے انھوں نے نہیں دیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے تفسیر الانوار میں الزور و منہ سبیل کی پیروی کی ہے اور بیان القرآن میں احادیث نمونہ اور آثار صحابہ کی چارہ حکایت لکھی ہے اور ساتھ ساتھ سلف و سلفیہ کا بھی التزام کیا ہے۔ اس لیے ان کی تفسیر اگر دو نظام سیر کے درمیان تحقیق و تنقید اور تدریق و تفتیح کا عمدہ نمونہ پیش کرتی ہے جس سے تعلیمات کا صحیح علم اور دائرہ کی سمت و ضلع کا فرمان ہوتا ہے۔

پہلے اس کا ذکر ضروری ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ تفسیر میں روایتوں کی سماعت اور تفسیر بامانور کے التزام میں پہلے شخص نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے قبل "فتح المنان" کے مصنف شامی نے عقائد و فہرہ اپنی تفسیر میں روایات سمیر اور تفسیر بامانور کا نمونہ پیش کر چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اس طریقہ تفسیر کا ذکر "فتح المنان" کے مقدمہ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس تفسیر کی روایت کو کتب حدیث سے اور روایت سلف کے ملانے کا طریقہ تحقیق سے نہایت احتیاطاً ملکہ طبع پر پیش کیا ہے"

نیز لکھتے ہیں:

"کوئی حدیث بجز مستند کتب صحاح ستہ و قرآن کے نہیں لائے۔"

قرآن کی تفسیر اور حدیثوں کی شان نزول میں عربوں کی حدیثی واقفیت کی کمزوری سے بہت موضوع دراصل حدیث داخل ہو گئی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے شان نزول کے باب میں اس کا خاص اہتمام کیا ہے کہ نہایت موضوع احادیث نہ آئے ہوں۔ شان نزول

۱۔ بیان القرآن ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔



انتقال مذہب و وسیع تر سوسائٹی کو منظم کرنے کے لیے جامع ترین قوانین اپنی ساری  
فناطرت کے ساتھ قرآن کا موضوع ہیں۔

قرآن کتابِ مہرت و نصیحت بھی ہے، اس کی باتیں دلوں کو مجھ لیتی ہیں، وہ طالب  
کے دلوں میں چھپی سرخسیت حق کی چمکائی ہوئی سلاکتے کے لیے کائنات میں چھپی ہوئی نشانیں  
کو نمایاں کرتا ہے۔ اور اس طرح مقصدِ ہدایت و تذکرہ کی تحفیں کے لیے سیکڑوں طبیبانی صفات  
پر سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

اور مہرت یہ بکھرے لڑنے کی لڑکتے ہوئے لڑائی واقعات کو درجِ مہرت بنا کر پیش کرنا  
ہے اور امن کی روشنی میں سبق حاصل کر کے مستقبل کی تہذیب کی ہدایت کرتا ہے۔ اس طرح قرآن  
کامیاب مقامات، فقہی مباحث، تہذیب، اصول، تہذیب، طبقات، طبقات و طبقات، طبقات و طبقات  
نصیحت، اصلاحِ فہرست اور تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب  
ہوئے سے جو براہِ راست یا باغیہ طریقہ سے ملتا ہے اس کے مقصد سے جو بھی سمیٹے  
جن کتاب کا موضوع اتنا کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تفسیر و تشریح کا فرض بھی اتنا ہی  
وسیع و بڑا ہے۔

یہ تو ساری و مسلمانین قرآن اور اس کے علوم کی طرف چکا سنا اشارہ ہوا۔ ورنہ یہ ایسا  
جو زخار ہے جس کی دست اور گہرائی کا اندازہ و خواہ ہے اور جیسے علم و تحقیق کا  
درو و وسیع جہان ہے اور جو ان کی دست کا اندازہ و امتیاز ہوتا ہے۔

اور مہرِ حق قرآن کے ماسبیب بیان، اس کی نصیحت اس کے اشارات، اعتبار  
اور مہارت و کتابت کی بھی مفہوم کے بیان کے لیے منتخب کیے گئے۔ بعد ازاں، حلال  
کی تزکیب، اہل حق و ہدایت کی نصیحت، موعظہ، کام، مطالب کے حالات اور ان کی تہذیب  
و نصیحت کی کیفیت کے متعارف تقاضوں کی رعایت، تحسینِ کام کے لیے مضامین و مضامین  
بہستمال اور قرآن کا صحیح و سچا بیان، یہ سب کچھ اپنے دامن میں قرآن کے طالب علم کے لیے  
علم و تحقیق کی ایک وسیع دنیا سمیٹے ہوئے ہے۔

## فقہی حیثیت

حضرت سیدنا ذی الفقیر حضرت انسان تھے ان کی نشاۃِ تمام علوم اسلامیہ حدیث، تفسیر  
مفسرہ، کلام اور صرفت میں گہری اور دقیق تھی، وہ ایک وقت محدث بھی تھے اور مفسر بھی، فقہی  
بھی تھے اور حنفی و حنفی بھی، اس لیے قرآنِ کریم جو ان کی فکر و فکر کا محورِ عمل ہے، اس کی تفسیر  
میں ان کی حدیثی تہذیب، کامیابی اور تفسیری خصوصیات و صفات تمام تہذیبیں پر کھڑے آتی ہیں  
حضرت سیدنا ذی الفقیر پر کابل میں رہنا اور ان کی نگاہِ فکر کے ہر خیال و کلیات پر مادی  
اور مہرِ حق تھی، اس لیے تفسیر قرآن میں اس کی فقہی آیات پر بھی مسائل کے ساتھ فقہی اصول کلیات  
اور مستنبطات و استخراج کے طریقوں کی مقرر و مقرر کرتے ہیں، جو کما حقہ نے اپنی  
تفسیر عام طریقہ توسط کے پیش نظر لکھی ہے، اس لیے وہ قرآن کی تمام فقہی آیات پر  
ایک فقہی حیثیت سے پیش لکھتے ہیں، اور جہاں اصول و مستنبطات اور طریقہ استخراج کو  
بیان کرتے ہیں وہ تفسیری متن میں نہیں لکھتے ہیں بلکہ ماسیک کی عربی عبارت میں لکھتے ہیں  
ایک مسائل کے بیان میں وہ تو حرج برتتے ہیں اور اس کو ماسیک اس کے ظاہر سے  
پیش نظر اصل متن تفسیر میں لکھتے ہیں لیکن ان اصل فقہی جو کا اندازہ ماسیک کی عربی  
عبارت میں ہوتا ہے۔

اور حضرت سیدنا ذی الفقیر کی تفسیر کی فقہی حیثیت کا موازنہ مقدمہ میں بھی تفسیر  
کے کیا جائے جو طوطا و فقہاء کے لیے لکھی گئی ہیں تو ہے جو موازنہ ہوا، لیکن اگر ان کے مفسر  
مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ان کی تفسیر کے اندر ایک ضمیمہ کا اندازہ ہوا۔  
ضرورتاً جب کہ دوسری ان کے وقت کی تمام ارد تفسیروں میں فقہی استدلال و استخراج  
مسائل کی طوطا اشارہ تک نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنی تفسیر کے اندر استخراج و استدلال کے  
طریقوں کی وضاحت کرتے ہیں اور اس میں مستنبط کر کے تفسیر کے طالب علم کے ذہن سے  
پہ نواز کے اندر فقہاء مجتہدین کے اندر و پیدا کئے گئے مشہدات کو دور کرتے ہیں اور  
نقہ سے واقف شخص کا ذہن فقہی استخراج و استدلال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا

کے ہی فقہی ثار یہ کاظمیہ تھیں۔ ہمارے سامنے "تفسیر" مکتوب القرآن کی شکل میں ہوتا ہے جس کے اندر حضرت سخاوی کے تفسیری مکتوب فقہی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ساری رسائل کے مضامین پر ایک فقہی مستنبط اور استخراج کے اصول کے ساتھ ہر مفسر کے پیش آمدہ مسائل کا منطوق لکھ کر دیے ہیں۔

حضرت سخاوی فقہی استفادہ میں ہر مفسر کے ذہن کی رعایت سے سب سے پہلے دو بار کے سال پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ اور پھر مکتوبات کی مقامات کی نشان دہی کرتے ہیں جن سے دور جدید کے گزراؤں پر ہر مفسر کو مستقیم دانہ ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کی تائید یا ابطال ان سے ہوتا ہے۔ لا تعذر انرا اعتقاد و قولوا انزلنا واسمعوا و انصتوا و انصتوا انصتوا۔ ان کے ذیل میں تمام کے مضامین سے لکھتے ہیں:

"فان اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر آپ کسی شخص سے کسی کو گناہ پیش کیا تو اسے کہنے کے لئے خود غرض خدا سے کہن میں ہر جہت نہیں رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی شخص سے کوئی باطل سند کے خلاف شرع کام کرنے کے لئے تو مردہ غرض ضروری نہ ہوا تو خود ہی عالم کے لیے بھی مسئلہ ہوتا ہے گا۔"

اس آیت کے ذیل میں ماسبق کی عربی عبارت میں لکھتے ہیں:

"الغفلة. فنهى الموصوف من الابد بكونه قطع ولا السنة واجدادهم  
فتا بعد. روح المعاني. بعد سنة الآية على زعم المتأخرين هذه الامور  
مما يجر اليه المفاسد كن لا شيء"

لے "اس آیت اور تفسیر، روافد میں کہہ اور اگر اس کے ظاہری مطلب میں رہنے، دعوت پر کار۔  
و انھذا انھذا ناہی دیا کہ اس سے بھی کسی کی ہر ایک حالت پر نظر فرمائیے اور اس کے ہر ایک طرح میں سر  
اور ہر ایک کا قیاس سے وہ الہی ہوگی۔ ہر ایک طرح سے وہ میں ایسا گستاخی اور دھمکی  
پاکوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ بیان قرآن تفسیر۔

سے بیان القرآن ج ۱ ص ۵

اس آیت سے فقہ کے مشہور اصول سے تفسیریت الیٰ انفسا۔ استخراج کر کے دور حاضر کے بہت سارے مکتوبات اور مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے جن سے ہر مرتبہ حکمت و روحیت پیدا ہو جاتے ہیں جس سے ان کو تھوڑا سا اس اصول کے تحت واجب ہوا۔ اسی طرح علم جدید کے پیدا کردہ اس گزراؤں کی اصول کی بحال سے تفسیر کی ہے جو ہر مشرور میں کثرت رائے کا اعتبار ہوتا ہے۔ روایت دست دھو دھوئے الاخر سے خدا عزوجل سے صلواتی علیٰ اذنہ کی کثرت لکھتے ہیں:

"ترجمہ و تفسیر" اور بدستوران سے خاص خاص باتوں میں مشرور لکھتے ہیں۔  
ان کا اس سے ان کا بھی غرض ہے ہر مشرور لکھنے کے بعد جب آپ ایک رائے  
پیش کریں، خواہ وہ ان کے مشرور کے مطابق ہو یا مخالفت ہو یا سزاگاہی پر  
اعتبار کر کے اس کام کو کر ڈالیے۔

ترجمہ و تفسیر کے بعد فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"اور یہ کہ جو کہا گیا کہ خواہ وہ ان کے مشرور کے موافق ہو یا مخالفت ہو یا بدل  
کے یہ سب کے خلاف مضمون میں کوئی تفسیر نہیں لکھائی گئی اور اس سے معلوم ہوا  
کہ اور انتظامیہ حلقہ رائے والے مشرور میں کثرت رائے کا مابعدہ مضامین  
سے اصل ہے۔ یہاں مضمون میں قید ہوئی کہ بشرطیکہ آپ کا مضمون کثرت رائے  
کے خلاف نہ ہو۔"

حضرت سخاوی نے یہاں کثرت رائے کے اعتبار کی تفسیر کی ہے۔ لیکن اس مسئلہ  
میں محض نے کچھ نہیں لکھا ہے کہ یہ حکم کیا صرف نبی کے ساتھ خاص ہے یا ہر وقت بھی  
اس حکم کا خالص ہے؟ مولانا ابوالکلام آزاد جو حضرت سخاوی کے سامع ہیں، انہوں نے

سے اور آپ کے سے خاص خاص باتوں میں مشرور کر لیا ہے کہ جب آپ کسی رائے پیش کرتے ہیں تو  
خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجیے (بیان القرآن جلد ۱ ص ۵)

تفسیر میں لکھا ہے:

”اس بار میں اس قدر اصل یہ ہے کہ جماعت سے مشرور کرو، پھر مشرور کے بعد کسی ایک بات کا حرم کرو، اور جب حرم کر لیا تو اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ، مشرور ہی اپنے عمل اور وقت میں مزدوری ہے۔ حرم اپنے عمل اور وقت میں، جب تک مشرور نہیں کیا ہے، نصیحت و حرم کا سوال نہیں اٹھتا ہے۔ لیکن جب مشرور کے بعد حرم کر لیا گیا تو وہ حرم ہے اور اگر کسی رائے کا نکتہ چینی کوئی مخالفت اسے ضرر نازل نہیں کر سکتا، امام کے لیے مزدوری جو کہ جماعت سے مشرور کرے، لیکن اس قدر ہی یہ بھی مزدوری ہے کہ صاحب حرم ہو جائے۔“

مولانا آزاد نے ترجمہ اس مسئلہ کی پوری وضاحت نہیں کی ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک مشرور جو کسی فعل پر اس کی تنہید کے لیے لازم یا مکی ضرورت ہے اور پتھن کے ساتھ شرعی کے فیصلے پر مجھے کی معین ہے۔ ابقہ مولانا محمد علی پاکستانی نے اپنی تفسیر ”مدلت القرآن“ میں اس مسئلہ کی پوری وضاحت کی ہے اور حضرت تھانویؒ کے مسئلہ کی تشریح کی ہے۔ البتہ اخیر میں اس کی مراجعت کر دی ہے کہ اگر اولین احکامات کے کی صورت میں اپنی صاحبہ کے مطابق کسی ایک صورت کو اختیار کر سکتا ہے۔ خواہ وہ اکثریت کے مطابق ہو یا اقلیت کے ابقہ اس پر اپنا اطمینان حاصل کرنے کے لیے جو مصلحت دوسرے دلائل نظر کرے گا۔ اس طرح اکثریت کا ایک چیز پر متفق ہونے بھی بین ادوات سے اس کے لیے سبب اطمینان بن سکتا ہے۔“

حضرت تھانوی رضی اللہ عنہ سب اوصاف انصاف تھے۔ اس لیے احکام کے مستند و واستخراج میں حنفی مذہب کی پیروی کرتے ہیں مگر ان کے حواشی پر انکار نہیں ہے۔ بکری

”صحبہ خفیت“ لفظ لکھا ہے۔ اس لیے ہیں ان کی تفسیر ”بیان القرآن“ میں موت دہی استفرار کے لئے ہیں۔ جن کی احکامات نے تشریح کی ہے۔ اس لیے احکام و مسائل کے ماحول کے بیان کے وقت تفسیر ”درج السالی“ جو حنفی مذہب کی تفسیر ہے اور احکام و مسائل میں خفیت کو راجع قرار دیتی ہے اس کے ماحول و آثار یہ ہیں اور تفسیرات اپنی تفسیر کے اندر ماحول کی وجہ جہالت میں درج کرتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ جو حنفی متفکر تھے اور تقلید سے آزاد اس کے لیے واجب قرار دیتے تھے اس لیے اپنی تفسیر میں بھی بکری و گوشت کی تردید کرتے ہیں جو آیات کی تفسیر کے ذریعہ تقلید کا حرم جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیت:

فَاِذَا قُلْتُمْ فَذَرُوهُنَّ مَا زَوَّجْتُمُوهُنَّ فَهِنَّ لَكُمْ اَوْلٰى بِالَّذِيْنَ زَوَّجْتُمْهُنَّ  
اَنْصِبْنَا عَلَیْهِ اَبَاؤَنَا وَ اَوَّلٰؤُكَانْتَ اَبَاؤُهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا  
وَلَا يَفْقَهُوْنَ دَوْلَةً

کے ذیل میں علامہ کے ملاحضات دیکھئے:

”مطلب یہ کہ وہ خود باپ دادا کی شریک و شریکہ ہوا تو تھے اور انک کی دو صورتیں ہوتی ہیں، اور اس لفظ کتاب سے جس کو بابت سے تفسیر لاریہ اور ملت حکم کتاب سے ہوا تو اس کے عمو کو ملنے سے تفسیر لاریہ اور دوزن سے ماریا تھے۔ ایسی شخص کی تعلیم سے کیا گناہ ہے اور یہ تعلیم جس کی ملکیت حرم نہیں کی کہ وہ دین میں اور اوقات دین کے اور اس سے بھی مہم ہو گیا کہ اگر کسی بزرگ کی نسبت دین میں ستر سے بہت ہو جائے تو اس کا قول مستند الیہ نہیں شری ہو تا ہے خواہ وہ دین شری ہو یا قیاس۔ وہ شخص مشرور یا باغ اور تقلید کے قابل ہوتا ہے۔ جب تک کہ اس کے قول کو کسی دین مرنے کے خلاف ہوتا ثابت نہ ہو جائے۔ پس تقلید انصاف بہترین کی ذمت میں اس آیت کو چھوڑ دینا محض بے اصل ہے کہ اس سے تو



اور اس تعلیم مجتہدین کی دین کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔

اس عبارت سے یہی معلوم ہوا کہ وہ ہر حالت میں تعلیم کے تائید نہیں ہیں بلکہ اگر کسی نے قوی کسی دینی مرتبہ سے سائن ہوں، تو اس قویوں کی تعلیم نہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت صفاتی حکام کی تشریح میں روح اسماعیل کا وہ تفسیر، امری سے کہیں در لیے ہیں، چنانچہ ان کی ہر کام، ان کی تفسیر بیان القرآن میں ۱۲۰ ہے۔ اس طرح جزئیات کے بیان میں علامہ ابن عربین شاہ کی کتاب ربنا القرآن اور القرآن کے حوالے ملتے ہیں علامہ شاہ کی کتاب تفسیر فضلی کی مستند ترین کتاب ہے۔ اس لیے حضرت صفاتی جو سب بھی تشریحات کا لکھتے ہیں وہ صحیح ترین قول پر مبنی ہوتا ہے۔

حضرت صفاتی نے اپنی تفسیر میں حکام و سائن کے استیلا و استیلا کا جو طریقہ اور مبارک نام لکھا ہے، اس سے بیان القرآن کے حکام کرنے والوں کو مذہب کے سلسلے اس حیثیت کا اظہار ہوتا ہے کہ فقہاء مجتہدین نے سائن کا استیلا اور صفاتی عقل قویوں سے نہیں کیا ہے بلکہ ان کی بنیاد قرآن و سنت میں ہے اور حکام و سائن کی تخریب کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اسطور نے مختلف مقامات پر استیلا کا اصول لکھا کہ اگر کیا ہے اور سنت و روایات و قیاس کی تشریح کیا ہے۔ حکام و سائن لکھتے وقت احادیث و روایات کو مستند کتابوں سے لے لیتے ہیں، چنانچہ ان کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، احادیث و روایات کا طرہ ہوتا ہے، جیسا کہ علوم ہر ایک حضرت صفاتی قیاس کے قابل تھے اور عقول و قیاس کی اسطور نے خود ہی کہ جس وقت یہ تفسیر لکھو گے سب سے سائن سائن کا ایک طبقہ ہوا ہے کہ قبل حدیث کہنا، اختصار سے کہ سائن کے تعلق تعلیم کی نہ کرنا، اور کہ قیاس رسول اللہ، شیعہ، ائمہ و سائن کا طرہ عنایت ہے اور ہر طرح خاص مشغلات و غریب کی ابتداء ہر ایک تفسیر کیا ہے۔ مستندات فقہاء کی ابتداء عادت کے طور پر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے غائب و غائب ایسا ہی ہے جیسا کہ مشغلات تفسیر ہر ہر ہوا ہے کیونکہ تفسیر شریعت اللہ کا وہ کوئی چیز نہیں، بلکہ اللہ ہی کے نازل کردہ اصول و حکایت کے تحت ان کا استخراج ہوا ہے

اس لیے احمد قسیدہ میں اصول و حکایت کے اوپر انحصار کرتے، دوران سے مستخرج جزئیات کا انحصار عقل و قوت و دلائل، متبادر سے لا مشیر تھا، جو عقل ہے۔

حضرت صفاتی نے ان تمام آیات کی کچھ تفسیر کی ہے جن سے تعلیم و قیاس کے حکول و ابطال تیس و ابطال تعلیم کے لیے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ سورہ اسرار کی آیت ملتے باہلے انکسار سے خدا اللہ کا کلمہ سوا بیجا ہوتا ہے کہ کی تفسیر میں تعلیم، عقل و تعلیم میں مشرور کا فرق ہوتا ہے اس اصول سے نکلا ہے کہ

• ہر تعلیم جوہر ابی سلام میں بے شائع ہے وہ مشرور ہے اور عقل تعلیم کا ابطال کیا گیا ہے وہ ابی کتاب کی باقی تعلیم کی اور تعلیم مشرور اس آیت کے ذیل میں داخل نہیں ہوگا بلکہ کامل سائن کی تفسیر میں جیسا کہ تفسیر میں جب تک کہ نفس تعلیم کو کچھ طبع ابیہاں کے عقول ہوتا ہے، ذہن و دلائل و دلائل کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

نہ جن قیاس کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا وہ قیاس کا قائل تھا اور تعلیم نفس کی مخالفت کرتا تھا۔ اس گروہ میں سرسید احمد خاں تھے۔ وہ قیاس کے قائل تھے بلکہ ہر جہر کے تفسیر ہونے کے قابل تھے۔ چنانچہ وہ تفسیر و اخلاق میں لکھتے ہیں:

”مذہب شیعہ امامیہ کا نہایت صحیح اور سائنس کا کہہ لایا میں مجتہد ۲ ہر ماخوذ کیا ہے۔ کوئی نفاذ تفسیر ہر ماخوذ سے خالی نہیں ہوتا“

اس سلسلے میں انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کے کتاب ”انتباہ فی سائل و دیباہ اللہ و اسانید واریت رسول اللہ کی طبع و دلائل کے ذخیرے کی اس طرح نقل کیا ہے کہ

لیکن عرب مجتہد احمد کا اختصار و اختصار تھا بلکہ انھوں نے تعلیم نفس کے خلاف جو کچھ لکھا تھا اور علماء احناف کی جانب یہ منسوب کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کے خلاف تجلی کے اندر وارد شدہ احادیث و روایات کو بدعت و خلاف لکھتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”دیکھو مثلاً جو مذہب شیعی مثنیٰ مذہب کے خلاف بتلائی میں ہیں مثنیٰ اس پر عمل کرنے کو بدعت اطلاق کیجئے ہیں، ورنہ ان سے بتلائی کو اس کتاب

میں کتاب اللہ کہتے ہیں۔“

سید احمد رضا کا یہ قول مذہب مثنیٰ کے مستند ہونے کا اٹھا ہوا تھا وہاں صاحب کے اسلوب نے اس امر پر کئی نشان دیے ہیں کہ یہ جن پر مثنیٰ عمل نہیں کرتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اسی قسم کے کلمہ کو درج بیانات کے ساتھ لکھا ہے:

”اور جو تھانویؒ صاحب اسلام میں اب تک سے وہ شروع ہے اور اس آیت کے معنوں میں، عمل نہیں کریں گا مکمل سنی طریقہ متبعین میں جب تک کہ نہ صرف عملی مگر کلمہ بھی اجماع کے خلاف ہو، آیت نہ ہو، ورنہ نہیں مباح ہے کہ مقدم رکھا جائے۔“

اس عبارت سے انھوں نے اس لطیف کی نشاندہی کر دی ہے جو تھانویؒ کی تھی کہ مثنیٰ، متعدد کو جمع کر کے اپنے اسناد کے احوال پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی دوسرے علماء رو بہ رجاء جہاد کے وہاں سے کہہ رہے تھے کہ شیعی کرتے ہیں البتہ، جہاد کے جو شرعاً ہیں ان کو وہ ضروری قرار دیتے ہیں، اور جب کہ معرہ ملازمین کے معنوں میں ان سے ان کی باطنی شخصیات نہیں پائی جاتی تھیں، اس لیے جہاد جہاد کو بدعت قرار دیتے تھے، اس کے برخلاف جن لوگوں نے جہاد کی تائید میں اپنی قوت مرثیٰ کی تھی، وہ جہاد کی مذمت میں دعوے سے کام لے رہے تھے، اور جہاد کی تائید میں اپنے آپ کو قابل جہاد قرار دے کر ماضی کا استہساں شروع کر دیا تھا، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے یہی کہہ کر فرمایا۔ ”اس میں سے چند ماضی معرہ میں اپنی قوت اجتہاد کے کام لے کر استہساں کرتے رہے، کیا مثلاً جو تھانویؒ لکھا تھا، چنانچہ انھوں نے بہت حرمت علیہ السلام لکھتے والے دم

”لحم الخنزیر وہ اھلک لہ فیما فیہ بہ والحقنہ والمقربۃ والمطہرۃ“ کی تفسیر میں لکھا ہے:

”اس سے مراد جہاد میں، لہذا اگر ضرورت ہو کہ اس میں داخل نہیں ہوں گے جو جہاد میں شرکت کا نام لکھا، اس لوگوں کے لیے ہاں نہ ہے۔“

اس کے خلاف حضرت تھانویؒ نے دیکھا کہ آیت کی تفسیر میں جہاد مختلفہ کو بھی وارد عمل میں داخل کیا ہے اور اس سبب کے اجتہاد کی تہذیب کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جیسا کہ مختلفہ بھی وارد عمل ہیں، لاکہذا اہم بعض المعرفین نے

حضرت تھانویؒ نے اس طرح معرہ کے تہذیب کی لطیفوں کی نشان دہی بیان ہوئی، ”یہ بیان ہوئی“ میں کہ ہے، جن کا اجتہاد، تو حریف مثنیٰ میں پہنچ جاتا ہے، اس لیے حضرت تھانویؒ قریب حریف مثنیٰ سے معذرت کر کے یہ معذرت کا اتباع کرتے ہیں اور تہذیب کی لطیفوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

”مذہب“ اطلاق کے درجہ پہنچے یا اسناد پر جہاد ایک معنوں میں لکھا ہے۔ ”تہذیب“ اطلاق

۱۴۳۵ھ

تفسیر بیان القرآن، ص ۳۵، ص ۳۴

تہذیب، ص ۱۱، ص ۱۲

ص ۱۱، ص ۱۲



بادیات کا تیسرا سقا اس لیے تفسیر ملا کہ یہ ہے اور غرض کہ یہی جو کمال تحقیق اور جامعیت کے شان ہے۔

ادام داری نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ عمار کی تین قسمیں ہیں:  
 عالم باشد، دوسرا عالم برتر باشد، و تیسرا عالم باشد و برتر باشد۔

یعنی ایک عالم وہ ہے جو اس کے قانون اور فرائض کو جانتا ہے اور دوسرا عالم وہ ہے جو قانون شریعت کو تو نہیں جانتا لیکن شکیات و صفات کی معرفت رکھتا ہے۔ تیسرا وہ جو ان دونوں چیزوں کو جانتا ہے۔

حضرت سقا کوئی ایسی تیسرے طبقے کے عالم تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معرفت اور طریق معرفت دونوں سے سزا دیا تھا اس لیے ان کی اس تفسیر میں یہ دونوں شایع ہو رہے ہیں۔ اسی لیے اس تفسیر کو کچھ کر پڑھنے والے کو ہم احکام اور معرفت ذات و صفات دونوں کے اخراجات سے کاف مشرب صدر شیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سقا کوئی نے خود بھی فرمایا ہے کہ میں آئین کی تفسیر میں سمجھ کر ایک ایک ہفتہ تک جانا اور جب تک سمجھ اس میں منہاب اللہ شرب صدر نہیں ہو جانا تھا اس وقت تک میں ان کی تفسیر میں تلم نہیں سٹھانا تھا۔

ان استقامت کے علاوہ جہاں مولا، سقا کوئی نے احکام کی بات کی احادیث سے تفسیر تو شریعت کے ہے وہاں ان سے متفق فقہی احکامات کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔ مولا نے یہ تفسیر جامع حدیث و فقہ نظر کی ہے۔ اپنی اس تفسیر میں مولا کوئی نے کئی آیات قرآنی سے مسائل و فقوہ کو بھی جو کچھ مستنبط کیا ہے اور ملوک کے ہر مسئلے کا آخر بیان کر دیا ہے۔ اسی لیے یہ تفسیر جہاں حدیث و فقہ سے کچھ غور ہے وہاں احسان و فقرات سے بھی غور ہے، اسی لیے اس تفسیر کو جس طرح محدثان اور متنبیان طرز کی کہا جاسکتا ہے اسی طرح صوفیان اور فلاسفہ بھی کہا جاسکتا ہے۔

ایک تفسیر کی بات یہ کہ کوئی ایک وقت حدیث و فقہ اور فقرات میں کر کے زیات کی تفسیر لگائی جو ہر معنی تفسیر میں خاص حد تک کی گئی تھی جس میں تفسیر ابن کثیر

تفسیر و مشہور و مزبور معنی تفسیر خاص فقوہ اور طریقت کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ جیسے شیخ علی الدین ابن عرب کی تفسیر اور میں تفسیر میں غلط کلام اور عقائد کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں لیکن مولا، سقا کوئی کی تفسیر بیان القرآن ان علوم کی جامع ہے جس کی نظر اور ذہان میں شکل سے طے لگے اس لیے اگر اس تفسیر کو حدیث و فقہ کا تفسیر نہ کہا جائے تو کم از کم تفسیر الفقہ و فرائض نہ کہا جائے کہ یہ اس کے جہاں استاءد کو دیگر تفسیر میں یہ خصوصیات کیا نظر نہیں آتی ہیں۔

تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات کے جو اشارے مذہب بالا سطور میں کیے گئے ہیں ان کا ایک مختصر جائزہ کچھ حوالوں کے ساتھ پیش ہے۔

۱۔ مولا، سقا کوئی کو، مولا القرآن کے معانی تفسیر میں اس طرح چپ نہیں بیٹھے کہ وہ مسلمان ہر کوشش کر کہیں تو وہ ان سوالی کو کتب ثنات سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک کی آیت

اِنَّمَا حَرَّمَ ذَاكَ لِكُلِّ قَوْمٍ مَّا تَعْلَمُ اَنَّهُ فَوَاحِشٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَوْ ذٰلِكَ

اَلْيَقِظْتَ فِيْهِ النّٰفِثُ وَ اَلْمُتَبِیْرُ ۝

اس احادیث سے معانی ثنات کے مذہب مولا، سقا کوئی نے اپنی تفسیر میں واضح کیے ہیں کہ مولا کی تفسیر صحیح عربی تفسیر ہے تفسیر بیضاوی کی اور بلا میں شریعت میں بھی نہیں کی گئی ہے۔

۲۔ غور۔ مشیطان کو جانتا ہے وہ اب دوسرے مذہب سے تمہارے آپس میں عداوت اور معنی واضح کر دے۔ مولا، سقا کوئی کی تفسیر بیان القرآن خود، طبع و سحر و لفظ پر ہے۔ اس تفسیر میں قرآن سراسر اس کے نہیں کارہ اور کچھ مشیطان یہ کوئی کی معانی فقہ و عداوت اور معنی کو خراب اور برے سے، سحر، حق و

تفسیر کبیر، صدر، ام، علی۔

تفسیر بیضاوی، تاحی، بیضاوی

تفسیر طبرانی

تفسیر جلعین، جلال الدین، اہل کمال عربی تفسیر ہے جس کا حوالہ تفسیل سے الاطعمہ جلد اول  
درکلی کے اوشین دوم میں جلد سوم ۲۲۲ میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ تفسیر بیان القرآن میں یہ خصوصیت بھی ملتی ہے کہ برصغور ص ۱۰  
تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں وہاں سیلاب و نالہ و رانیہ کے ساتھ وفات و فرادیتے ہیں  
بجیہ قرآن کریم کی آیت ہے۔

”وَيَسْأَلُكَ رَبُّكَ عَنْ نَجْمِكَ فَقُلْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ يَسْأَلُونَ  
عَنْ نَجْمِكَ الْفَلَكِ فَتَسْأَلُهُمْ فِي مَا دُونَ مَا وَالْاَرْضِ عَلَيْهِ“

ترجمہ: توگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا فرج کریں آپ دریا کی  
بتنا آسمان ہوا، اللہ تعالیٰ اس طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے  
ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے مسئلے میں سوچ سکو یا کرو بلکہ  
اس آیت کے مسئلے میں تحریر فرماتے ہیں ایک مفردان معنوں نالہ کر۔

### حکم شانزدہم مقدار اتفاق

”توگ آپ سے دریافت کرتے ہیں دریا فرات میں اکتنا فرج کیا کریں؟  
آپ فرمادیں گے بتنا آسمان ہوا کہ اس کے فرج کرنے سے خود پریشان ہو کر  
دنیا و ملکیت میں کیا کس کا حق ضائع کرے کہ خودی ملکیت میں چھو جائے؟  
شرعاً اس طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم  
احکام کا علم حاصل ہو جائے اور اس علم کو جسے ہر مل کے کرنے سے

۱۰ سورہ جبرہ ۲

۱۱ نکل بیان المستعان جلد اول، صفحہ ۲۵۔

۱۲ بدیع الدین، سراج المؤمنین علی نقی ص ۱۰۰۔

۱۰ پہلے دنیا و آخرت کے مسائل میں اہل احکام میں سوچ بیا کر دیا اور  
سوچ کر ہر ملامت میں ان احکام کے موافق مل گیا کرو، مثلاً فرج ہی کرنے  
کے واجب ہیں، میں کو دنیا و آخرت دونوں کے ساتھ تعلق ہے، دنیا  
کے ساتھ جو بہت بڑا حرج ہونے کے اور آخرت کے ساتھ جو بہت  
اکثر ثواب ہونے کے، پہلے سوچ بیا کر دو کہ فرج کرنا موافق کس کی ہے  
یہاں اگر ہر فرج کیا کر دیا اور اس کی تفسیل یہ ہے کہ اگر کسی  
مصلحت میں فرج کرنا ہے تو مطلقاً ناجائز ہے اور اگر طاعت میں فرج  
کرنا ہے تو طاعت مردود جو فرضیت تک پہنچتی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ  
تو فرج کرنا فرض و واجب ہے اور اگر حرج تک ہے جیسے سولی  
غیر ضرورت تو اگر کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہے تو فرج  
کرنا ناجائز ہے اور اگر کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر  
صبر نہیں کر سکے گا تو بھی ناجائز ہے اور اگر وہ عمل طاعت سے  
بلکہ بوجہ ہے جیسے کو فاکر و لائز میں، تو اگر نیت تقویت علی الطاعت کی  
ہے تو ثواب ہے اور اگر نیت تقویت علی المصیبت کی ہے تو گناہ ہے  
اور اگر نیت دل ہی خوش کرنا ہے تو بوجہ ہے، اس آیت میں نقل صدق  
حاکم مذکور ہے، اس کی جو شش و شش میں مقررے آثار ترجمہ میں اس  
طرح ۱۸۱ اشارہ کر دیا ہے اور اس تقریر میں تفصیلاً لکھ دیا ہے۔

۱۰ مصلحتات ترجمہ من احکام کو سوچ بیا کر دو، ۱۱ مصلحتکاروں کی نیت فی سیرتہ و ان حرجہ  
۱۲ جامعہ تصدیق و اطمینان تفسیر کن بعد تصدیق ۱۰۱ اول کو انی درج الحان تا شہد  
۱۳ بیان القرآن جلد اول، ص ۱۰۰۔

۱۴ نکل بیان القرآن، سراج المؤمنین علی نقی ص ۱۰۰۔

(۲۱) تیسری خصوصیت بیان القرآن میں ہے کہ مولانا متفاد حق میں کایت کی تفسیر اس دلائل سے پیش کرتے ہیں کہ بعض مشہور کتب میں بھی تیس تیس اور ایسے دلائل ہمارے حضرات تک کے لیے بعض حجت اور طائیت قلب کا موجب بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا نے دلی مضامین کی دیگر تفاسیر کے حوالوں کے ساتھ ضامیت وضاحت اور ضامیت کے پر اسے میں اس طرح پیش کیا ہے جو عام طور سے کتب تفسیر میں نہیں ملتی۔ مثلاً وضاحت کا معنی سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَحَدَّثَنَا وَفِيضًا نَكْشُورُكَ شَهْرًا مِمَّا يَأْتِي مِنْ مَعْنَى كَوْنِ لِيْنَا  
مراد ہے جس کی تفصیل مولانا کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے:

"اور اصل وضاحت کی صورت جو تیس تیس میں ہے قرآن ہی میں فرماتا ہے کہ ہر ایک فرد ایک اس صاحب پرستی ہے کہ نقل وقت محل ہے جو کہ ہے اور اکثر وقت مضامین رضاعت و دوران مجرب سے اشعار مال ہر گیا۔ اب بات کہ ایک چیز کی اصل مدت فرماں اور دوسری کی اکثریت سے اس کی وجہ ہو کہ ہے کہ مضبوط کیا کرتی ہیں بظاہر اکثریت محل کے کہ کسی دلی قسلی سے مضبوط نہیں اسی طرح قس مدت مضامین کے کہ وہ کیا مضبوط ہیں اور اصل مدت محل ہے بچہ ہونے کے متعلق روح الامانی میں پائیز اور ابین سینا لاشٹا لکھا ہے مرن پائیز مدت نامہ کی برائی کایت میں ہے جو کہ ہے چار دن زیادہ کے کئے اور سنہ کی ہے کہ جو کہ کو عادت خالی پر محمول کیا جائے کہ محل زیادہ اور مدت مضامین ہونے دو سال کہ اکثر مرتب دو سال کے نقل و دو چار طاق ہیں اور درک میں امام ابو حنیفہ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ علامہ ابوالکلامی گوید میں امام ہاتھوں میں لیے بچہ بنا ہے

جو کہ امام شافعی فرماتے ہیں غالب القرآن ہے میں اس تفسیر میں یہ آیت دال ہو گئی کہ مدت رضاعت کے اطفال سال ہونے پر عیساکا نام موجب کا مذہب ہے اور امام شافعی نے ان مقام میں اس کی ترتیب ہو کہ اقول حل فی بطن، بچہ دوش، بچہ حمل، باکف اور رضاعت اور حرمین کا میں کا جواب یہ ہو کہ سارے روز مدت مطلق رضاعت کی نہیں گذر رضاعت باکفرت کی ہے۔ میں کتب تک باپ سے دودھ پلانے کی اجازت لی جائے گی اختر کہتا ہے کہ اگر غرضی مجبور کے قول پر ہی ہے کہ گرا قیاط ہے کہ دودھ پلانے میں تو دو سال سے ناکہ نہ جائیں۔ اگر کسی سے دو سال کے بعد پیا ہو تو نکاح میں اشتیاق کیا گیا۔"

امام احمد مذہب بالاتر پر سے بات واضح ہو گئی کہ اصل میں اس لیے مدت رضاعت امام غفرلہ کے نزدیک دو سال سال ہے "دارک السنن والی تفسیر امام غفرلہ ابن نفیسی میں اس معنی کو نقل کیا گیا ہے۔ دوسری کی مدت اس وقت کے لیے ہے جب عورت اور مرد کے درمیان اختلاف کے سبب حدیث ہر ہی ہو تو اس کی مدت صرف دوسرے کی ہے اور خود لیس کے کا یہ کہتے ہیں کہ اذ انے شیخہ الرضا فہ اس وقت کے لیے فرمایا گیا ہے

امام شافعی کی چوتھی قرنیہ ہے کہ وہ سال جو ماضی قدر سے متعلق ہیں گہری فکر و فکر کے ساتھ پوری تفصیل سے بیان کیے ہیں کسی مسئلہ کو تشدد و اقص نہیں چھوڑا خواہ مسائل طلاق ہیں یا مسائل حاکم وغیرہ ہوں۔

۵۱) پانچویں بات یہ ہے کہ تفسیر بیان القرآن میں مولانا نے زیادہ تر فقہی مسائل ایسی

۱۔ حلقی بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی، جلد ۱، ص ۸

۲۔ تحت جلدوں میں ان کی تفسیر ہے۔ مخرج ابن عمر بن ابی بکر، دارک السنن والی تفسیر فی حلقہ کے مسخر ہے۔ بحوالہ نظام، جلد ۱، ص ۱۹۲

۳۔ اس کو پہلے میں لکھا اور بعد میں چھوڑا تین ہیں۔

۴۔ امام شافعی سے مخرج ہے۔ جلد بیان القرآن، مولانا تھانوی، حلق، بیان القرآن جلد ۱۔

مولانا تھانوی مخرج

کتابوں کے حوالوں سے نقل کیے ہیں جو اس وقت موجود علماء میں معتبر و مستند سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے درخشاں، اس کا کلام شریف، رداۃ المفکر اور ہدیہ وغیرہ۔

(۶) چھٹی خصوصیت تفسیر میں یہ بھی ہے کہ جو مفسرین علماء متفکر اور علماء متفکرین کے درجہ پر تعلق رکھتے ہیں، اس میں مفسرین کے نقل اور تفسیر پر ترجیح دینی ہے۔ اگر نقل میں ہے تو اس کو اپنا ہے ورنہ دوسرے کا جو حد تک ہے جو نقل کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً جیسے اہل حدیث نے حادثہ کا تفسیر ہے کہ جو مفسرین اس لیے سمجھتے ہیں کہ اگر مارا اور ضربت میں فرق تھا تو اس میں اور کھلم کھلا امتیاز ظاہر کریں گے کہ اگر مارا اور چل کیا جائے گا تو اگر کوئی خواہ اس کو کوئی کرے اور یا جو دوسرے یوں میں مانجے سنا دے اس کے ذریعہ دیکھ کر درست حاصل کرتے تھے۔ مولانا سنا دے لکھنے کے ساتھ کہ تفسیر قرآن کریم کی آیت "وَأَشْمَاتُ مَا أَشْمَكُوا" انجلیہ کے تحت ملاحظہ فرمائیے کہ تفسیر میں بہت تفسیریں لے کر یہ کہ ہے کہ مفسرین نے ان کے چند قواعد حیات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

”جب دنیا میں جاؤ گے کراچیاں چاہتا تھا خواہاں میں تو بیوقوفوں کے سمجھتا ہوں کہ  
عزائے تعالیٰ کی عزت سے مل جاتے ہیں ان میں اور جاہلوں کے ہمارے حرم  
لوگوں نے متاثر ہو کر دیا۔ اس بنگلہ دار ہتھاکو اور کتنے کے لیے اس نے تعالیٰ  
نے اہل کے تمام پرورد فرشتے ہدایت و معاونت لایا۔ یہی ہے کہ اس کی محبت  
ساتھ کہا۔ اے اور لوگ جاہلوں کی بیروی اور غلط فہم سے بھرا ہوا ہے کہ  
ارشدوں کی کہانیاں یہ ہے کہ اس لیے نہیں دیکھو ماسوائے اور  
انبیاء میں فرق ہے، مشہور تھا۔ انبیاء علیہم السلام سے تمہاری امور کی

سے فرخرو: انصاف سے یہ لڑنا کہ جس کا جبر کیا کرتے تھے سب جان، حضرت سلمان علیہ السلام کی سلطنت میں اوزت سلمان علیہ السلام نے لکھیں، جان تو کیا کرتے تھے اس واسطے کہ جو کچھ کہیں گے کہ تسلیم کرتے تھے اس کا حکم جو وہ فرشتے پہنچا کر لیا گیا تھا اب میں علیہ السلام کی اہمیت و حرمت سمجھا۔  
تفسیر بیان القرآن، جلد ۱، صفحہ ۵۵

فہرست داری والا کام لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ تمام کام خیر فی خیر مشتمل ہوتے ہیں۔  
فرشتے اس لیے مغز کے گے کان سے وہ تمام کام لینے جاسکتے ہیں جو مغز  
اختیار دے دینا میں بغیر دوشہر کے نکالا ہے جاسکتے رہتے ہیں۔ لہذا ہر دست و  
معدت فرشتوں کے ذریعہ ہل میں توں کو کچھ کے مول و فروغ کا ہم  
کروا کے ایسے تاج و تاجاں سے پہنے کی تاکید کی کہ لوگوں کو مایوس کے من  
سے غرور و ادد و دلی ہو اور ان کو عالم انیب کی حرکت دیکھیں۔ عین جو  
ہر پٹا لٹا اور تاجاں ہے۔

ان انجیل سے متعلق ایک قصہ زہر کا بہت لمبی منظر ہوا۔ جو کسی مستند روایت سے ثابت نہیں۔ اگرچہ کہ ظاہر ہے اس قصہ کو کسی ادیب کے خلاف دیکھتے ہوئے ہر دہش کو یقین ملا کہ مسلمانوں کی رائے کے مطابق ان بات کو خفیہ کرنا۔ جس سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو کہیں قرآن کریم میں خود کو جگہ حضرت سلیمان کے قصہ کے ساتھ ملتا ہے۔ **فَلَمَّا دَاوُودَ مِثْلَ ضَلَالٍ تَارٍ** افسوس یہ سنا **فَعَمَّوَتْ فَكَانَ يُعْنَىٰ**

ترجمہ: ہم نے داد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑوں،  
داؤد کے ساتھ بارش کرو اور پہاڑوں کو بھی حکم دیا۔ ہم نے ان کے  
واسطے سوچ کر دم لیا کہ تم چرنا دینی بناؤ اور جوڑے میں افزائش کرو  
اور تم سب نیک کام کرو۔ میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں۔  
میں تمہیں سزا دے گا۔

ہو حضرت والد علیہ السلام کو یہ انصاف عطا فرماتے کہ بعد اللہ تعالیٰ نے  
 علم دیا گویا ہجرت اور حضور پر تجریم استغفار کا دار اور بیک کا حکم کرو  
 میں اختصار سے سب کے اعمال سے، خبر ہو۔ اس لیے رعایت و حدود کا  
 پورا اہتمام کرو، امین حضرت والدہ کے خزانہ مر حضرت علیہ السلام  
 سب کو اللہ سے ختم عطا فرما کر منصب پندہ کے باوجود حکم لاکھ و اوروں

اعمال کے جائزہ پر باخبر ہونے کی اطلاع دی۔

مورہ کا سٹاف لازمی کے یہاں اس حد تک آیت کی تفسیر کی گئی ہے اور ان مصرعین کے طعن خراب نے حضرت راؤ کو دیکھ اسلام کے واقف کی تفسیر شفقت اللہ سے کہ ہے مولانا کے تفسیر میں اچھے واقعات اور تفصیل سے گزر چکا ہے۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ شجر مرموزہ سے متعلق قرآن میں ذکر ہوا ہے اور انشرب الفرت سفان کی بھول کو ذکر فرما اس طرح کیا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمَخْتَالَ ذَا ظَنٍّ يَذَّكَّرَ وَمَنْ يَدْعُ مَا

ترجمہ :- ہر آدم کو ایک حکم دے کیجے کتنے سوائے اس کی عظمت ہوگی اور

ہم نے اُن میں بھیجیں پانی۔

یعنی مولانا استاذ دینی اس کی تفسیر میں یہ وقت درایت ہے کہ حضرت آدم کو ایک بھول صہیت میں شمار نہیں ہوتی بلکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی نوزدہ کی حالت میں کھانے سے بچے اس کو یاد دے گا کہ وہ نوزدہ وار ہوں۔ سیر کا اپنا مجھڑو ہے اس صورت میں اس کا نوزدہ ہونی سے کہہ گا اور وہ نوزدہ ہونے کے لئے کہ لڑائی سے بچنے کی خاطر بلکہ ترجمہ (سیر) عہدہ عزت ظالموں کو نہیں پہنچتا اور حضرت آدم علیہ السلام کو یہ نہ ہونے گئے اور ان کی یہ قرآنی بھول میں ہوتی ہوتی اس لیے اس کو نوزدہ قرار نہیں دینا چاہیے اس کی تفسیر مولانا نے وضاحت سے طے چکان الفاظ میں تحریر کر چکا ہے۔

”اور میں وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے بہادر و کار نے چند باتوں میں دیکھا اپنے احکام میں سے اور وہ ان کو پورے طور پر سمجھا دیا اس وقت حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو اس کے کلمہ میں نبوت دے کر باہمت بڑھا کر لوگوں کا مستند بناناؤں گا۔ انہوں نے منوں

سورہ طہ ۱۰۷، طہ ۱۰۸، تفسیر بیان القرآن، مولانا سٹاف۔

کیا میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو نبوت (نبی) ارشاد ہوا، آپ کی یہ درخواست منظور ہے۔ گزرا کا غلط اسٹیشن میں سے کہ میرا یہ عہدہ (سورہ طہ ۱۰۸) (قرآن) کرنے والوں کو ملے گا اور اچھے لوگوں کو صاف جواب ہے۔ ایذا کا باعث کرنے والوں میں سے بعض کو نبوت دیا جائے گا۔

اس تفسیر کے بعد آگے مولانا نے بنا کر اس کی تفسیر کی بہت اچھے انداز میں مثال کے ساتھ پیش کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہے:

”امتحان دو فرقوں سے ہوتا ہے کہ پہلے تو اس واسطے کا امتحان کرنے والا خود اس شخص کی حالت و دیانت و دیانت کرنا چاہتا ہے، مومن، متحان، نیا تو نوات حق میں محال ہے کہ کوئی ان کو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہے اور کبھی امتحان لینے والا خود تو جانا کرتا ہے لیکن اور دیکھنے والوں کی نظر میں اس حالت کا پیش کرنا سطر ہوتا ہے تاکہ امتحان دینے والے کی عظمت ثابت ہو جائے اور دوسروں کو شکایت محرومی یا قریح کا موقع نہ دے یا اگر امتحان کسی مجرم کا ہے تو خود دیکھ اسچل میں انصاف کرے اور دوسرے بھی مستعد ہو ورتہ کی کارکنیں قریب امتحان لینا حق قرار دے کہ شان کے خلاف نہیں جوں کہیں حق قتال کا بندول کو امتحان کرنا مذکور ہے واپس کی دوسری قسم وہ ہے اور وہ اس کتابوں میں کئی طرح لکھی ہیں۔ بہر حال کچھ احکام میں آتے اور یہ امتحان اگر ایسے وقت سے کہ ہندو عظمت کو احکام پہنچانے کا آپ کو حکم نہ ہوا تھا تو امتحان کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو احکام پہنچانے کا حکم دیا جائے گا جو حاصل ہے نبوت کا۔ یہی اس قول پر اس وقت دی تو نازل ہوئی تھی لیکن اس وحی کی تبلیغ کا امر ہوا تھا اور اگر یہ امتحان ایسے وقت سے کہ تبلیغ وحی کا کام بھی کرنے لگے تھے تو امتحان اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ جتنی



امت ہے۔ محمدؐ اور ترقی دلا رکھا۔ خلافت آپ کے زمانے ہی میں اور لوگ بھی اسلام کی کثرت لادیں گے یا آپ کی شریعت آپ کے بعد بھی ہزاروں گند رہے گی، جو کہ سب سے بڑا نعمت اجرو ثواب لاکھوں کو ایک بار کے پلنے کے ثواب میں اس بارہ کا اتنا لے والا بھی شریک جتنا ہے جیسا احادیث میں بھی ہے تو یہ کہیں اس ثروت کے آثار سے ہے۔ پہلے ہر صورت میں عامل اس کا ثروت کی تکمیل ہے اور اس میں یہ قید لگا کر جہاں کو ثروت ملے گی وہ ظاہر ہو جائے ہے عزت انبیاء علیہم السلام کے معصوم اور بے گناہ ہونے کی کیونکہ ہر گناہ و خطیہ ہندی ہے احکام کی اور یہی حقیقت ہے ظلم کی اور دوزخ کا شہ بہر نامہ ارشاد ارشاد ہمارے ہیں جو عزت و ثروت سے شرف ہو چکے ہیں بیشاد وہ گنہگار نہ تھے نہ قبل ثروت نہ بعد ثروت اور جن قصوں میں ایسے امور رقم ہو جیادہ واقع میں گنہ گریاں۔

مندرجہ بالا تقریر ایک آیت کی بڑی مثالوں اور معنی دلائل کے ساتھ مولا کا طری بصیرت و ثابت کوشش کا یہ ثروت پیش کرتی ہے کہ لفظ بظنا شریک ماشیوں میں اس کے معاملے میں امامی ظاہری فخریہ طرح سے فخر ملنے ہونے اور دوسروں کو ملنے کرنے کا اصل انداز بیان جو مشرق ہونے کے ساتھ جان بھی لکھتا ہے اور اس کی تفسیر کہ فرشتہ کو اتنے اور بھیجنے کے لیے اس حق و فرست فوق اور طہیت کی ضرورت ہے اس کے بجز مولاؑ کے لڑکھنوا بھی انسان نہیں۔

ساتویں خصوصیت یہ کہ کلام محمد کے معنی ان مقامات پر جہاں علامہ مفسرین کی رائے مختلف رہتی ہے کہ آیا یہ دوسری مرتبہ علیؑ سے پہلے بھی ہے۔ مثال کے طور پر کثرت قرآن کریم "و کہو کہادے فیہ جہا انہما الا انہما فسدنا" اور اس علم کی دوسری آیتیں

مفسرین نے جہاں دلائل عقلی پیش کیے ہیں نے نقل، لیکن مولاؑ موصوف نے نقل اور عقلی دلائل طرح کے ثابت فرمائے۔ تفسیر کے جہاں جہاں یہ معنوں موجود ہے اور کچھ حواشی میں نقل اور عقلی دلائل کے لفظ کے تفسیر کیا ہے۔ مولاؑ نے جس طرح آیت مذکورہ بالا کی روشنی میں اس کی تفسیر اور نقل دلائل سے نقلی ہے وہ تحریر ہے۔

زمین تھیں، اگر اشتقاقی کے سوا کوئی اور دوسرا (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں کیسے ہم پر ہم جہاں سے تھیں کہ وہ دونوں کے اردوں اور ان میں تو لازم ہوتا اور اس کے لیے فساد لازم ہے لیکن خدا داغ نہیں ہے اس لیے خدا عالم ہی منفی ہے۔ مومن تقریرات سے ثابت ہوا کہ اشتقاقی جو کہ ایک سے دوسرا کا ان اور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں کہ خود اللہ اس کے اور شریک بھی ہیں حالانکہ اس کی ایسی عظمت ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اس سے کوئی بڑی نہیں کر سکتا اور اردوں سے بڑی پر کسی کی پاسی ہے دینی اشتقاقی بڑی پر کر سکتا ہے۔ جہاں کو ملنے میں اس کا شریک نہ ہوا۔ سیم سببیت میں کوئی کیسے شریک ہو سکتا ہے۔ جہاں تک بطور ابطال اور نقص دوسرا حوالہ کلام تھا آگے بطور سوال اور شریک کے کلام ہے کہ کیا خدا کو کچھ دیکھنا نہیں ہے اور خود بنا کر کے جہاں سے کہیے کہ تم اپنی دلیل دے رہے ہو یا پیش کر رہے ہیں تاکہ تو سوال اور دلیل عقل سے شریک کا ابطال تھا آگے دلائل عقلی سے استدلال ہے؟ یہ میرے ساتھ دلائل کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے دلائل کی کتاب دینی قوت و دلیل و ثبوت موجود ہیں، جن کا صدق و منزل من اللہ ہوا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور جہاں میں گو شریعت ہوئی ہے، مگر قرآن میں شریعت ہی منفی ہے۔ جس جو معنوں ان نسبت







وطن اخصاً کو منسوب کیا جس میں ہمارے آؤں کی پائے گی اس میں اس  
کی اصل ہے جو زمین، بنی عربی سے منقول ہے کہ وہ کوئی نسبت اپنی وطن  
کر لیتے ہیں و سلع

مفسر جبرہ با تمام آیات قرآن کریم کے تفسیر اور تفاسیر جو یہ ایک کتابوں کے ساتھ  
پیش کردہ تفسیروں کے حوالوں کے ساتھ پیش کیا ہیں ان کے کافی حد تک مولانا کے کلمے ہوتے  
ہوئے تفسیر کا احساس ہوتا ہے۔ اگرچہ ماہیچے میں عربی تفاسیر کے حوالہ، احادیث کے حوالہ  
اس بات کے شاہد ہیں کہ اس تفسیر کا جائزہ بہت باریکیوں اور مشکلات کا حامل ہے جس کو  
گہری بصارت و بصیرت کے علاوہ کچھ کتب متون میں مولانا متنازعہ کی اس تفسیر سے زیادہ  
زیادہ نفع و فائدہ ہو کر عام لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اور اب تک جو کچھ لکھا گیا  
ہے اس سے کہیں زیادہ تفصیل سے مولانا متنازعہ کی خصوصیات اس طرح سامنے آسکتی ہیں  
جس طرح غلط فہم و سرسختی سے قلمی موتی جن کو کہہ سکتے ہیں جن کے لیے یہ مختصر انشاء  
گہرائی تک پہنچنے میں مدد دے سکتے ہیں تاکہ ہمیشہ بزرگوں کی خدمات سے عوام الناس کو  
فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

## تفسیر بیان القرآن کے تفسیری اصول

ہر علم اور فن کی بنیاد پر کچھ اصولوں پر قائم کی جاتی ہے تاکہ اس کے مقاصد اور مقاصد کا  
صحیح طور پر اندازہ لگایا جاسکے۔

اس باب میں ہم تفسیر جو علم، اسلامیہ کا بنیادی اور اہم موضوع ہے اس کے اصول  
پیش کیے جائیں گے۔ چند تفسیر کی روشنی میں تفسیر بیان القرآن میں مولانا اشرف علی تھانوی  
نے جو تفسیری اصول پیش کیے ہیں ان کا خصوصیت سے ذکر کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی  
شاہ ولی اللہ دہلوی کی الفراء تفسیر کے تفسیری اصول سرسید کی تفسیر القرآن، مولانا عبدالحق  
صاحب کی تفسیر حقائق (تفسیر فتح انسان) کے تفسیری اصول کا حوالہ دیا جائے گا۔ ان سب  
کے مختصر اور جامع ذکر کے ساتھ بیان القرآن کی تفسیری اصول کی اہمیت اور افادیت  
کا تئیں بھی کیا جائے گا۔ اور ہر قسم کے الگ الگ اصول سامنے آنے سے یہ بھی اندازہ  
ہر سکھ کر کن کن مضمرین کے اصول میں مطابقت ہے اور کتنے اصول ملحق اندازہ سے  
پیش کیے گئے ہیں۔

### تفسیری اصول (تفسیر حقائق (تفسیر فتح انسان)

مولوی عبدالحق صاحب نے تفسیری اصول پیش کرنے سے قبل اس تفسیر کا مقدمہ  
بہت تفصیل سے ادا کیا ہے۔ خود تفسیر حقائق میں جس کے بارے میں  
مستخرج ہے:

”پہلے وقت مقدمہ تفسیر حقائق کو جس کی وجہ سے ہم اردوں لکھا ہوں“

(۷) بلاغت و مقام کے متعلق احکام قرآن کو غور کیا گیا ہے۔

۹۸ کولہ حدیث غیر مستند کتب صحاح ستہ وغیرہ کے نہیں آئے۔

(۹) آیات میں ربط الہتمام کیا ہے۔

۱۰۔ مخالفین کے ان شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے حجازی واقعات و قیامت

مے شعلے تھے ان کا جہاں بے تحقیق طریقہ سے دیا گیا ہے۔

غیر مزدی شریکات کے بچنے کے خیال سے، در کسی خاص مذہب کی پیروی کا سید کر کے  
ہے اقتباس کیا ہے۔

مولانا عبدالحق صاحبؒ نے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں اپنی تفسیر کو اسے خیال کے

۱۰۰ الفخر الکبیر فی حمل التفسیر شاد علیہ السلام

نشاء معایب نہ یہ رسالہ زبان فارسی میں تصنیف کیا۔ اس کا اردو ادبی ترجمہ صاحب کی گہا یہ رسالہ ہم

ہدایت ہر ایک ایسے نئے اسلوب میں مد نظر آجواقل سے ہے

عدد ہے اور جس میں عدد اضروہ کی مضامین کا اضافہ ہوا۔ اس کے اس

کلام ہی نسبت فی علوم القرآن رکھا گیا ہے

۱۰۔ مثل قرآن کریم کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ نزول قرآن کے بعد ہے یہی عارف

دا عادت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اکثر تفسیریں سمجھاتے اور وضاحت کا

ہیں جو نصیر قرآن کریم کا پہلا ذریعہ ہیں اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جاری اور قائم

سے ہے بہت ہے۔ چنے بندوں کو قرآن کریم کو سمجھنے اس کے سانی پر غلط و تدبیر

یہیں عطیں، پھر ان کے قدمیہ و سروں کی اصلاح و تربیت کا ایک راستہ

سورتن کے قرآن و وضاحت کے بل جوامع بنائے حدیث و قرآن کے احکامات میں

ہر اسکول کی صورت میں مندرجہ ذیل ہیں جو مولوی عبدالحق صاحب



(۱) قرآن کریم کے واقعات کو نقل کرتے وقت نقل صرف بلا ضرورت دیکھا جائے۔ نقل  
بہی اسرائیل کی کہانے نہ نقلی یا مادہ اصحاب کہن کے کچھ کارنگ کیا احتیاج  
سب کے لیے تفصیلات ہوتی ہیں۔ محتاج ایسی ہیئتوں کو تفسیر اوقات خیال کرتے  
تھے۔

(۲) دوسرے شاہ صاحب کے نزدیک اسرائیل روایات کا نقل کرنا عام طور سے ایک مستقل  
ذہن بن گیا ہے جیسا کہ الفاظ الجبر میں وہ تحریر کرتے ہیں:

”اسرائیلیات کا نقل کرنا ایک ایسا بلا ہے جو ہمارے ذہن میں داخل ہو گئی  
ہے حالانکہ ناعدہ یہ ہے کہ ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب۔ اس قاعدہ سے دو  
بابر سلام ہوئیں۔ اول یہ کہ جب تک تفسیریں لازم کار کیا جان نہ رہیں تو  
صلی اللہ علیہ وسلم میں دستیاب ہو سکے گی اسرائیل سے نقل کرنا چاہیے۔“

لیکن اسی عبارت کے ساتھ دوسری جگہ شاہ صاحب احتیاطاً اور ضرورت کے تقاضے کے  
مقت پر تحریر فرماتے ہیں:

”اگر کوئی تفسیر یا ہر قسم کی طعن آیت کے ظاہر و باطن میں ایسا اشارہ  
کرنے والا نہ دیکھے اور اس پر اگر کرک جاتا ہے تو ایسے واقعات کا بیان  
کرنا مضرت کا فرض ملے۔“

شاہ صاحب کی ان اور ان عبارتوں کے بعد یہ یہ چلتا ہے کہ شاہ صاحب نے تفسیر میں  
غیر ضروری نداء سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن ضرورت پڑنے پر اس قید کا جناب بھی نہ  
کیا یا اس کے واقعات کی تفصیل سے گزر دیا جائے گا۔ یہ موع پر ضرر کا فرض ہے کہ وہ وقت  
اور تشریح کے ساتھ تفصیل اختیار کرے۔ شاہ صاحب کا یہی طرہ ہے۔ راہ اعتدال اختیار

سے لا قصد حق ولا تکن بیس والحدیث

۲۰۳ حضرت امیر المومنین علیؑ کے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی طرف سے تحریر شدہ ایک خط کا ترجمہ ہے۔

کی طعن اشارہ کرتا ہے۔

۲۰۴ قیہ انکہ شاہ صاحب نے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے آیات شرح غریب میں  
مفسر تفسیر صحیح کرتے وقت دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔

اول عربوں کی زبان کے ہرے میں کو کون محاورات عرب اور جملوں کو کن مواضع  
پر استعمال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا نزول عربی زبان میں ہوا اور اہل عرب کو زبان  
پر قدرت ہو گئی کہ جو سے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور محاوروں کو سمجھنا و بخار نہ سقا۔  
بلکہ وہ اپنی زبان و لہجہ پر انکار سے ہے۔ لہذا اگر قرآن کی تفسیر کے لیے مفسرین کو اس  
پہلو سے سمجھنا نہایت ضروری ہے ورنہ تفسیر کا نقل حق اور انہیں ہر سکتا ہو کہ وہ  
زبان کی ان غریب ہے کہ ایک کو کئی معنی مل سکتے ہیں اور ایک ہی لفظ میں زبان کا قیاس  
سے آتی درست کسی دوسری زبان میں شکل ملے گی۔ ثلث صاحب کی تحریر ہے یہ چہ  
ہے کہ زبان میں تو درست ہے لیکن قرآن کریم کے مطلب کو سمجھنے اور صحیح ہونے میں ان  
سے ممکن زیادہ قریب اور قوی ہو سکتے ہیں مفسرین کے لیے یہ سمجھنا ضروری اور اہمیت  
کا حامل ہے۔

دوسری بات ان کے خیال میں ان کی تحریر کے مطابق یہ خیال رکھنے کی ہے لائق  
دراستہ پر کر کوئی عیشت راج ہے۔ ”میں سیال و سبائی قوی مناسبت کا لفظ مستحکم  
آیت کی تفسیر نہ کرتے وقت رکھنا چاہیے۔“

شاہ صاحب کا منہ قرآن کے سال کو عربوں کے محاورات کے لانا سے استہلال  
بہتے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ صاحب جہود و امین کے ہنار پر پورا اکتار کرتے ہوئے  
قرآن کی تفسیر کے قائل ہیں۔ لہذا کہ وہ اپنے غلبت میں کثرت ایسے محاورات استعمال  
کرتے تھے جو کہ مشہور قواعد کے خلاف ہوتے تھے۔ قرآن عربستان میں نازل ہو اس  
لیے اگر کسی جگہ ”وکی بہا نہ می“ اور ”میں کی جگہ مفسر اور نہ کر کی جگہ مفسر“ آجائے تو عربوں  
کے لیے کوئی حیرت کی بات نہیں۔ لہذا تحقیق بات یہ ہے کہ وہ اہل حدیث و اصول  
کا ترجمہ حالت دینی کے اعتبار سے کیا جائے۔



اصول تفسیر کے ذیل میں شام صاحب غرائب القرآن کے مسلک میں کچھ بحث کرتے ہوئے چند تفسیریں تحریر کی ہیں:

(۱) شفاء تذکرہ آلاء اللہ کے کن میں فریب روایت ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کی صفات پر بڑا مجروح ہے جیسے آیت الکرسی، سورۃ انعام اور سورۃ محمدی کی آیات۔

(۲) تذکرہ ایمان اللہ میں فریب روایت ہے جس میں کئی فقرہ کو قرآن کی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یا ایسے واقعات ہوں جس میں عبرت کے کئی پہلو نظر آتے ہوں۔ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ جس کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی خواہش کی تھی:

”موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ہمراہ اہل زبور میں مبعوث کرتے ہوئے اس کے تالاب پر سے اس قصہ کو اور زیادہ ذکر فرماتا ہے۔“

(۳) تذکرہ بالوت اور ابدالوت: اس فن میں شام صاحب نے فریب روایات کو جمع کیا جس میں جن میں خیانت کے حالات بھی ہوں۔ مثال کے طور پر سورۃ اذقاس کرت قرآن آسمانی سے ملنے والی شریعت پر دل نہ ڈالا کہ جو شخص قیامت کو ملے آنکھوں سے دیکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اذقاس کو رسی کی پڑھے۔ یہ روایت شام صاحب نے حوالہ دے کر اپنے اس تفسیری اصول کے درامیں تحریر کی ہے۔

اس کے بعد شرعی احکام کے مسلک میں روایت فریب ہے جو کہ مقررہ (۱۰) (۱۱) (۱۲) کے لیے خلاف قرآن کے جرم میں شریعت میں گنہگاروں کے ایک قسم کے عذر کے ہے۔ فن ظاہر میں فریب اس آیت کو کہتے ہیں جس میں اس طرح تشریح ہو کہ اس کے اسلوب اور انداز بیان کے کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے جیسا کہ شاہ صاحب کے (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

۱۔ لغزہ کبریٰ اصولی تفسیر شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۳۵۰ھ

۲۔ لغزہ کبریٰ اصولی تفسیر شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۳۵۰ھ

”بہا اوقات قرآن کلام کی بلاغت اور اسلوب کی شیرینی سے کبھی پیدا ہوتی ہے۔ غلام سرور دکن، یہی دوسرے اس کا نام حدیث میں اور غزلوں میں لکھا گیا ہے۔“

آخر میں شام صاحب نے ان مباحث کی وضاحت کے ساتھ حدیث شریف پیش کی ہے:

”وکلّیٰ ابنت قننہا غلاماً ورجلاً وکلّیٰ حتیٰ یصلیٰ علیّہ“

ترجمہ: (قرآن شریف کی ہر ایک آیت کے لیے ایک منیٰ تلاوت اور ایک اٹنی ہیں اور ہر ایک ہر دیکھ کے لیے جاکھنے کی جگہ ہے)

یعنی ہمیں شام صاحب نے ان تقریروں سے اندازہ ہوا ہے کہ قرآن تفسیری اصول میں شام صاحب ان منہجہ کے احکام میں کو ضرورت کے لحاظ سے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور قرآن کریم کے مطالب غلامی یا جنی کو امارت کی روشنی میں سمجھتے ہیں جو مفسر کے لیے نہایت ضروری ہے لہذا قرآن کریم کے پس منظر میں شریعت سے اور علم دین کی کم خدمت کے اعتبار سے شاہ صاحب کا نظام اس قدر بلند ہے کہ ان کے بعد کے مفسرین ان سے استفادہ ہوتے رہیں گے۔ شاہ صاحب کے بعد کے مفسرین میں مولوی عبدالحق صاحب جو قصیدہ خاقانی کے تفسیر فتح ممان کے مفسر ہیں، ان کے تفسیری اصول کے بعد سرسید احمد خان کے ان تفسیری اصول کا نام بھی پیش کیا جا رہا ہے جو انھوں نے اپنے رسالہ میں دیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے یہ منیٰ تفسیر کرتے ہوئے ان کا بڑا ضروری ہے:

۱۱۔ پہلا اصول: یہ ہے کہ خدا اسما ہے اور قرآن مجید اس کا کلام بالکل سچ اور حقیق ہے اور کوئی اس کو جھٹلا نہیں سکتا۔

(۱۲) دوسرا اصول: یہ ہے کہ ہم ان دونوں چیزوں کو جو موجود ہیں

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، لغزہ کبریٰ اصولی تفسیر ۱۳۵۰ھ

۲۔ محبت اشراف منہجہ ۱۳۵۰ھ

۳۔ سید محمد عثمان، تجریدی اصولی تفسیر ۱۳۵۰ھ، ص ۹۱، ۹۲

درکست گوشت (مستطابہ) یعنی خدا کے کام اور اصول *Godly* اور  
یعنی خدا کا کام۔ یہ دونوں ایک جگہ اس قدر درست اور صداقت پر مبنی ہیں کہ ان کو نہ  
انگ کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ شک ہے کہ خدا کے کام کی شکل میں تو ان کو  
موجود ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور جب کلام پر یقین ہے تو سمجھا جاسکتا اس  
کے بنا سے ہوسکتا ہے صدائیت پر مبنی ہیں جو ان سے اختلاف کرے اس کا مطلب یہ  
کہ ضرور باشد خدا کے کام کو چھلایا جا رہا ہے۔ اس لیے دونوں پر یقین و اعتماد رکھا ہے  
(۲) تفسیر اصول مسیحیہ بتلاتے ہیں کہ ان قدر قدرت خدا کا علی عباد  
سے اور وعدہ و وعید یہ بولی سامہ ہے۔ ان دونوں میں سے کون کچھ حالات نہیں  
ہو سکتا۔ لیکن سمجھنا کہ اس کو تسلیم کرنے سے خدا کی قدرت پر مطلق اثر ہے یا نقصان  
پر غلط ہے جیسا کہ فراب مومن اللہ نے مسیحی کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا کی تعالیٰ اور  
غیبتات ظاہر کیے گئے۔ اس کے جواب میں مسیحیوں نے ان کو ایمان دلاتے اور غلط فہمی  
رہنے کی کوشش کرتے ہوئے اصول تحریر کیے گئے۔

(۳) جو نتیجہ اصولی میں مسیحیہ اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں کہ انسان کو  
کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا یا غریب کو انسان کے لیے بنا کیا گیا۔ ان دونوں میں  
میں یہ مسئلہ ضرور ہے کہ انسان کو اخلاق و ملکات کا درجہ ملایا گیا ہے کہ  
انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان امتیاز مطلق اور زبان کا ہے۔ انسان عقل کی وجہ  
پر مذہب کے اصول سمجھ کر قوانین قدرت کی صداقت کا ادراک کر سکتا ہے اور مذہب  
کا کوئی اصول بھی عقل منافی کی دسترس سے باہر نہیں ہوتا اور اگر انسان عقل سے  
بے باہر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان اس کا تکلف نہیں ہو سکتا۔ اس کے  
مسیحیوں نے ان کے خیال سے ان کی عقل پر چیل چکا ہے کہ وہ اس کو اس تکلف و  
دیباچہ کے بغیر چھوڑ دیا تاہم بنایا جاسکے

مسیحیہ احمد خاں کے منہ پر کردہ مندرجہ بالا اصول کا مزہ لینے ہوئے ہم نے یہ  
امانہ لکھا کہ دراصل ان کا مقصد مذہبی اصول اور قدرت کے قوانین کو زبان کریم کے  
ذریعہ عقل کے ذریعہ سمجھنا ضروری ہے جس کا اطلاق ان کی تفسیر سے بھی کیا  
جاسکتا ہے لیکن عقل انسانی پر حد سے زیادہ غور اس منہ پر منزل پر پہنچا دیتا ہے جیسا  
کبھی کسی اصل مفہوم اور مقصد تک میں رکاوٹ ہو جاتی ہے۔ اسی سے فرق کریم میں  
عقل منافی کو مناسب وزن دیتے ہوئے اس کے محدود ہونے کی طرف توجہ دوا کرتے ہیں  
کہ عقل کے ساتھ عقل کو بعض مضامین فی حدود وزن نہیں دیتے ہیں لیکن اس کے  
مذہب مسیحیہ نے یہ سمجھا تھا کہ یہ کہہ کر یہ تفسیر ملے گی کہ یہ تفسیر بلکہ ان لوگوں کے  
لیے زیادہ مفید ہو سکتی ہے جو اسلام کے بعض عقائد کا انکار کرتے ہیں۔ اسی سے فائدہ ستریت  
ہے۔ ان کی تفسیر میں اس قسم کے لوگوں کے لیے عقل کو ضرورت سے زیادہ وزن دیا ہے۔ اس لیے  
قرآن کریم کی تفسیر میں ضرور ان کے وجود ان کی نسبت پر کرم کا مشہور سبب چھوڑا گیا  
نیت کا معاملہ خدا اور بندہ کا ہونا ہے۔ البتہ ایسے منہ کے لیے عمل سے اگر سلامی اصول  
یا عقیدہ کو ٹھیک سمجھیں یہ تو اس پر تفسیر دیا اور حق سے ہٹ کر اس طرح اعتقاد نہ مانتے  
اس لیے غلط کو پورے دلائل اور حقائق کی روشنی میں واضح کر سکے۔

مسیحیہ احمد خاں شاہ دل اور خدا اور تفسیر عقائد کی تفسیر، اصول میں پیش کرنے کے  
میں مقصد تفسیر سے روشنی ڈالتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانی کی تفسیر  
اور اصول میں کرتے ہیں کہ ان حضرات کی کاوشوں کے بعد مولانا تھانی نے ان کی اصول  
تفسیر کے لیے ضروری سمجھ کر مستخرج فرمایا ہے

تفسیر مواب الرحمن (جانب ایمان) مسیحیہ عقل کی تفسیر ہے درج عقل  
ہے۔ تفسیر امیر علی۔ تفسیر ان کی تفسیر کے لیے جو اصول اور علوم اپنی تفسیر میں تحریر کیے

ہم وہ یہ ہیں:

(۱) ثبات حرب سے واقفیت ہو تاکہ مروت کی شرح جائے۔ مجاہد نے فرمایا کہ:

"میں سرین کو حوال نہیں کرتا۔ یہی کلام کلام کرے جب تک وہ

ثبات حرب سے واقف نہ ہو اور اس کے سامنے نام ایک سے مروی

ہے۔

سید یہ یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بہترین اہل تفسیر پر کتاب کا نام پڑے  
مجاہد خود کھولے تھے تفسیر میں اہل سنت پر کتاب کیا اور دیکھ حضرت ابن عباسؓ  
کلمات کو تفسیر نہ مروی ہے۔

(۲) دوسرے علم خواہاں مسرت کے لیے غرضی قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

ہی کہ عرب کے اختلافات سے متاثر ہل جاتے ہیں۔ جن معری سے کسی شخص

پر چھا کہ وہ زبان عربی ہی خواہ واسطے طلب کرتا ہے کہ زبان درست اور

قرابت شکیک ہو تو زیادہ ایک کام ہے۔

(۳) تیسرے علم خواہی کہ جو شخص اس سے قائل ہے وہ چاہت کرتا ہے۔ چنانچہ مجاہد

نے لکھا ہے کہ قرآن فی۔

"وَدَعَتْ سَكْرَتَهُنَّ أَهْلًا أَقَاتِيْنَ بِأَمْنٍ مِّنْهُنَّ"

بعض ماہرین نے اہل علموں سے لے لیا مگر تفسیر اس مقام پر بالکل غلط ہے

کیونکہ اہل علم کی جمعہ انہیں تھی۔

(۴) چوتھا اشتقاق کیونکہ مختلف مادہ مشتق ہو لے یہی سانی ہل جاتے ہیں۔

(۵) علم سانی

(۶) علم بیان

سید یہی علم تفسیر سبب قرآن اور باقی ہیں، علیٰ ذلک تو کثرت بہ ثبات ۱۳۴۴ھ

سے کہتے پندہ بندہ

علم بیان

تفسیری کے کہ کام زبان کلام اشکی تفسیر کرنے والا بخوبی ہی تیار کے کہ نظم غرضی ثبات

کلام سے اس کی تفسیر مختلف ہو۔

(۱) آتشہاں علم قرأت ہے اس کی ضرورت ظاہر ہے۔

(۲) نویں علم عربی دین تاکہ کلام قرأت لینے سے جاہل کو براعتیاری کا وہم نہ ہو

(۳) علم اصول فقہ۔ تاکہ آیات احکام سے طبعی شرع و اصول کے موافق حکم لگ سکے۔

(۴) علم اسباب نزول

(۵) علم تاریخ و سنون۔ تاکہ جو حکم حکم داتی ہے وہ معلوم ہو۔

(۶) علم فقہ۔ تاکہ سنت سے مخالفت نہ ہو۔

(۷) علم احادیث۔ تاکہ ہمیں اس کی تفسیر معلوم ہو۔

(۸) علم وہابی ہے

سید یہی علم کے مندرجہ بالا تحریر کردہ اصول تفسیر کے بعد اذعان فی علوم القرآن

جلال الدین سیوطی نے جو اصول عصر کے لیے ضروری لکھے ہیں اور جو ترجمے لکھے ہیں

الافتان میں ان اصول کے لیے مندرجہ ذیل عبارت ہے:

"جو شخص ان علوم کا جامع و ماہر ہو جن کی حاجت مسرت ہوتی ہے

۴ سے تفسیر قرآن کی اہلیت ہے۔ وہ مندرجہ ذیل سیندر علوم میں سے

(۱) علم لغت۔ عربی کے لغات الفہام کی مستشرق اور ان کے علومات اقتدار

وہ اس علم کے ذمہ دہ معلوم ہوتے ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے جب تک لغت عربی

کا علم نہ ہو اس وقت تک کتاب اللہ کے بارے میں کلام کرے جائز نہیں۔ امام

ماہد نے کہا تفسیری کی لغت کا جانا کسی جرح زانی نہیں جب تک یہی واقفیت

نہ ہو کہ بعض اوقات کوئی لفظ مشترک ہو، ہے حالانکہ اس سے مراد وہاں اور

الافتان فی علوم القرآن محمد ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۵ جلال الدین سیوطی



(۴) چہارم۔ جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مغربین کے ہیں ان میں میں کو ترجیح  
سوم چوں کہ اس کو سہ یا بیشتر سے ترجیح نہیں کیا۔

(۵) پنجم۔ مطلب قرآن کی تفسیر کہیں تو اس طرح کی ہے مفسرین کا درجہ تمام خود ظاہر ہے  
اور کہیں ایک شری رہی بلکہ اس کی تقریر کر دی گئی ہے۔

(۶) ششم۔ اختلافات کی تفسیر میں موف نہیب مثنیٰ یہ لکھ ہے اور دوسرے صاحب  
بشر و ضرورت ماسخیں میں لکھ دے گئے ہیں۔

(۷) ہفتم۔ چونکہ طبع عام کے ماسخانہ خواص کا کہیں خیال آگیا اس لیے ان کے خارجہ  
کے و سبب ایک ماسخیں لڑھکے ہیں جس میں کثرت و حضرت سقویات و غیر مشہور  
فہات و غیرہ کی وجہ بافت و متن ترکیب و مثنیٰ الاستنباط فضیلت و کلاسی  
و سبب انزل و روایات و اختلاف قرات مزید و ترکیب یا حکم و ترجمہ و ترجمہ  
و تفسیر ایما کے ساتھ متکرر ہیں جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ  
سکتا ہے۔ یہ ماسخیں درجہ و تدریس کے وقت بہت کام آسکتا ہے اس ماسخ  
کی عربی عبارت اس لیے تحریر کی ہے کہ عوام اس کو دیکھنے کی ہوس ہی نہ کرے ورنہ  
جب زبان سمجھتے اور معنی دیکھتے بہت پریشان ہوتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے  
امید ہے کہ یہ تفسیر مختصر درجہ سطر اول کہ یہی عوام دوسرے سب کے کام لا پر کار اور  
اگر ایہ لم ازل حوت قرآن کا مطالعہ کر کے پہلے خود مکرر کرے اور اس میں جو امور  
ذہن میں رہیں یہ جو اختلافات مانع ہوں ان کو مستغفر کر کے پھر اس تفسیر کو  
طاظر فرمیں نہ شاذ نہ شاذی و ابوالاصف اور عطا علی ہر۔ میرزا نادر بن سے یہ  
کہ اس کو مطالعہ و اگر میرے واسطے مغفرت و رحمت کہ وہ آئیں بڑا کوئی اس شفقت  
سے بھی ہے۔

۱۔ کہ برامیر کی دان کثرت از سر خلاص الہد۔ بخوان

۲۔ بیان حق و باطل و حکم پر عمل آگے اس کا قول ماسخیں دیا ہے۔

۱۔ مصلحات اس تفسیر کی یہ ہیں کہ جو عدت غلط چلیے سے خارج ہے وہ ترجمہ ہے۔  
و درجہ غلط چلیے کے اندر مکرر ہے و ترجمہ سے زائد ہے اور باوجود ان پر نے  
اس قدر کی زیادت احتیاط و توجہ کے لیے ترجمہ پر غلط بھی لکھ دیا ہے جو حکمت  
مثنیٰ کی ہے اور ترجمہ میں کسی پر کثرت نہیں کیا بلکہ درجہ ان قرآن لکھا ہے اس  
کے نیچے بھی ترجمہ لکھا ہے اور ایک التزم پر بھی لکھا گیا ہے کہ ماسخیں عربی میں  
جہاں کسی کو یہ تعبیر صارت کی گئی وہاں اس کتاب کا نام لکھا دیا ہے اور جہاں کچھ  
مناسب تعویذ ہوا وہاں ہم تب نہیں لکھا مثنیٰ لفظ صفت بڑھادیا ہے۔ جہاں استاذ کی  
کلمہ ہے اس کو حذف کرنا، متعجب و متعجب اللہ ہی اور جہاں مرثیٰ لکھا ہے  
اس سے قصور حضرت مولانا امیج سے و شرماسب قدس اندر نہ رہے۔ جہاں کوئی  
کلمہ نہیں لکھا وہاں احقر نے اپنی رائے کو یادداشت کر کے لکھ دیا ہے۔ مسیحات  
دیکھتے دیکھتے عباد اصفیٰ و سلام علی اہل سلیمان

نقطہ : راقعہ اشرف علی تھانوی مؤلف

ذکر بعض امور و عیب مقررہ و درجہ تفسیر عطا

۱۔ امور اس فہات کے تحت ہیں جو مولانا نے نظر ان کے مبدی کل بیان القرآن  
کے تفسیری خطبے کے جہد و تکیہ کیے۔ اس لیے اس کی کچھ قواعد و ہدایاں ہیں جو غلطی  
بچانے کے ہیں۔

آگے تفسیر بیان القرآن جو مولانا کے تحریر کیے ہیں:

- (۱) اس تفسیر کے لکھنے کے وقت جو کچھ میں سے پاس رہی تھیں۔ (۱) بیضاوی شریف
- (۲) جلالین (۲) زبیر حلی (۳) مسلم النیشی (۴) روح المعانی (۵) دررک
- (۶) خازن (۷) تفسیر فتح القرآن (۸) تفسیر ابن کثیر (۹) باب (۱۰) در مشہور (۱۱)
- کشفات (۱۲) جامعہ بلو

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مکمل بیان القرآن، جلد اول، صفحہ

یعنی تراجم قرآن، ان میں سے پہلی کتاب قبل سے اس پر مبنی اور بعض کچھ لکھنے کے بعد آئیں اور بعض باطل اخیر میں آئیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل تیسری سورت پر ملتی ہے اور ضرورت کے وقت کتب حدیث و فقہ و سنی کی مراجعت بھی کی جانی تھی (۲) قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط و قبل کے ساتھ نہایت سہل اور سبب و تقریر میں بلا حصرام بین کیا گیا۔ اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا۔

(۳) جنی قرآن کی تفسیر جو سبب امتداد و تضاد یا تناسب معانی کے ایک جذبہ جمع کر کے لکھی گئی ہے، ان کے اول میں ان معانی کا ایک جات عزراں بطور شرفی کے لکھ دیے گئے ہیں جس سے اجمالاً تمام آیات کا خلاصہ میں میں متصف ہونے سے بعد معنی تفسیر سے جو کچھ نفع اور خلاصہ حاصل ہو گا اس کو ناظرین خود دیکھیں گے۔ سچر ان آیات کی تفسیر ایسے طور پر لکھی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر ملو رہتی ہے۔

(۴) جن روایات و تفسیر کو سنی کیا گیا ہے ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح معانی میں ہو۔ البتہ جہاں تفسیر کی روایت پر سنی نسخی اور لفظ قرآن کی تفسیر بھی اس دور و متعلیٰ متنازعیت احوال کے لیے امتداد و صحت میں ترجیح کی گئی۔

(۵) شبہات کے جواب دینے میں ان شبہات کو نام کیا ہے جن کا منشا اول و ثانیہ معنی متعلیٰ جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی مرناسبت یا متعلیٰ یا اس اور یہاں کا منشا کوئی امر صریح نہیں ہے بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ یا دلیل ہے، اس کے جواب میں چونکہ مطلب دلیل کافی ہے اس لیے اس سے تفریق نہیں کیا گیا اور بہت سے شبہات تفسیر تقریر و ترجمہ سے مندرجہ ہر گئے ہیں۔

(۶) کوئی مفرد فقرہ سے زائد نہیں لکھا مگر شاذ و نادر کسی خاص فقرہ کے لیے ترجمہ میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے بہ نسبت اتباع عامہ کے۔

(۸) چونکہ اکثر کو با حمت متعلقہ کتب ملو رہا ہے بلکہ نظر نہیں ہے اس لیے

ایسے مضامین کو تفسیر قرآن سے نقل کر دیا گیا ہے۔

(۱۰) ناچار تمام تفسیر میں دو تین مقام ایسے ہیں وہاں جہاں جات متساویا شرح صدر نہیں ہوا، اس موقع پر اختصار سے اس کی تفسیر کر دی ہے تاکہ اگر کسی کو اس سے بھی تقریر و تفسیر میر ہو جائے کسی کو راجح سمجھے۔

(۱۱) مسائل فقہیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی حد تک تفسیر پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن کی ضرورت تھی۔

(۱۲) جو مضامین قابل ذیل تفصیل و تحقیق کے کسی جگہ آئے ہیں ان کو الگ الگ کلمہ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱۳) ہر جگہ تفسیر میں اتباع ملت ملے گا کیا ہے۔ متاخرین کے اقوال کو جو مصلحت کے خلاف تھے نہیں لیا۔

(۱۴) جہاں مضامین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے جس کو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا صرف اس کو اختیار کر لیا گیا ہے کہ تفسیر کیا جگہ اگر کسی مصلحت میں متاخری معلوم ہو جس دونوں کو نقل کر دیا ہے۔

(۱۵) تقریر و روایت میں قواعد و تراجم و منطق کی پوری طور سے رعایت کی گئی ہے جس کا مصلحت اور کلام و طرز کے لیے یہ چھینا یا پیچھا ہے۔

(۱۶) میر کو معلوم ہے کہ کسی کہیں تقریر زیادہ تنگ ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی غلط نہیں۔ البتہ کم مستند اور گول کو اپنا ملے اس سے عمل اور توضیح کی حاجت ہوگی۔ اس طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آگئے ہیں کہ ان کا ترجمہ مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے اس لیے میر سے زیادہ مطلقاً ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لیا جائے اور جو معنوں اس پر بھی

سمحہ میں آئے اس کو طوم و رسم پر موقوف سمجھا جاتا ہے اور یہ اہمیت ہے کہ اس سے پورا طاعت حاصل ہونے کی شرط طوم و رسم میں عبارت اور اس میں بھی کسی مقام پر تحریر و رسم جنت تقاسم کے بعد اس تفسیر کو لا دخل کرتا ہے۔

(۱۶) اور بہت سے امور ضروریہ و لطیفہ تحریر و تفسیر میں ایسے ہیں جو بیان سے خیال میں نہیں آسکتے مطلقاً اور ان کو حوالہ دیا جاتا ہے۔

(۱۷) طاعت اور رکات جن کو تفسیر میں خلل متعارف مقصود بالقرآن ہوتے بالکل ہموار کر دیے گئے مقصود اصل بل قرآن کو رکھا گیا ہے۔

(۱۸) جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوعہ آئی ہے اس کے مقابلے میں کسی لا قول نہیں لایا گیا۔

(۱۹) چونکہ التزامات مذکورہ کی ضرورت خیال میں نہ رہی آتی رہی اس لیے ممکن ہے کہ اول کے جزاء میں بعض التزامات کی رعایت متروک ہوگئی ہو نیز چونکہ اس کی بار و بدل میں سے جن میں ہر بار اضافی پڑے کہ ہے لیکن تحقیقاً نہیں وجہ قرب رسالت کی کسی قدر کم یا کمی متدریجہ اول جلد متعلق نہیں بھی تھی جبکہ در بیان میں فقرات و مقامات اضافی واضح ہوتے رہے۔ اس لیے خود اس کے اجزاء میں اور بھی اس میں اور بھی بدلوں میں طرزیات کے اعتبار سے کمی قدر تفاوت بھی ہے جو نظر عام سے طوم پر ملتا ہے۔

(۲۰) باقی جو مقامات حاشیہ میں لکھے ہیں وہ مخصوص ہیں ابلی علم کے ساتھ ان کے التزامات پر تہذیب کرنے کی اس مقام پر حاجت نہیں باقی ان سب موقوفات کے بعد جو ناظرین کی مصلحت سے خارج کر کے لکھے ہیں۔ اپنی خاص حالت کے اعتبار پر موقوف ہے۔

و بتیغش مستشرقین و عوت ساختہ سرور شمس  
نغمہ بہر تو کشیم چو عبارت و چو سانیم

مندرجہ بالا ترتیب و ازلیہ مولانا مسافر کوئی نہ متعذر زمانے میں اس سے نہیں معتد رہا، اصل اور تحریر کیے جا چکے ہیں یعنی ۱۰ اصول جو مولانا نے بیان اللہ تعالیٰ سے پر کر کے وقت موعود رکھے ہیں لے ہیں میں سے مولانا کی تفسیر میں منت اور غور و فکر کا اندازہ لکھایا جا سکتا ہے مولانا نے یہ خدمت عوم و عوم دونوں کی، غایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت بافتناتی اور گہن کے ساتھ سهام دی ہے۔ اگرچہ اب تک جن مضمون کے اصل تحریر کیے گئے ہیں ان کی تقاسیم بھی قرآن کریم کے سمجھنے کے اہم عناصر کو پر کرنے کی غلطی کو شش کی شکل میں نظر آتی ہیں لیکن ہر تفسیر میں مسٹر ایک خاص مزاج اور طبعیہ کار کی گہری چھاپ موجود ہے جو کسی تفسیر میں تاریخی و غایت کی تفصیل اور طرائق قرآن کریم کے اصل معانی و مضمر پر غائب آجاتی ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی صاحب کی تفسیر حقائق کے جائزے سے اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض تفسیر میں زمانے اور وقت کی ضرورت، طوم و سامن ادا ویت کے شواہد اور داس پیش کرنے کی جہانہ کو شش کی وجہ سے قرآن کریم کے معانی اور مقامات مراد فرما کر اس حد تک ہوگئی کہ ابلی علم حضرات نے بھی اس گرائی کو طوس کیا جیسا کہ سر سید کی تفسیر جو اب وجود و شکل ہونے کے لئے اس سے اس قدر باہمی ہے کہ جو تحقیقات اور مطلقاً سر سید نے دوسرے صاحب کی پیش کی ہیں ان کو کوئی دلی مضمرین پیش نہیں کر سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اندوہ تقاسم میں سر سید کی تفسیر کو غیر اقوام اور طبقہ میں جو درجہ حازر کے طوم کی روشنی میں قرآن کریم کو سمجھنا چاہتے ہیں ایک خاص مقام حاصل ہے اس کے مقابلے میں مولانا مسافر کوئی نہ تفسیر کل بیان القرآن جو سر سید کی تفسیر کے کافی و صر کے بعد بھی گئی اس دور کے آن و گونگ کہ ہم سے بالاتر ہے جو شکل عربی یا اندوہ نہادقت ہیں کیونکہ مولانا مسافر کوئی نہ تحریر کے مطابق انہوں نے تہذیب و تفسیر میں تنالی زبان لی ہے جو عام آندوہ وال طبقہ کے لیے بہت دقیق اور مشکل ہو جاتی ہے۔ علاوہ ماسبق کے جو عربی میں ہے اور علامہ کے لیے ہے آندوہ کا مطلب بھی اچھی طرح برکت و اس جگہ کی ہے سمجھ نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً مولانا نے ہر آیت کے ترجمہ و تفسیر کے لیے

ایک مزان مقرر کر دی ہے جیسے آیت ہے یا یہاں الذین آمنوا لا یطلبوا فضلا  
 بالحق ولا دعة۔ اس کی سرفہ قائم کی ہے۔ بھلان ثواب بن دانی۔ ترجمہ  
 وہ ایمان والو تم جان چلا کر یا ایسا رہنا کہ اپنی خیرات کو براہ راست کر لو  
 اس آیت سے قبل گزشتہ آیت عقلی شریعتی و مفسرین کے تحت  
 مینے حدیث سے بیحد کیا آیت کا فائدہ جو حدیث سے ترجمہ ہوا تھا  
 تھا مناسب بات کہہ دینا اور گزر کر بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے مبارک زینبیہ  
 جاتے اور اللہ تعالیٰ فی علیہم ہیں  
 ترجمہ کے بعد مولانا نے ان آیات کی تفسیر کی وضاحت ہے آگے اس

مرحوم کا:

۱۔ ناری کے وقت جواب میں مقول مناسب بات کہہ دینا۔ اگر ماسک  
 پر تفسیر سے غصہ دلائے یا امر سے تنگ کرے تو اس سے درگزر کرنا  
 ہزار بار بہتر ہے ایسی خیرات دینے سے جس کے مبارک زینبیہ یا جاتے۔  
 اللہ تعالیٰ غرضی ہیں کسی کے مال کی ان کو حاجت نہیں جو ان کی خرچ  
 کرتا ہے اپنے واسطے سچا کر اس پر زینبیہ یا جاتے اور ناز دینے  
 پر جو ناز سزا نہیں دیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم ہیں۔

۲۔ ناری کی قیاس لیے لگائی گئی ہے کہ استطاعت کے وقت چاند  
 کی حالت ذکر اخذ کر لے۔ البتہ ناری کے وقت نرمی سے جواب  
 دینا اور اس کی بخشش کو مان دینا جو کہ موجب ثواب ہے اس لیے  
 اس کو خیر قرار دیا گیا اور ناز زینبیہ یا جاتے اور موجب ثواب ہے

مدرجہ بالا آیت کا ترجمہ و تفسیر عنوان آج کے دور کے عام ائمہ سمجھنے والے  
 کے لیے زبان عامی کے اعتبار سے درج شکل پہنچا کر اگر کوئی ذوق اور تشریحی بہت استاد  
 سے کہہ سکے گا تو حاجت میں سے جو تشریحی سرفہ مانے والی ہے۔ اس کو تو کم از کم بغیر  
 کسی عالم کے نہیں بھجا سکتا ہے۔

مولانا غفرلہ تعالیٰ عنہ نے بیان القرآن میں ترتیب وار تمام احوال ضرورت وقت  
 کے لحاظ سے اس طرح قائم کیے ہیں کہ تفسیر کے حق میں ادا ہو جائے اور علوم و فرائض کو ان  
 کے ترجمے یا تفسیر کے سمجھنے میں ضروری چلی جائے۔ آیتوں کے اپنے اسات کی تفسیر کو  
 سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم کے ان اصول اور قوانین کو ہی اپنایا ہے جن کے بغیر تفسیر یا  
 ترجمہ کرنا ناقص یا ممکن ہے۔ مثلاً قرآن کریم پر قدرت اس کی کرامت سے وقت یعنی علم  
 صرف اور علم کو تفسیر و اس کے ساتھ علم فقہ، علم فرائض احادیث پر گہری نظر ہو، ہندو  
 قرآن کریم کے ہر فقر کے لیے ان باتوں کا جانتا ضروری ہے اس لیے کہ ہم تفسیر کے اور  
 ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳





دلیل سے کہ وہ اپنی حسین علمی تحقیقات کے باوجود وسعت نظر سے کام لیتے ہوئے  
دوسروں کے لیے سرتاج اور گنجائش کو بہتر سمجھتے ہیں اور اپنے کے برے علمی کار  
حرف آخر چھپا بجھتے۔

## تفسیر بیان القرآن کا مقام اُردو تفسیروں کے درمیان

علوم قرآن خفایا نون، منت، الامت، اعراب، نقد، کلام، حدیث، تصوف پر  
مشتمل ہے۔ قرآن کے بارے میں مکمل واقفیت کے لیے ان علوم کی واقفیت ضروری ہے۔  
اگر کوئی مفہم منت یا امت سے واقف نہیں ہے تو اس کی تفسیر قرآن کی صحیح ترجمانی  
کے تقاضا سے الگ سمجھا جائے گی۔ قرآن علوم کو سمجھنے کے لیے عقل و نقل دونوں پر عمل پیرا  
ہونا چاہیے جس میں منہر کی صلاحیت عقل و نقل کے باب میں بھی قدر وسیع و عظیم ہوگی۔ اگر  
تفسیر کسی قدر وسیع ہوگی۔

اگر اسلامی علوم و فنون کی روشنی میں حضرت سناوہی کی تفسیر بیان احقران کو دیکھا  
جائے تو ان کی تفسیر من منت، امت، اعراب، نقد، کلام، حدیث اور تصوف کے مسائل  
کی بات منظر آتی ہے۔ وہ ہر جہاں التزام کے ساتھ ماسیہ کی عربی و اردو منت میں ہم  
منت قرآن، بد منت قرآن، حدیث قرآن، تصوف قرآن، نقد کلام اور ہر جہاں کے اخیر  
کی ہر ادب قرآن سے بحث کرتے ہیں، اور قرآن کی لغوی خصوصیات، کلامی بات اور  
فنی خصوصیات کی وضاحت کرتے ہیں۔

حضرت سناوہی جس طرز پر اب کے یہ منظر اٹھا کر منت قرآن، مفہمات، احقر،  
کمال، سلوک، ابلاغ، الروایات، الفقہ، انکلام، وجہ افتخار کے ذیل میں لکھتے ہیں۔  
اور منظرہ طبع کو سامنے رکھ کر لکھنے کے سہا سے منشی کے لیے کتنے ذوق و مایہ سلام کی پینٹ  
تھی ہوئی۔ مگر ان کے پیش نظر جو کہ درمیانی درجہ کے علم اور چہرے کے دل سے  
ان ذہن کے مطابق ان تمام علوم و فنون پر قرآنی بات کی تفسیر میں بحث کرتے ہیں مگر

أَلَمْ يَكُنْ مِنْ يَشْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَافِرِينَ  
الْقَاطِرِينَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُجِيبُ  
الْمُحْسِنِينَ

ترجمہ: اے لوگ جو فرح کرتے ہیں فراغت پر اور تنگی میں اور فتنہ کو  
ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔  
اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

تفسیر بیان احقران ملاحظہ فرمائیے

سورہ آل عمران، جلد ۱، صفحہ ۵

اس کے وجود اسلوب سے قریب مطابقت کے لیے لکھا ہے۔ علامہ کی اس کے اشارات و طبعیات سے کیا ہی مستفید ہوتے ہیں اور یہ بیان القرآن کی یہی وہ خصوصیات تھیں جنہیں دیکھ کر علامہ حضرت شاہ غفر اللہ تعالیٰ نے کہا تھا:

” میں سمجھتا ہوں کہ یہ تفسیر عوام کے لیے لکھی گئی ہے، لیکن اس سے تو علامہ کی استفادہ کر سکتے ہیں۔“

## تصوف

حضرت تھانویؒ کے بیان القرآن کی ابتدا ہی میں لکھا ماسٹیک کی عربی عبارت کے عنوان ”سائل، ملوک“ پر ہائی ہے۔ اسلوب نے بیان القرآن میں سائل، ملوک کے بیان کا جس طرح التزام کیا ہے اور جس طرح کاوش کی ہے اس شان کی عظمت و جلال اور تجرلی اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں ان سے قبل جو تفسیریں آمد و میں لکھی گئی تھیں، ان میں سائل، ملوک کے استدلال و استخراج اور التزام نہیں تھا۔ بلکہ اس میں بعض لوگوں کی طرف سے تصوف کی شدید ترین مخالفت بھی دیکھی اور اس کو باطل غیر اسلامی قرار دیا جا رہا تھا۔ ایسے وقت میں اسلوب نے اپنی تفسیر میں سائل، ملوک کے استخراج کا التزام کیا، اور اپنی تفسیر کے ماسٹیک کی علی اور اردو عبارت میں ان کو کیا کیا ایب التزام آمد و تفسیر میں شان سے قبل تھا اور زمان کے مصر میں تھا، البتہ اس سے قبل کی عربی تفسیروں میں سائل، ملوک کے استخراج و بیان کا التزام لکھا ہے۔ بعض تفسیروں میں تو صرف سائل، ملوک کے استخراج پر زور دیا گیا ہے، جیسا کہ شیخ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ چنانچہ اسلوب نے تفسیر میں تمام تجرلی انداز اختیار کیا ہے اور ہمہ اہم کی تفسیر ظاہر و باطن کے نظریہ سے کی ہے۔ لیکن شیخ اگر تصوف میں جس مسلک و مذهب کے تابع تھے، حضرت تھانویؒ اس کے ناکہ نہ تھے اور نہ ان کا وہ مشرب تھا۔ اس لیے ان کی

تفسیر کے سائل، ملوک تمام قرآن کے لیے مشمول نہ تھے، البتہ روح المعانی میں علامہ خیر الدین آدنی سے تصوف کے سائل کے بیان کا بھی التزام کیا تھا، اور اپنی تفسیر میں سائل، ملوک کو اب لاشارہ و قائلہ کی طرف سے لکھا جگہ بیان کیا تھا، اس لیے ان کی یہ تفسیر جس طرح حضرت تھانویؒ کے لیے دوسرے سائل کے بیان میں درکار تھی، تصوف کے سائل میں بھی ممکن تھی، چنانچہ یہ تصوف کے سائل کے استفادہ روح المعانی سے مد لیئے ہیں اور سائل، ملوک کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

” وقت جلالت تفسیر روح المعانی فی هذا المقصد اصلاً  
اصلاً“

سائل، ملوک حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس لیے ملوک اس نظریہ کی بدوہ رو کی پیش بندی کی ہے جس کا غلطان کے دور میں عرب و عجم میں تار و پود پھیلا ہوا تھا اور علامہ نے تصوف کو قرآنی طریقہ خیال کرنے لگے تھے، جہاں ان کی اپنی کم علمی کی بنیاد پر رہی تھا۔ اس لیے اس کی مستند ترین ضرورت تھی کہ اسلامی تصوف کے آئندہ کی نشان دہی کی جائے اور لوگوں کو اس طریقہ سے غلطی سے بچا کر ان کی غلطی دور و جانی تربیت کی جائے۔

تصوف میں غائب اہست سے نکلا اور داخل ہو گئے تھے، بلکہ بعض غیر اسلامی طریقے بطور عبادت رائج ہو گئے تھے، اس لیے تصوف کے اصل سرچشمہ سے استفادہ کے وقت اس کا بھی ناظر ہونی تھا کہ باہر سے کوئی چیز نہ آئے ہو، اور وہ بڑا نااہل کے ذریعہ ان کو تو ان کے حوائج بنکار اسلامی قرار دیا جائے اس لیے حضرت تھانویؒ نے تصوف کے سائل، ملوک کرتے وقت ان غیر اسلامی نظریات کی تردید کی ہے جو تصوف میں داخل ہو گئے تھے مثلاً ملوک کا نظریہ یا وحدۃ الوجود کا نظریہ یا کسی طرح کے دوسرے طریقے ہستہ تہذیب و تمدن کے طریقوں میں رائج ہو گئے تھے، چنانچہ علامہ آمد و کی آیت یا ایہا الذین امنوا

لا تخرجوا طيبتين ما احل الله لکم" کے ذیل میں ماسٹر میں لکھتے ہیں،

"فقد تاملت في بيان الطيبين المتوازيين في حكم جبرائيل والملك"

ہے، جو میں نے بیان طیبین و طیبیت کا طریقہ یہ ہے

اس طرح آیت لکھتے ہیں: "والله اعلم بالصواب" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اس میں بظاہر طویل و مختصر میں کے قائل یا مائل میں ہر حالت ہے"

اسی طرح تفسیر اصحاب میں پرچم لکھتے ہیں: "واستوفوا الالباب الوسیلة" سے استفادہ کیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"وہ اس میں تقریب ہے کہ کاتب مذہب طاعت کا کرنا اور ماسٹر کا مہیڑا ہے اور

توسل اصحاب میں کے مسئلہ کو اس ہیئت سے کوئی مس جس میں ہے

اس طرح حضرت تھانوی نے بیان مجید کے خاص و عام و علاقہ و ملک کو بجا کر کیا ہے جس

کے درمیان بندہ و قرب خداوندی کے واسطے کرتا ہے اور اپنے کمالی، علاقہ و ملامت کا کرنا

بنا کر ذاتی مشورہ و مفید کی گئی کرتا ہے، حضرت تھانوی نے تقریب و سوسلہ و سوسلہ میں ترقی سے

اخذ کیے ہیں۔ جیسے مشہور ہے "سائل سائل کی علامت، ملک، کے عنوان سے ذکر کیا ہے

اسی طرح سوسلہ نے اپنے ایک رسالہ "انکشاف" میں ۳۴ صفحات سے مفصل طور پر

تلاش کیا ہے، اس طرح اپنے ایک اور رسالہ "انکشاف فی سوسلہ و طاعت" میں بھی کچھ کر دے

مہر خیر سے حضرت کوئی باتوں کو بجا کر ہے

### الطیبات والبیانات

مسائل سوسلہ کے بعد تصدیق بیان انقرآن کی مکتب کو اردو تفسیر کے درمیان جو

متنازع کرتی ہے، وہ بیان انقرآن کے اندر، منت و طاعت کی تحقیق کا التزام ہے، قرآن مجید

کی زبان میں طاعت کا اہتمام ہے، نہ ایسا کہ کسی کے پس میں ہے کہوں کے، اور کہہ سکتے

اس لیے اس کی کسی دوسری زبان کے اندر ترجمان کرنے کے لیے بھی اس کے اہتمام طاعت کا

معمول ہے۔ جس کے لیے عربی زبان کے قرآن طاعت کا بھی طوطا مدنی تھا، چنانچہ حضرت

تھانوی نے اپنی مکتب کے اندر یہی ذکر کرتے ہوئے من گھڑت کا کار کیا ہے جس کی توضیح

قرآن طاعت کی تفسیر سے ہے کہ جس سے بیان انقرآن کے ترجمہ و ترویج کا پڑھے والا

بہت کم ماسٹر حوالی کا اردو ترجمہ عربی زبان میں کیا دوں پر لکھتا ہے، اور اس التزام

حضرت تھانوی نے قرآن کے سوسلہ کی تفسیر کی پیش بندی کی ہے، ان سے پہلے جن لوگوں

نے اردو ترجمہ کیے تھے ان میں سے جس نے سوسلہ، اپنی تفسیر اور غیرہ کے قرآن کے

ترجمہ میں طاعت ہی میں جن پر ان کے ہم معقول اور بعد کے لوگوں نے مقبول ہے، جیسا کہ

قرآن حضرت تھانوی نے اپنی تفسیر کے ترجمہ کے تفسیر کی تفسیر ایک رسالہ کر کے ہے

جو "اصلاح ترجمہ و تفسیر" کے نام سے طبع ہوا ہے اور اس میں چھاپا تھا، چنانچہ

حضرت تھانوی نے ان تفسیروں سے اپنی تفسیر "بان قرآن" کو بچا ہے اور ترجمہ قرآن سے

اپنے آپ کو الگ کرتے ہوئے، اپنا ترجمہ کیا ہے، اور اپنے ترجمہ کے دلوں کا مشہور ہے

لی بہت میں طاعت الہیہ اور طاعت اللہ کے ذریعہ تفسیر کے کہہ دیا ہے اور وہیں

کسی شخص منت آتی ہے، اپنے ترجمہ کی بنیاد صحت سے پیش کر کے ہے، اس طرح ماسٹر پر حضرت

لکھتے ہیں کہ ان کے پیشہ دوں سے جو تفسیر کی ہے ان سے ان کا دامن پاک ہے اور

ان کے ترجمہ کے پیچھے صحت و امان کی مثال و باطنی اور تفسیری تحقیق کی رہی ہے، پچھلے

بہت میں نے تفسیر "بیان الطیبات" کے اردو ترجمہ کی خصوصیات، چند دیگر راجع کے پس منظر میں

کے عنوان سے تفسیر بیان الطیبات کے ترجمہ کی خصوصیات سے بحث کر چکے ہیں، اس سے ان کے

ترجمہ کی خصوصیات کا قلم بڑھتا ہے

۱۔ بیان انقرآن، ۲۔ صفحہ ۵۵

۲۔ صفحہ ۳۵، ۳۔ صفحہ ۴۵

۳۔ صفحہ ۲۴، ۴۔ صفحہ ۵۵

ہندوستانی مسلمان قرآن کے باطنی امور سے بحث نہیں کرتے ہیں جس کی وجہ ایک تو

یہ ہوتی ہے کہ وہ خود قرآن کے باطنی امور پر مہم نہیں لگتے، دوسرا یہ ہے کہ ان کو سامنے رکھ کر

کہ کر تفسیر کھتے ہیں۔ اور ہر گز مٹا ایسے ہوتے ہیں جو عربی زبان کے قواعد سے واقف نہیں ہوتے جس سے عام طور پر لفظ کی ہر گز تفسیر کے اعتقاد کی حد تک تو قرآن کو اپنے مسائل و بیان کے اعتبار سے سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا لیکن فکر و عقل سے مل کر عربی اس کا اقبال نہ ہوا تھا چنانچہ ایسا ہی کہ وہ بچا نیا علم کے ترجمے، سرسید احمد خان کی تفسیر ترجمہ مولانا احمد رضا نام کے ترجمے، مجذوب قرآن کے دوسرے ترجموں مثلاً مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمے، مولانا شیخ الہند کے ترجمے، مولانا شاہ مہاراشا انصاری، مسند امیر علی، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا ابراہیم آزاد وغیرہ کے ترجمے کے عکس ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ترجمہ کی فنی تعلیمات شام عبد القادر دہلوی کے ترجمے تک میں بھی جیسا کہ خود حضرت سناؤنی نے تفسیر کے مقدمہ میں اپنے ترجمہ کو قابل فہم آسان اور مستقیم الفاظ سے لکھ کر کرتے ہوئے ماسیچہ میں لکھا ہے کہ:

"تمت نقل کتابی بحسب روایت ہے۔ لیکن انما نقلت اذ ترجمت و احذنا ما قال امرئ، و قد عجز علی صنیع منہج عنا شفا العلم مناصحا انشاء عبد القادر الدہلوی رحمہما اللہ و اعوذہ امثلہ من تحریف قولہ ثانی ما امر اللہ ترجمتہ "برکچہ اتر" معر عن المعجول انصاری بالمرکب الا ذم قولہ سانی "اولئک علی حدی مریدہم" ترجمتہ "انکوں نے اپنا لہذا پتہ دیکھا" فہم عن الہدایا سنی بالفتی مہارادۃ ابو عبد ان منہج منہج کو فی القرآن انقرضت شراہ منہج ہدی معنی ثانی ارب فی القرآن "فی القرآن قولہ ثانی "ثم انقلبت" ترجمتہ "مرد کو پیچھے" فہم عن اسم الغافل بالماضی، قولہ سانی "انما یخون مصلحتہ" "روحہ" ہذا لام کو سترنا ہے" فہم بعد تقریب اسامی اصلاح و کدھن بن سید محمد امتداد اللہ کشمیری ترجمتہ رحمہما اللہ منہج

و تفسیر بیان القرآن (اول ص ۶)

ان سے پیچھے و حرمین کمان ترجموں سے قرآن کا اعجاز باطل سامنے نہیں آتا ہے۔ اگر کسی کو دہلائی کی جاسے تو حقیقت وہو سامنے نہیں آتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ کیا جاسا ہے تو عربی زبان کی تمام تر گہرائیاں اور باقیات اردو کے طالب میں نہیں سما سکتیں۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ بھی کہ قرآن کو خود خدا نے اعجاز و بلاغت کا نمونہ بنا دیا تھا۔ اس لیے اگر کسی اور زبان میں اس کا ترجمہ بھی اس شان و بلاغت کا نمونہ نہ ہو تو ایک دوسری انسانی تخلیق اس کے ثاقب ہو جائے۔ حواسن کی قدرت سے بھر چکا۔ اس لیے اس کی ضروری تھی کہ ترجمہ کے اندر اگر قرآن کا اعجاز نہیں سارا ہے تو ایک سے اپنی عقل و فکر بدلت۔ اس اعجاز کی طرف تاری قرآن کو متوجہ کیا جائے اور قرآن کے اعجاز کی خصوصیات و کمالات کو ظاہر کیا جائے گا۔ اگر اس نگاہ اور اس پہلو سے ہم تفسیر بیان القرآن کو دیکھیں تو خود وہ لفظ کے اندر اس کی حیثیت، ایک خدائی اور انتظامی تفسیر کی ہر جگہ ملے گی۔ اگرچہ مولانا ابراہیم آزاد نے اپنے مقدمہ سر ترجمان القرآن میں قرآن کے اعجاز کی ضروری طرف توجہ دلائی تھی مگر وہ بھی قرآن کے اعجاز کو اپنی تفسیر کے اندر کاہل نہ کر سکتے تھے اور یہ حضرت سناؤنی کا کہ ہے کہ وہ مختار کو بر نظر رکھتے ہوئے ماسیچہ کی عربی عبارت میں "ابلاذہ" کا عنوان لگا کر ہر جگہ قرآن کے باطنی اوصاف و کمالات کی نشان دہی کرتے ہیں، لیکن یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے قرآن کا بلاغت کو خاص فنی طریق پر پیش کیا ہے اور یہ اپنی طرف سے لے کے عین سبب جو عربی زبان کے باطنی فن اور اس کے رمز و اشارات اور اصطلاحات کو سمجھتے ہیں۔

مولانا سناؤنی طبع عربی ادیب علامہ دمشقی تفسیر و شفا "ہذا در شرفہین تہوی کی تفسیر" روح المعانی کے ذریعہ ترجمان کے ذہن و بلاغت سے واقف تھے۔ اس لیے وہ ماسیچہ کے اندر "ابلاذہ" کے عنوان کے تحت اپنی دونوں تفسیروں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ جس سے وہ اردو اور طبقات جو عربی زبان کو سمجھتا ہے قرآن کی بلاغت کے کسی درجہ بالا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی کہ حضرت سناؤنی نے اس موضوع



### (۱) مولوی محمد اسحاق صاحب

یہ بہت ذہین خوش فہم اخلاق مالوں میں سے تھے۔ کلکتہ کے مشہور مدرسہ "عالیہ" میں مدرس رہے۔ آخر میں ان کو مرزا کا کچلے گئے۔ طوطی باطن میں اس دور کا مال حاصل کر لیا تھا کہ حضرت ستاویں کے خلیفہ مبارک بھی ہوئے۔

### (۲) مولوی محمد رشید صاحب

ان کو طوطی اور اقلہ کلام میں خاص شایستگی اور مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے مولانا اسحاق کی بڑے درجہ عالی میں اچھے شاہد پر مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ لیکن نزل سے زیادہ درد و زحمت انہیں کی مرض نالاج میں مبتلا ہوا تھا انھیں ہر گز کیا۔

### (۳) مولوی احمد علی صاحب فتح پوری

آپ بہت ہی سزاوارتہ زبان و قلم کے مالک تھے۔ مولانا انگلو کا یہی ہے ان کی توہین کی ہے۔ بہشتی زہر کے بتوانی اپنے جتنے حکم داشت نے اپنی نگہانی میں سحر کر دیا ہے لیکن بہشتی زہر کی نگہانی سے قبل ان کا انتقال ہو گیا۔

### یہ مولوی صادق الیقین صاحب گڑھی

یہ بہت شفیق پرہیزگار عالم ہوئے۔ مولانا ستاویں کے خاص شاگرد ہوئے ان کے ساتھ ہی مولانا انگلو کی کے خلیفہ مبارک بھی تھے۔ دعوت و رسالت سے اس دور متنفذ تھے کہ اپنے والد سے ملاوشریف کے سسرال میں مخالفت کی اور مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ غیبت و رنجور بہت ہی کم کر دی تھی۔ حضرت ستاویں کو بھی اس میں مدد دیا۔ کوئی فریاد نہ تھی۔ لیکن شوق غالب رہا اور جوانی میں محبوب حقیقی سے بائے

### (۵) مولوی فضل حق صاحب

مولانا ستاویں کے شاگردوں میں سب سے پہلے ناغہ انصاف ہوئے۔ تخریج میں مدرس ہوئے اور وہی وفات پائی۔

### (۶) مولوی شاہ لطف رسول صاحب

یہ تبتالی ذہین نوی استند اور ادراک و شافلی روش تھے۔ خطا کے ذریعہ مدنی اور اہل سنت صاحب مبارک سے بہت ہوئے۔

### (۷) حکیم محمد علی صاحب بنوری

آپ کو عربی زبان کی مہارت خاص تھی حکیم الاست کے موصوفہ کو ظہر دستہ لیا گیا ضبط کر لیتے ہوئے۔ میں خود ترجمہ کر کے مولانا ستاویں کو دکھاتے۔ وہ بغیر تحریف کیے نہ دیتے تھے۔ ان کا ذکر غلطی کی فہرست میں خاص طور سے آیا ہے کیوں کہ یہ حضرت کے خلیفہ خاص ہیں۔

### (۸) مولوی سید اسحاق علی صاحب کانپوری

یہ آباؤ و توروں میں مولیٰ کے پڑوسی تھے۔ بہت نیک سلیم اخلاق انسان تھے۔ مدرس مولانا کے خلیفہ بھی ہوئے۔

### (۹) مولوی غفر الحق صاحب

ان کو فارسی زبان پر خاص قدرت حاصل تھی۔ بیچال کے علاقہ کے لوگ بہت عزت





شاد ذکر کیلئے ۳۴ اس طرح ان کی عظمت کا درجہ طبعیت کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا شبلی کے بعد اب مستطویل ہیں، علوم اسلامیہ کے جو شیعہ کافر اور کج کل ہندوستان میں سوائے سلیطان ندوی کے کون ہے۔

مولانا سقاوی مدظلہ سے سید سلیطان ندوی کا تعلق اس طرح قائم ہوا کہ مولانا سقاوی نے ایک مسئلہ کی تحقیق کے بعد اس دور کے علماء کی تصدیق حاصل کی، ایک مشہور مفسر صاحب عثمانی کے نزدیک ایک پہنچا ہوا سید سلیطان ندوی مجھ پر براہ راست مولانا کی طرف سے ہے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا اور یہ سلسلہ اب شروع ہوا کہ سید سلیطان ندوی نے ملاقات کی اور حضرت کی طہیت اور مجموعی صفات عالی سے متاثر ہو کر بیت کی خواہش ظاہر کی اگست ۱۳۲۷ء میں بیت ہوئے اور سترہ روز تک معرفت کی آبی دایاں ملے کر مہینہ کی ملاقات کے اعتبار کا مرکز بن گئے۔ مولانا سقاوی مدظلہ نے انھیں ایک خط لکھا استشارہ بعد از استخارہ آپ کو خلافت دینے کو دل چاہتا ہے۔ فرض ۱۳۵۲ء کو اکثر کو خلافت دینے کو فرمایا۔ یہ تعجب مٹنے پر کیا کہ سب بعد آپ جیسے لوگ موجود ہیں اور ان کی ولایت اپنے ذی طریفہ کے لیے غریب میں کچھ اشرار تھے جس سے مولانا کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔ نمونہ کے طور پر تین اشرار درج ہیں:

از سہماں گیر اخلاص علی	دان تو ندی راضیہ از دھن
صدر بارکباد این اظہار حق	صدر بارکباد این اقرار حق
گریہ ناگزیر ستم ابیات را	نشر کردم یک این جذبات را
	اشرف علی علیہ

اس کے ساتھ ہی سید سلیطان ندوی دیکھ بے پناہ عقیدت کا اظہار مولانا کی وفات پر ان کا اشرار ہے ہوتا ہے۔

۱۰ بزم اشرف کے چار مضمونہ  
۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱

کراں پر نام مبارک تھا۔ ان کی علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے تصنیف و تالیف و تدوین کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دی گئیں۔

ابن خلدون تصنیف "مکملۃ الامم" کا کام اپنی نگارانی میں ان سے کروایا۔

مفتی صاحب مدظلہ کی حیثیت میں توشیح کا کام لایا جاتا ہے، لیکن کامل صحبت شیخ پروردگار کا شکر ادا کرنے، فروعی فیض صاحب کی تعریف و ثناء، اللہ تعالیٰ کا نظام و آراء کی بات جدیدہ، فرائض شریعہ، اسلامی سیاست و غیرہ علم و فن کی دلیل ہیں، جو ان صاحب مدظلہ کی پاستان میں بشارت کی خدات انتہا پر تھے۔ یہ مفتی صاحب نے بارہ روز کے نزدیک کے آخری لمحات تک علمی خدمات کا اس میں شہرہ بھرا۔

#### ۴۰ مظہر احمد تھانوی

یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے عزیز بھی ہوئے تھے ایک ہی مجلس میں آپ تھانوی، ہدایت کی قربت حاصل تھی۔ مفتی و میر تھانوی میں پیچھے رہے۔ تھانوی بھون میں بدلتا ہوا، کے بعد ہمدردی، علمی رجحان، غیر منظم تھیو کا کچھ اور گذارے۔ مئی ۱۹۱۱ء میں چار سالہ سید بیکل کو دیکھا، اور پٹ ٹرسٹ کے شعبہ میں سرفراز ٹرسٹ کے صدر بنے۔ یہ سلیٹ و مسلمان مسلمان تھے جس پر مشین میں مقیم ہوئے اور ہمیشہ پورے پورے اشتیاق سے رہتے تھے۔

ان کا کام سے خوش ہو کر ان کو لندن بھیج دیا، ان کے ذہنی اور فزائیاتی اور دوسرا تھانوی بھون میں ہمدردی رہی۔ مشاعرہ میں حضرت تھانوی نے ان کا نام سے سرفراز تھانوی اور ۱۹۱۵ء میں ان کا کتب خانہ میں حضرت تھانوی نے ان کا نام میں پڑھا۔ تھانوی کے کچھ دوسرے بہت سے ملے تھے۔ ان کو حضرت صاحب مدظلہ سے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ حضور نے اسی بنا پر اپنے شیخ کے علم و فن کا اعتراف ان کا

میں کیا:

"جو غرض کے ایک بلا سے میں حضرت تھانوی کا ذکر کیا، یا ان کے اور ایک سب

علم و توشیح کا کام لایا جاتا ہے، لیکن کامل صحبت شیخ

پروردگار کا شکر ادا کرنے، فروعی فیض صاحب کی تعریف و ثناء، اللہ تعالیٰ کا نظام و آراء کی بات جدیدہ، فرائض شریعہ، اسلامی سیاست و غیرہ علم و فن کی دلیل ہیں، جو ان صاحب مدظلہ کی پاستان میں بشارت کی خدات انتہا پر تھے۔ یہ مفتی صاحب نے بارہ روز کے نزدیک کے آخری لمحات تک علمی خدمات کا اس میں شہرہ بھرا۔

#### ۵۱ فی کی محمد یوسف صاحب

مرزا تھانوی کے کتب خانہ میں تھانوی محمد یوسف صاحب مدظلہ انصاری اور ہمدردی کی شخصیت اور طبیعت کے لیے موت بندوستان بدلتا ہوا، مئی ۱۹۱۱ء میں چار سالہ سید بیکل کو دیکھا، اور پٹ ٹرسٹ کے شعبہ میں سرفراز ٹرسٹ کے صدر بنے۔ یہ سلیٹ و مسلمان مسلمان تھے جس پر مشین میں مقیم ہوئے اور ہمیشہ پورے پورے اشتیاق سے رہتے تھے۔

۱۹۱۵ء میں تھانوی بھون میں پیچھے رہے۔ تھانوی بھون میں بدلتا ہوا، کے بعد ہمدردی، علمی رجحان، غیر منظم تھیو کا کچھ اور گذارے۔ مئی ۱۹۱۱ء میں چار سالہ سید بیکل کو دیکھا، اور پٹ ٹرسٹ کے شعبہ میں سرفراز ٹرسٹ کے صدر بنے۔ یہ سلیٹ و مسلمان مسلمان تھے جس پر مشین میں مقیم ہوئے اور ہمیشہ پورے پورے اشتیاق سے رہتے تھے۔

شاہ صاحب کی ذات اولیائے کرام کی طرح خلق کے لیے روحانیت کا مرکز بن گئی تھی ان کے مریدین کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔

الانجام اور نگرہندہ آپ کے خصوصی نگران رہے۔ آپ کے انداز تربیت میں حکیم سید  
کی جھلک ملتی تھی، کیونکہ انہیں بھی اصلاح کے لیے کہیں، "وصیت الانطلاق" و وصیت  
الانخلاص، ترقیہ اعصاب، کے نام قابل ذکر ہیں۔ زندگی کے آخری سال میں بڑی مبالغہ  
بینی میں قیام رہا۔ مگر آپ کی دوائی فوت کے اس بیماری کے عالم میں بھی کبھی کے بہت سے  
روزگار دار اور ائمہ دین سے ہو گئے۔ ۱۲۸۵ھ میں فروری مہرگی جہاز کے لیے سفر  
کیا۔ ۱۲۸۵ھ میں جہاز ہی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور دو لوگوں کی خواہش  
کے تربیت نامہ کو کہہ میں دین ملے۔ آپ کے جسدِ خاکی کو سندھ کی مہروں کی آغوش  
میں دے دیا گیا۔

(۷) مولانا مسیح اللہ خاں صاحب

۱۳۳۲ھ میں کل گڑھ میں پیدا ہوئے اور اسی تعلیمیت میں۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم ہیں۔ سلسلہ علم میں حضرت مفتاحی نے غلات سے سرفراز فرمایا۔ ان کا شاندار خصوصی طار میں ہوتا ہے جن کے فزیز تلبیر پر سوانہ ستاروں کو رکھا تھا۔ محتاج کا علاج اس سے ہوتا ہے کہ لکھنے زندگی کے آخری ایام علامت میں گیارہ غلات کے نام شائع کر کے ان میں سے ایک اور صاحب کا نام بھی تھا۔ یہ غلات کھاتے جن کی طرز تعلیم پر سوانہ کو رکھا تھا۔ سب سے اعلیٰ صاحب مولانا مفتاحی نے ان کے مقابلہ میں دلیل ہیں۔ ان کی تعلیمی خدمات کا وسیع جلال آباد کا وہ دینی ادارہ ہے جہاں سیکولر علماء و دین ماسن کرتے کے لیے ہندو اور جیروا ہندو تھے۔ یہ حرج نے خود بھی اس کا جگر وید شامہ کیا ہے۔

۲۵ بزمِ شرف کے چراغِ مصفر ۲۵

۱۳۳۷ء میں دارالعلوم کے ہجرت فرما رہے تھے اور اہتمام کے منصب کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ اپنے مابقیین سے بھی بہت ملے گئے۔

مسموت کو فتح خطاب میں اس قدر کمال حاصل ہوا کہ اس کی جتنی طبیعت اور تحقیق معانی ہر طرح خطاب کرنے کے واسطہ شریعت کے پرہیز سے چلتی جاتی تھی جس کی وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں بہت مقبول ہوئے اور ان خطاب کا ان کا یہ کمال و اثر اپنے شیخ کے روحان دور کا ایک حصہ ہے۔

منجھلا ان خصوصیات کے آپ ایک عظیم مصنف بھی ہیں۔ آپ کے فیوض کا وہاں  
سلسلہ بھی وسیع و باریک ہے۔ ان تمام خصوصیات کے بنا پر آپ اچھے تصنیف کامل  
مؤلف، تفسیری مددگار، جتنا گنا گنا سزا نظر آتے ہیں۔

(۶) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

مستطابہ میں فتح پور میں پیدا ہوئے۔ یکایک لائے کے طبع خاص تھے۔ بہت  
عاشق طبیعت واقع ہوئے تھے۔ عادات کا قاطب اور ایک خاص ذوق مستطابہ طبیعت  
تھائی پسند کیں۔ مولانا مستطابہ نے کے خصوصی تعلق اور درجات کا راز سمجھے۔  
ایک مرتبہ مولانا مستطابہ نے اپنی مجلس میں مفتی شفیع صاحب کے سامنے  
شاہ ولی اللہ کے مرتبہ کی سنتی شاہ ولی اللہ کا راز کلامت سے کیا کہ مفتی شفیع صاحب  
رنگب لاء لے سامنے شریعت کے مسئلے سے

۱۴ و مجنونات محسوس بودیم در دیوان عشق

وہی وہی کہیں کہیں

اس پر مولانا کو لڑائی بہت غلط ہے چہ نسبت جو کہ ان میں ایک ایک دستور ہے  
کسی کو صحرا پر لے جانا ہے۔ دیکھی کہ وہ ہر ایک کو جو کچھ عطا ہوا ہے اسی پر راضی رہتا  
چاہے وہ کتنا

۳۵ جزیرہ اشون : زیرغ صفر ۱۰

ان کی مرانا تھا تو فیروز سے محبت کا یہ عالم کہ کوئی نہیں ہونی چاہی۔  
 اپنے شیخ رحمہ کے لفظوں اور اقوال بیان کرتے ہیں۔ ان کے وعظ میں بھی  
 کے شیخ کا رنگ جھلکتا ہے۔ بہر حال مولانا شریف رحمہ ایسے آداب علم و دل سے مین  
 کی کر لیں کی جگہ سے ہرگز وہاں سے خود ایک آفتاب بن گیا۔

### (۸) حکیم محمد مصطفیٰ صاحب مجوزی

ان کا قلم علمی استعداد کے اعتبار سے اس قدر بلند تھا کہ مولانا عثمانی رحمہ خود  
 ان کی مرانی زبان کی محبت، ترجمے کی صلاحیت پر دلور حسین دیتے تھے۔

مولانا رحمہ کے وعظ کو طویل نہ کرنے کا سلسلہ سب سے پہلے حکیم صاحب ہی نے شروع  
 کیا اور مولانا کی کتاب "الایمانات البعیدہ عن التباہات المذمومہ" کی ایک شرح بھی  
 بہت اچھے انداز سے لکھی۔ بہترین اور بہر طیب تھے۔ فن طب میں مہارت کا یہ عالم تھا  
 کہ طبی زبیر کے ذہن تھے جس میں مرض کے تجزیہ کردہ نئے حکم صاحب کا خاص انداز  
 ہے۔ زبان کا یہ عالم تھا کہ تجربہ سے مزاج و افلاک کی کیفیت محسوس کر لیتے تھے۔ انتخاب  
 قلم ایک قلمی درنا تھا کہ قلم و دوا میں فرق محسوس کر لیتے تھے۔

تقویٰ در درجہ زندگی میں خاص تھا کہ ایک مرتبہ ملازمت کے وقت ڈاکٹر رہنے  
 موثر رہنے کے انکار کر دیا تو کو دہنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر خدا کا کناسی وقت گاڑی پکا  
 خواب ہو گئی۔ خدا نے ان کے نہ رکے اس وعظ کو اس طرح حل فرمایا۔

حکیم صاحب کو سنت سے اس قدر محکم نظر تھا کہ وہ نہ تھے مصطفیٰ فقیہ انصاف میں اس قدر  
 مزاج سستاس تھے کہ مولانا رحمہ کی زبان کی بھی فضا ہوئے۔ حکیم مصطفیٰ صاحب کو مولانا  
 سے اس درجہ تلقین تھا کہ فرماتے "قلزبان کا ساتھ نہیں دے سکتا ورنہ ایک لفظ بھی

دروا تھا تو یہ کہ تاج نہ ہونے دیتا ہے

دوا تھی بے کر حکیم صاحب تنہا صلاحیت تھے کہ اگر ملت کی معروف اور غیر معروف  
 ان نہ ہوتی تو ان کا کلی کام بہت وسیع ہوتا۔

مولانا عثمانی رحمہ کی صلیف "حسبہ اساک" میں بھی مولانا عثمانی رحمہ کے خط و  
 حکیم صاحب کے انم فیصل سے جواب کی صورت میں ملتے ہیں۔ فرض یہ ملا کہ ایسے غلیظ تھے  
 بحیثیت ناظر و دروہ و غلیظہ طرح مولانا سے منسوب تھے۔

### (۹) حافظ قاری محمد عمر صاحب انہوی

حضرت کے جلیل القادس حضور کے علم پر اندر و دروہ و غلیظہ ان سے نقل رکھتے تھے۔ تعلیمی  
 سلسلہ اولیٰ گروہ میں ایک بڑے عالم گروہ میں شادی ہونے کی وجہ سے دوم آخر میں  
 سکونت اختیار کر لی تھی۔

تعلیم سنجیدہ اور اذکار شخصیت کے ایک تھے۔ ابتدا میں تقویٰ کے نازل کو اس  
 قدر جلد سے یاد کر دیا کہ تقویٰ نے نہ نسبت ہونے کے کچھ ہی دیر بعد غلاف سے نوازا۔  
 اپنے شیخ مولانا عثمانی رحمہ کی حیات میں ہی رمضان مبارک ۱۳۳۷ھ میں ایک طبعی  
 سے جانے۔ حدت کے غلط رجا میں دولت یا انگن کی فہرست میں ان کا نام اور تاریخ  
 وفات موجود ہے۔

مگر گروہ میں حافظ محمد رحمہ اپنے دور کے بہترین حافظ اور تباری شمار کئے جانے  
 گئے۔ آج بھی من کے بہت سے شاگرد موجود ہیں جن کا مشاہدہ ہے۔ ایک وقت کی خانہ لاوا ان  
 ذلتوں میں بچے تھے اور اب بھی پگرفت کرتے تھے۔ حافظ صاحب کے شاگردوں میں  
 سید احمد علی شفیروانی جو مولانا عثمانی رحمہ کا بہت محبت ہیں بغیر حیات میں تھے۔

۱۔ بزم احق کے چراغ سفر ۱۶

۲۔ اشق الماں صرصر صر

۳۔ بزم شرف کے چراغ سفر ۲۰

۴۔ نائبات اشرفیہ صفحہ ۲۰

۵۔ جزم اشرف کے چراغ سفر ۱۶

ان کو قرآن مجید سے اتنا مشغول تھا کہ زندگی کا بیشتر حصہ قرآن سننے اور سناتے میں گزارا۔ ان کے پیچھے بڑے حقیقی بزرگ و بزرگ عالم و محدثان الی گرامی جن کا شمار بزرگ آزادی کے بے لوث اور بزرگ مجاہدین میں ہوتا ہے۔ سلسلہ ۱۰۰ دیکھ کر مجھ میں بوقت ذہان و جہالت ہلاکت میں انتقال ہمارا، انھوں نے بتایا کہ ملاقات و ملاقات کا اتنا محبوب بل تھا کہ یہ سبب اس وقت تک بوقت اس کا چاہتا بھی پوچھ نہیں رہتا۔ حافظ صاحب نے انہما کی مرضی و طاعت میں گرفتار رہے۔ ان کا نظریہ کی بے پناہ توجہ اور کوششوں نے بظاہر زندگی کی امید و لاری تھی۔ لیکن ذہان کی آواز سے بے قرار ہو کر انھیں کمر لیا اور ملازمت کے لیے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ حالت غیر ہوئی کیونکہ ملازمتوں نے حرکت کو سخت کر دیا تھا۔ فریضہ ربیع کی ادائیگی کے ساتھ کے ساتھ رمضان کی مبارک مساعیروں میں داخل بن گئے ہوئے۔

گزشتہ زندگی ان کا ساتھ دیتی تو یقیناً وہ آج موجود و غافلہ امر الحق صاحب، مسیح و صاحب، مولانا محمد علی صاحب، الزبیری وغیرہ کی طرح اپنے وقت کے بزرگ ہوتے۔ اگرچہ ان کی بزرگی کا احساس ان کے تقویٰ اور عملی زندگی کی وجہ سے ان کی حیات میں ہی ہوئے لگتا تھا جس کا ثبوت خلیفہ خامس عزیز الرحمن صاحب نے ذکر کردہ اس واقعہ سے ہوتا ہے:

”ایک بزرگ کا کشف حضرت ستانی کے افکار باطنی کے ذریعہ میں۔“

”جناب حافظ محمد صاحب جو بڑے صاحب احوال بزرگ تھے اور حضرت والا کے خلیفہ نماز تھے ایک مدت پہلے سے تھکا ہوا ہوا ہوئے توجہ میں ابی خاتم کے سارے گزری تو انھوں نے ملاقات میں نے حالت بیداری میں دیکھا کہ مسجد خاتم کے گنبد سے آسمان تک ملازمت ایک نذر لگا ہوا ہے۔“  
اس طرح کے واقعات سے خوار کے گہر سے حق اور مولا استفادہ کی مدد کی غفلت

کا احساس ہوتا ہے۔

### (۱۰۱) مولانا عبد الباقی ندوی

یہ تیسرا سلسلہ ہے جس میں ملے بارہنگی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شہر عالم تھے۔ مولانا یحییٰ فرنگی مصلیٰ سے بیٹے تھے۔ عبد الباقی صاحب صریحاً اسلام پر لائے ہوئے کے دور میں، وہ میں داخل ہوئے۔ عبد الباقی صاحب کو مشغولات سے زیادہ مشغولات سے مناسبت تھی۔

مولانا کو انگریزی تعلیم سے بھی دلچسپی تھی۔ عہدہ میں مولانا اسٹبل روم نے ایک شبہ انگریزی کا بھی تاج کیا تھا۔ عبد الباقی صاحب نے انگریزی تعلیم شروع کر دی۔ ان کی دوران تعلیم میں ان کی ملاقات مولانا عبد الماجد دیر آبادی سے ہوئی اور ان سے انگریزی سیکھنے کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ تعلقاً کا یہ سلسلہ تدریس سے تدریس تر ہو گیا۔

عبد الماجد دیر آبادی پر ایک دورِ تعلیم سے گذر کر ملازمت تک کا آپا۔ لیکن ان کے والد نے سسرال میں جلازمین ان کی اصلاح کے لیے رور و کر دوائیں کیں اور دیر آبادی انتقال ہو گیا۔

والد کی دعاؤں کے اثر اور خیالات کے انقلاب نے ان کو اس منزل پر لاکھڑا کیا کہ یہ خاتمہ سزا سمون روانہ ہوئے جس کو مولانا عبد الماجد دیر آبادی اپنی سحر میں اس طرح چسپ کرتے ہیں۔

”وقت میرا سبب شش ہفتا بھولن میں تین مسافروں کا ایک مختصر سا خاتل سہاگن پور کی طرف سے کوئی دس سال سے دس بجے تھرا۔ ملازمت کا طرہ و رو بہ نہ تھے۔ اللہ علیہ السلام نے مولانا حسین احمد صاحب اور ابی دوس سے ایک مولا عبد الباقی ندوی کو اس سزا و جات عثمانیہ حیدر آباد دکن اور



محبب اتفاق اور انقلاب سے چند ماہ گذرے ہیں والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مولانا محمد یاسین صاحب کی اسی کے ساتھ مولانا خاوندی کے ہاں میں سویم کرنے لگی، بحیثیت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی لبریری اسرار کے مختلف سرانامہ ان سے کیے۔ انھوں نے انتہائی شفقت اور توجہ کے ساتھ ذہنیہ شب سے لے کر ۱۱ بجے تک کا تحقیق وقت لکھ کر اپنے مفید خیالات اور نظریات سے فائدہ پہنچا اور ان میں سے کچھ سے تحریر کی راستہ لکھ کر میں پیش کر رہی ہوں، لیکن انھوں کے ساتھ بھی کچھ تحریر کرنا پڑا ہے کہ مولانا موصوف تبارک ۱۱ اکتوبر ۱۲۸۵ء اس دنیا سے قائل سے رخصت ہو گئے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۲۸۵ء اجروں مولانا مرحوم، بنی علی ملاحیو، مکلفان خدمات اور اہم کتب کے عظیم مصنف ہونے کی وجہ سے جینے اسلام کا عظیم سمجھے جاتے تھے، بہر حال خدا سے واسطہ کان بھیہ بزرگوں کی صفات سے جو وہ مشلوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع دے اور ان کی روح کو اعلیٰ عین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

### استاذ حدیث تغیر دار العلوم دیوبند مولانا فخر الحسن صاحب کی راستہ

مولا تغیر دار العلوم دیوبند مولانا فخر الحسن صاحب کی راستہ  
سبحانہ تعالیٰ اور ہذا لفظ باطنی لفظ، اشرفی کی مراد خدا کے الفاظ سے بنا کر خدا سے تعالیٰ نے ان، الفاظ سے نسی اندازہ کیا، یکام وہی شخص کر سکتا ہے جو نبوت کے تمام پرنا تخریہ اور ولایت اور قرص خداوندی کے اعلیٰ مرتبہ پہنچا ہوا ہو۔ حضرت حکیم ہدایت مولانا صاحب مکمل اشرفی علی شاہی رحمتہ اشرفی علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی تصوف، طریقت کے مجربہ دور میں امام تھے۔ ان کی تفسیر بیان القرآن بلا مستہر ایک ایسی جاس تفسیر ہے جس میں لغوی، لای، ملحق، ناس، اور تعلق اس ناس کے جملہ مسائل کو شرح و بسط کے

سے ترتیب کر کے مولانا محمد یاسین سے پہلی میں خصوصی انظر ہو۔

ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مجددات ہوں اسلامات، غلظت و فساد، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل ہوں یا کماح و طلاق کے، معاشرت سے ملحق ہوں یا ساق و ساد سے پہر کی نہیں ہے آپ کرمل قرآن کی اس تفسیر میں طے ۱۳۰۰ اس وجہ سے حضرت حکیم الاسلام کی یہ تفسیر بن کی تمام صفات میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ طلبہ ہوں یا علماء، انھیں ہوں یا صلحاء، معتبرین ہوں یا محدثین، خشکین ہوں یا فقہاء، اپنی پاس اس سے کہاتے ہیں یا انھوں سے تہذیب میں خفیہ کے لیے ایک بڑی کمال و مکمل تفسیر ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں فقر خانیہ کے مسائل کو مفصل مدلل بیان فرمایا۔ اور تفسیر بلا مستہر تمام تغایر کا پتہ اور علامہ چچ نے اس کو اپنے تفسیر میں اور حنین کے لیے تفسیر کیا ہے اس کی فراہمات کی داد دیتے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں اپنی بات کو اپنی کلمات پر ختم کر رہا ہوں ہے

مولانا ظہیر الحسن صاحب رحمہ اللہ اشرف علی جہتم مدرسہ اہل العلوم و خانقاہ اہلۃ اشرفیہ تھانہ سمبولن کی راستے

حضرت حکیم الاسلام مولانا اشرف علی صاحب شاہی قدس سرہ کی متن و خصوصیات آپ کے مخصوص اور متحرک کلمات غرض سے ذیل ہیں:

- (۱) سب سے پہلے حافظہ استیلاز آپ کا استندار ہے جو ناقابلِ قیادت ہے۔
- (۲) اپنی تحقیقات شرعی و مکمل پر ایمان ثابت تھا کہ متاعین کی بڑی بڑی حیثیت و وقت اور دنیا کی شرمی حبت چیز، نہ کہ سے قلاز و کلیر سے بھی آپ کو مرعوب نہ کر سکیں۔
- (۳) آپ کا انداز وجود متاثر و متاثرہ عملی تھا کہ آپ کی قصائیف و قنادوں میں اگر ان کا عالم بھی کوئی کی ثابت کرتا یا خود غازی طرہ کی محسوس فرماتے تو اس کا کہیں قبول کرتے بلکہ رجوع فرما لیتے اور ایک مستقل مسئلہ بصورت ترجمہ الراجح ایضاً عرض کرتے

نہ کہ اس کا فخر الحسن صاحب خصوصی انظر ہو

رُکاو میں اس رُجوع کا اعلان اور صحیح تحقیق قائم فرماتے ہیں۔

۱۴) اپنے ہندو منی و علی کالات کو ہمیشہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرف منسوب فرماتے، کہیں اپنے علم و فضل کا ادعا یا ہندوئی شری کو دم نہیں بھرا لگا اپنے کو غالب ظلم ظاہر فرما کر سنہ ستھے۔

(۵) کہیں مخالفت بلکہ مزاح سے مخالفت یا سازگار خطاب نہیں فرمادے۔ بلکہ نہایت تسامت سے محقق حق شائع کرنا کرنا غرضی اختیار فرماتے اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیتے۔

(۶) وقت پیش آنے والے مسائل اور حادثات کو حوادث الغضاویٰ کے نام سے مجتہد اہل تحقیق صداقت کے نعشوں اور اسناد کی سطح بقت کے تحت حل فرماتے جو ظاہر کے لیے اعمال کا قابل قبول اور سچے آئندہ ہوتے۔

(۵) آپ دربارِ مغز کو نام نہاد سیاست کو فیر سہری اور خدا اسلام کے خلاف اور انجام کے کمانے سے منع کرتے تھے جس کا شاہد یہ بھی اب ہمارا ہے۔ مدیانی سبک کو اس بارے میں غرضاً ملوں کیا کہیں اور جو دلائل کے کوئی اس کی شرعی حیثیت سے جواز ثابت نہ کر سکا اس لیے آپ بھی حزبِ خلافت کی کثرت اور حیثیت سے موجبِ غیظ ہوئے۔ آخر کو سب اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اس ثابتِ حق کے مخالفین بھی صرف رہے۔

عالمین کی تربیت میں آپ جس طرح متعلق کو لای نہیں سمجھتے تھے۔ حیاتیات پر درس،  
مطالعہ طالع اور اجتماع کا التزام اور صفات و درجہ پر مواخذہ فرماتے۔ اس لیے  
آپ سے تعلق کے جدا مکتبین یوں، جیڑا، املاط، چار پر ہوتے چلے جاتے تھے، حضرت  
علیہم السلام فرماتے: اشراف علی سائنہ فی قدس سرہ کی ممتاز خصوصیات اشرافِ قرانی  
نہیں، دعا حضرت حامی اعلیٰ اور اشراف صاحب مہاجر کی قرآن اور مرقہ آپ کو فن تصویف  
و قصود میں نہایت اعلیٰ لکھ ملاحظہ فرمادے۔ آپ کی تفسیر گزنیادہ متنیہ نہیں لیکن دگر  
طرح پر مبنی اور اس پر ہونے والے خیال کے انکشافات و اعتراضات کو اصولی درجہ  
کی غولی سے ایسا عمل فرماتے ہیں کہ شری شری مولیٰ تفسیر میں بھی تلاش کرنے سے

جنہیں مٹی، اس لیے عوام غافل! وجودِ آدمی ان چوتھے کے تعلیم پر ان کے اور عمل و رسالت کے لیے اس کے مطالعہ سے اپنے کو بے نیاز نہیں سمجھے۔ آپ کا تصوف کی زوائد تہذیبی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کا مشہور مرقہ تھا کہ قلب اور تصوف میں اجہادِ فہم نہیں ہوا۔ دونوں فنون میں ضرورت کے مطابق مریض کی قوت و فہم کے لحاظ سے دوا، پیر اور علاج میں سہا ج کو طبیعتوں کا لحاظ کر کے بغیر زبردی ہے۔ آپ نے تصوف کے سائنس شدہ عقائد کو قرآن و حدیث کی روشنی میں گویا نئی زندگی بخشی جیسا کہ بغینہ ملک کو متفق ہوا، پڑ اور خوش نصیب طالبین آپ سے فہم حاصل کر کے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جناب مولانا مفتی نظام الدین صاحب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی رائے

اللہ نے کہیں ہی سے آپ میں شریعت کا لامر حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کا فائیت  
و درجہ کا اہتمام عنایت فرمایا تھا۔ چنانچہ پندرہ سال کی عمر میں مائتہ طاری ہونے کے  
ساتھ ساتھ درس نظامی کے تمام علوم میں آپ نے مہلت تھمے حاصل کر لی تھی میں کا اندازہ آپ  
کے زمانہ درس کے حالات و کیفیات سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ اور دریافت کے بعد ہی اوائل عمر  
ہماریں والدہ الزہراؑ نے آپ کو ایک رقم فراغت فرال میں فریضہ حج دیا گیا یا سکتا تھا  
تب نے فرار اوائل حج کی تیاری کر لی۔ والدہ الزہراؑ نے کہا ابھی طہریہ کہ چرکتا قجواب دیا  
کہ فراغت ہے کہ آئندہ سال نذرہ ہی رہے گا۔ باوجود آپ کے مستقل ارادہ نے والدہ الزہراؑ  
کو بھی اپنے ساتھ سفر حج میں جانے پر تیار کر دیا۔ آپ کو کمرہ بیع کر حضرت عالم دارا شاہ  
رحمہ اللہ کے بیت سے بھی شرف ہو گئے۔ امداد کاغذی خارجی دینی کی تکمیل میں خوشی ہو گئے  
آپ کے علمی کیفیت باطنی جذبات کا اندازہ کہیں کے زمانہ کی ایک مثنوی سے بھی ہوتا ہے۔  
چند نمبر چند ہی سال میں شیخ کمال ہی نہیں بلکہ شریعت مقدسہ آپ کی فطرت ہو گئی۔

۱۰۰ مولانا محمد الحسن صاحب عرقیہ کا خصوصی انشورہ۔



جیسا کہ اپنے ملفوظ میں خود فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے آج بڑے بزرگوں کی دوا  
اور توبہ کی برکت سے شریعت شل غلت کے بن گئی ہے الام

ب۔ سفالت ملات آپ کی طبی خوبی گنتی تھی اس کے لیے مشاہدہ کافی ہے۔

والد بزرگوار کے انتقال پر حبيب نرگھ لاؤٹنی پشت سے حرکات میں تقسیم شری  
ہوئے کاظم جہا اس وقت سے حب سوزج شری دود نرگھیک ہر وارث شری کو ان  
کا حصہ میں ملن ہوا اپنی بار بار اوقات چند جیہ جہریہ سے منی آؤرہ بھیجے ہر  
منی آؤرہ کی منی بھیجی اس نام سے زیادہ ہوتی ۔

!! جو بہ صحت شرعی روز کاح کیے تو روزوں میں عذی و انصاف کی نظیر قائم کر دی ہو  
آپ کے سوانح حیات سے متصل طریق پر معلوم کی جاسکتی ہے۔

ج۔ آپ کے اندر ترغیب فی الدنیا تا ذکرۃ الاخرۃ بھی کمال حد پر کاستھا۔ ترغیب فی الدنیا کے لیے بھی مشاہدہ ہے تو بہت ہی گہرے صوفیوں اور اکتفا کرتا ہوں۔

! لاچر جا سائنس العلوم کے زمانہ تمدن میں دیکھو بے اندازے تھے۔ یہاں جیوی، وراثت کے بے جا کردہ لافاں پہ جاتے تھے۔ گھر آگیا پتہ کہاں خراب کر کے ایک طالب علم کی جاگزیل اپنے ہاں گال بھیج کر کہہ بیٹھا جاتا تو دوسری میں داخل فرما دیتے۔ یہ حال ترکہ کو بھی خیر کر دیا۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھا، چند سال میں حوصلہ ہی، خدا خدا کر دیا۔ متنازعہ سمجھن متعلق تمام فرمایا۔ شروع شروع میں انطاس و تنگ دلی بھی پیش آ رہی تھی مگر تدریس زور و زحمت و استقلال میں فرق نہ آیا۔ لکھ بڑا بڑا ہے چرے و سنے مگر نہ بھی غلامی شہر سے معلوم ہوتے دایم فرادے سے احوال و تعلیم پر تفرقات فرماتے اور نشان استغنا کر کہیں اس سے نہ جاتے رہتے۔

!! آپ کے کم و بیش ایک ہزار سے متجاوز سالہ تصانیف ہر تین گلاب کے کہیں ہیں

۱۲۴ انتظامیاتی حصہ دوم، صفحہ ۱۲۴

۵۔ طالب علم کو پیش کیے گئے تمام درجہ کے اخراجات کو جائز سمجھنا ہے۔

کس ایک کا سبق تعینت سے فرمایا جانے لے اور دوسرے کے لیے اور دیکھی اس سے ایک پیسے کا نسخہ حاصل فرمایا۔ ایک سب کو زور تھا کہ حکومت خدا کو برا بھلا کہتا ہے۔

آپ کے تذکرہ لاخر کا اختلاص اس سے کیجئے کہ خبریں کو داملی اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور آپ کے غلط فہمی سے جو غنائی اللہ و غنائی الرسول کے غضب پر خائز ہوئے اور ان میں سے ایک ایک قوت بنا ایک است کہ راہبر ہوا، اور ان سے ہیں لاکھوں مخلوق خدا و صل اللہ علیہ وسلم غلط فہمی کی فہرست اشرف المصالح سے بھی مل سکتی ہے۔

و۔ کہ آپ کے محمدی گئے۔ آپ کھانک کی حدیث میں اللہ علی واسکلی  
ماشاء اللہ من واجبہ وندہ اوکا قال الخ کے صحیح مصداق تھے  
آپ کے محمدی کاسرانی جات المجدین، تہذیب رسالیات وغیر کتب سے بھی  
مل سکتا ہے۔ یہاں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب جو شہرت ساریات و نقل  
طالیخ شہر لکھنؤ کی تصانیف میں سے ہیں۔ ملازمہ آپ کے مولانا واسکلی اور  
تصانیف میں سے اکثر آپ کے محمدی ہونے کے لیے، کتاب نصف النہار کے مانند  
دلیل ہیں۔

ب۔ آپ کہتی ہیں کہ میں نے تو آپ کے کان میں تنقید کی گواہ سے سہی اسے اُٹھائی تھی تو کیا یہاں سے جب کہ حقائق اپنی حقیقت کے رنگ میں سہاے تنقید کے حامیہ کا نام نہ لیں۔

ہندوستان کے اکابر ملاد کے درمیان آپ سرنگر کی حیثیت رکھتے تھے اور کلیم اللہ کے لقب سے محبوب تھے۔ تحقیقات علیہ کذا آپ اکابر، قول فیصل کا ترجمہ رکھنا تھا۔ ثبات ادارہ اور اقربو معائنہ بھی سر و میل

شہ قتل چور سالک افریما، یہ شخص تو بھیجتے ہی جو دنیا میں کوئی نہ کر سکتا ہے۔

قاطعہ ہے۔

(۱۳) آپ کی تصانیف مفاہیز کی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہیں اور اپنے اندر مکی فرد کا سب سے شاندار خیر رکھتی ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ نہ نہیں چھوڑا، خواہ علاج کا، اور طب کا شہید ہو، علاج کا، یعنی و تعریف کا شہید ہو۔ خواہ اعتقادات و ایمانیات کا شہید ہو، ایمانات و عبادات کا شہید ہو، خواہ ماضی و مستقبل کا شہید ہو، شہید ہیں آپ کی تصنیف موجود ہے ہر شکل کو دور کرتی ہیں اور حجت کا وہ رکھتی ہیں۔

خصوصاً نصابِ موضوع میں ہیں۔ جیسے اُغزیہ بیان القرآن، اُغلیہ العاجزہ علیہ  
العجز، وغیرہ۔ آپ کو ہماری تصانیف کو آپ کی زندگی میں وہ مقبولیت حاصل ہوگی  
جو پوری امتِ محمدیہ کے بارے میں آپ کو کہہ دیا جاسے تو بے لوث نہ ہوگا کہ ایسی حد  
کم ہیں جن کو ان کے مصنف کے بھائی زادہ میں وہ مقبولیت حاصل ہو چکی ہو۔  
ان تصانیف کو حاصل ہوگی حتیٰ۔

(۳) حضرت امام احمد علی نور ادرودہ کی تفسیر بیان القرآن کے بارے میں کہ  
تاہم تو خود صاحب تفسیر ہی اس تفسیر کے مقدمہ میں اسی بیان کو لکھتے ہیں  
ہے اس تفسیر کی خصوصیت و اہمیت کا اندازہ ہندوستان کی دیگر تفسیر  
مقابلہ میں ہے

علاقہ نورنگہ کشمیر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کے ارد گرد کے مناظر کا مشاہدہ فرمایا۔ یہ علاقہ ایک خوبصورت اور خوشگوار جگہ ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت دریا بہتا ہے جس کا نام "دریا نورنگہ" ہے۔ یہ دریا اپنے پانی کی صفائی اور شہت کے لیے مشہور ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت جنگل ہے جس میں مختلف قسم کے درخت لگے ہیں۔ یہاں پر ایک خوبصورت پہاڑ ہے جس کا نام "پہاڑ نورنگہ" ہے۔ یہ پہاڑ اپنے شاندار منظر کے لیے مشہور ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت لکڑی کا بازار ہے جس میں مختلف قسم کے لکڑی کے سامان کی بیچ بیکاری ہوتی ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت کھیت ہے جس میں مختلف قسم کے پھل لگائے ہیں۔ یہاں پر ایک خوبصورت گاؤں ہے جس کا نام "گاؤں نورنگہ" ہے۔ یہ گاؤں اپنے خوبصورت مناظر کے لیے مشہور ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت دریا ہے جس کا نام "دریا نورنگہ" ہے۔ یہ دریا اپنے پانی کی صفائی اور شہت کے لیے مشہور ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت جنگل ہے جس میں مختلف قسم کے درخت لگے ہیں۔ یہاں پر ایک خوبصورت پہاڑ ہے جس کا نام "پہاڑ نورنگہ" ہے۔ یہ پہاڑ اپنے شاندار منظر کے لیے مشہور ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت لکڑی کا بازار ہے جس میں مختلف قسم کے لکڑی کے سامان کی بیچ بیکاری ہوتی ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت کھیت ہے جس میں مختلف قسم کے پھل لگائے ہیں۔ یہاں پر ایک خوبصورت گاؤں ہے جس کا نام "گاؤں نورنگہ" ہے۔ یہ گاؤں اپنے خوبصورت مناظر کے لیے مشہور ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس راستہ پر اور جید القہم عالم سچے ایک مرتبہ نام نہاد  
سے منہ قہم ایمان، اقرآن المتعانی، کامر اسرار کر کے، میر محمد من کی دعا

معتبر و روحہ کا خزانہ نظر سے سطا کر کے، سمیر و بار تعمیر جان القرآن کا سطر  
اسی شان نظر نگاہ سے کر کے تو اس وقت اس تعمیر کی خصوصیات و اس کا  
مقام کائنات پر کرا کر تعمیر ہندوستان کی درجہ تعمیر کے مقابلہ میں کجا خصوصیات  
اور کجا مقام کوئی ہے۔

نقطہ اشتقاقی، علم نظام الدین، خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند،  
سہارن پور یو پی۔ ۲۹۵۵ء

مولانا نعیم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند کی رست

کسی متحان عالم دین کو پرکھنے کے لیے تین جزیں ساز بن سکتی ہیں۔ علم، عمل اور اخلاق۔ جہاں تک مولانا اسحاق دہلوی کے بارے میں بات کی جاتی ہے، خوش الحاداری اور متبہ دروں قسم کی نیکنوں کو آکر گرہ لگایا جاسے تو ان پر اسے کوئی کام کرنے کی زندگی کی شہادت تھی۔ تینوں مذاہب کی تعلیم اور کیا ہے۔ علم ظاہر کی بجائے اخفول نے وقت کے کامل، حتمی اور جہد عمارت کی تین سیر پر قدم مولانا شیخ محمد مولانا احمد علی، مولانا محمد یحییٰ اور مولانا محمد قاسم آتے ہیں جو ان کے علمی پیشگی اور مضبوطی کی سب سے بڑی سند اور ضمانت ہے۔ چنانچہ ان کی کامیابی درس و تدریس کی خدمت نے علوم مسطور، علوم منقولہ، علوم عامہ، علوم خاصہ اور ان کے جہد و عمل کو باہر کر کے رکھ دیا۔ منقولات کی نسبت مسغولات و شکل زین سمجھا جاتا ہے۔ مگر مولانا نے نہ صرف درس و تدریس کی منقولات ہی میں اہمات مسائل اور مکرر آثار نظامی مباحث کو جہد و تدریس میں تبدیل فرما دئے تھے۔

ظہورِ عالمیہ شوقِ افسردہ شد و جد میں مرنے کی طرف ترقی و ترقی میں ترقی کو دیدہ  
 ناپید۔ متفقہ نقطہ، محسوسہ نشان رکھتے تھے۔ سلاماں اور ماحول کی پہلو تو وہ ہے جس سے  
 غرض میں مستقیم جو سر ہے۔ دوسرا عنصر پہلو سودا کے علوم و فطرت سے عام

۱۔ مرقبہ اسرار نظام الدین کے مخصوص مکتبہ مطبوعہ۔

نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بین الاقوامین تفسیری مجاہدوں میں سب سے عقل و فہم و شکلات کو رہنمائی فرما دیا گیا ہے۔ اور مصلحتات کے طے میں نہایت عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ رہا آیات پر نام تو رکھ لیا گئی ہے۔ تمام آیات ایک مسلسل اور بڑا کلام معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ان تفسیر کی خصوصیات کے کلام القابار کے درجہ میں مصلحت کو کثرت قرآنیکہ سے مستنبط کر کے کثات و لغزوت و معرفت پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ اور وہ زبان میں ہر سونے کی دھبے کا مہدیان القرآن کی عظمت نہیں ہوگی۔ خارجی، عربی، میں مگر ہوتی تو اس کے کہیں زیادہ وقت ہوتی۔ مسئلہ حدیث میں، مظاہر اسائن حدیث و دلیل، سولہ، ہر ایک کا نام اور فہم و عقل کی فطری خدمت ہے۔ مسلک اخلاقی پر یہ الزام رکھنا ہے نیا، ہر گیارہ کو غیر و ادا دیت سے یہی دامن ہے یا ان کا بیٹن پر واد مصلحت سیاست و عظمت ہے۔ اس مسئلہ کی دوسری کڑی ان کے نزدیک ناکاموں فتاویٰ میں ہے۔ دارالافتویٰ میں مضبوط ہے۔ اور مفقود الزنج و غیر موائی میں تو مولانا کے اجتہاد کی شان و مصداق ہے۔ بصیرت کا کرنی اندازہ ہو سکتا ہے۔

[illegible]

سلوک و تصرف میں جو انک مولانا کی خدمات کا تعلق ہے ان کا مکمل مبدون  
 بھی معلوم ہے۔ سائن سلوک، نظاں مہی، تربیت سالکین ے مولانا کے متعلق  
 ورمقہ ہرے کا تجوی، ناز کا پاسکے، قرآن و حدیث ے نافذ احصال تصرف  
 کو ایسا نکالنا ہے کہ صدیقیں سے اس پر رسالت و ہدایت کی ہر شہیں ہمگی میں آسپا  
 کو پڑے صحتی انڈا زیر صاف کیا ہے۔ ایک طرف لری ہرأت کے ساتھ حق کو داغ  
 کر دے۔ دوسری طرف معروف بزرگ کادب و اقوام بھی غلامی کے۔ خشک غلام۔

استفادہ کیا ہے۔ تقریر و بیان اور مدخلت و خطبات کا سلسلہ چار تصنیفات الین کا  
 خنقلہ جہاں بالآخر کیا جا سکتا ہے کہ ان دونوں میدانوں میں مولانا، بڑے سامعین تو کیا تنقید  
 سے بھی باخبر تھے سمجھتے ہیں۔ جینا رمانا و بیانات کو اگر دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ  
 اس شخص کی زندگی میں اس کے سوا کوئی کام ہی نہیں سہا چکا۔ سوانح لکھا ہی، عام فہم  
 کو بھی بدل کر رکھ دیا ہے۔ نہایت تحقیق ملی مسلمانین خیراتی، اصلاحی و قدرت و عظمت  
 و عظمت توحیدی، مسافر، راہی، مسدودین و مسلمان ہی نہیں انسانی برہم جہر ہی ہے ساری  
 کوششیں ساری کوششیں جو مولانا میں جھنجھوڑ گئیں اور پوری دل سوزی کے ساتھ تاثیر پڑے ہیں نہ صرف  
 مردوں پر بلکہ خودوں پر اثر انداز ہوئے۔ اور ملائے کہ مسلمانوں کی ایک قابل ذکر و تکرار  
 مولانا کے رنگ سے تاثیر ہوئی۔ اس طرح عربی و فارسی اور اردو زبان میں مولانا کے متنبہ  
 عام و خاص تصنیفات و بیانات بھی اپنی خال آپ ہیں۔ بلا مانا کثرت اگر دیکھا جائے  
 تو بلا شک و شبہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کی اصناف و رنگ سے اصناف کتاب زیادہ ہیں۔ ملائی و عربی  
 سمیت کر کے ان تصانیف کا مجموعہ ایک تصانیف کی تعداد میں سے کہیں قریب  
 ہوگی۔ مگر نہایت ترقی کا شہب قلہ کی جواں کایہ حال ہے کہ گنگ سبب ایک ہزار بیانیہ  
 کا ذخیرہ بیانات، تصانیف و جہر ہو گئے اور کمال یہ کہ کسی ایک تصنیف کا بھی حق طے منظر  
 نہیں، بلکہ سب وقت عالم رہیں جن سے کروڑوں انسانوں نے مستفاد کیا اور سب  
 عند اللہ مقرر فیضان جاری رہے گا۔ کوئی فن اور کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں  
 مولانا کا کاروبار نظر نہ پڑے اور نہ تحقیق نہ رہی ہو۔

تفسیر، در سبب، فقر، فقرت تو سولا کے نام مضامین میں تفسیر بیان القرآن کیا  
تفسیر کا خاکہ ہے۔ اس کی قدر و منزلت اس وقت ہوئی جب تمام متداول تفسیری کتب  
کے مطالعہ کے بعد اس کو دیکھا جائے۔ عربی میں مختصر حواشی میں عربی، سنی، فنی سنی  
و زبان، مضامین و بلاغت کے ضروری مباحث کے علاوہ فقہی، بلاغی، ادبی و تاریخی مسائل کو  
لے ملازمہ عربی حواشی۔



مکتوب مولانا محمد الحسن صاحب دہلی

در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

مکتوب محمد حسن صاحب دہلی

از محمد حسن صاحب دہلی خانقاہ امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

کتاب در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

از محمد حسن صاحب دہلی خانقاہ امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

کتاب در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

از محمد حسن صاحب دہلی خانقاہ امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

کتاب در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

از محمد حسن صاحب دہلی خانقاہ امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

کتاب در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

از محمد حسن صاحب دہلی خانقاہ امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

کتاب در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

از محمد حسن صاحب دہلی خانقاہ امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

کتاب در امداد العلوم و فائز امداد فی شرفیما بحین صلح فیہ

## ماخذات

(تقریر مطالعہ و حوالہ)

مطبوعات مولانا اشرف علی تھانوی

۱۔ الترتیب لطیف الکلیہ والصفیہ

۲۔ القصص فی معرفت اہل بیت القصص

۳۔ انگشت آزاد پریم دیوبند

۴۔ اصلاح الزہوم یحییٰ بن خلیفہ پریم دہلی

۵۔ اصلاح توحید دہلی

۶۔ اصلاح ترجمہ مزاجیت دہلی یحییٰ بن خلیفہ پریم دہلی ۱۳۵۰ھ

۷۔ الامتانات الفیہ، امن اشتیاقات المہدیہ، کتب نشر القرآن دیوبند، رجب ۱۳۳۱ھ

۸۔ بہشتی زیور پر خلیفہ پریم دہلی ۱۳۲۶ھ

۹۔ تفسیر بیان القرآن مطبعہ ممبائی، ۱۳۲۶ھ

۱۰۔ مرقی الماشرت مقبول المطابع ہردوئی

۱۱۔ حیات المسلمین جمال پریم دہلی ۱۳۲۶ھ

۱۲۔ دوحہ روایت حدیث مقبول المطابع ہردوئی، ۱۳۲۶ھ

۱۳۔ مسائل المسلمک

۱۴۔ مکمل بیان القرآن، تفسیر و ترجمہ ۱۳۵۲ھ

۱۵۔ دوحہ الشافی کتب نشر القرآن دیوبند

- ۱۶ - مدخل احوال فی الدین و الناس - مطبع اشرف المطابع و پرنس ۱۳۵۳ هـ  
 ۱۷ - مدخل و کسرل، سلسله تعلیمی در بیان کلاں دلی  
 ۱۸ - مدخل شرائط طاعت و استقامت الهی، سید احمد نقوی، ۱۳۵۳ هـ

### دیگر تصانیف

- ۱۹ - آئند و احوال طاعت اسلامی، دانش گاه لاهور  
 ۲۰ - الاطعام، خیر الدین دیکل، جلد اول، طبع کلاں  
 ۲۱ - لغز اکبر فی اصول التفسیر، شاه ولی الله، مترجم رشید احمد انصاری،  
 کتبہ برهان دلی، ۱۳۹۳ هـ  
 ۲۲ - الاتقان فی علوم القرآن، علامہ آل الدین سیوطی، مترجم محمد علی اعظمی، ۱۳۹۲ هـ  
 ۲۳ - المواقف، جلد اول، ضمیمہ پریس لاهور  
 ۲۴ - اشرف الصالحین، خواجہ عزیز الحسن مجددی، ۱۳۵۳ هـ  
 ۲۵ - امام دلی اشرفیوں کی حکمت کا احوال و تفصیل، مولانا عبدالرشید سندھی  
 ۲۶ - بزم اشرف کج پرخ، پروفیسر محمد سعید، جدید پریس لاهور، ۱۳۹۵ هـ  
 ۲۷ - بخاری شریف، انگریزی و اردو  
 ۲۸ - ترجمان القرآن، مولانا آزاد، جدید برقی پریس دلی  
 ۲۹ - ترجمہ قرآن، شاہ عبدالقادر جوہری، مطبع احمدی دلی، ۱۳۹۱ هـ  
 ۳۰ - ترجمہ مولیٰ نذیر احمد جوہری  
 ۳۱ - ترجمہ شاہ فیح الدین جوہری، مطبع احمدی دلی، ۱۳۵۳ هـ  
 ۳۲ - ترجمہ شیخ الحداد محمد اسماعیل، دارالتصانیف، شہزاد اہلیان آباد کراچی  
 ۳۳ - تفسیر فی اصول التفسیر، سید محمد خان، مطبع مفید اسلام آباد، ۱۳۹۳ هـ  
 ۳۴ - تفسیر صفائی (تفسیر فتح القرآن)، مولوی عبدالحق جوہری، دلی پرنٹنگ پریس  
 ۳۵ - تفسیر روح المعانی، محمد عالم بن عبدالحامد

- ۳۶ - تفسیر القرآن، ترجمہ سید احمداں، مطبع علی محمد پریس ۱۳۱۲ هـ  
 ۳۷ - تفسیر مہات القرآن، مفتی محمد فیض، کتبہ مصطفائیہ، دہلی  
 ۳۸ - تفسیر مہاب الرحمن، سید امین علی، مطبع ذیل کشہ پریس، ۱۳۹۵ هـ  
 ۳۹ - تفسیر طائین، ایم شیر حسن انیل سنس ۱۳۵۳ هـ، موجودیت پور کلاں  
 ۴۰ - تفسیر کاشان، مطبع خان پریس، نرکان گیٹ دلی  
 ۴۱ - تفسیر درس قرآن، سید محمد سمیع  
 ۴۲ - تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ، مولانا داس المطابع، آڈم باغ کراچی  
 ۴۳ - تفسیر القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دلی  
 ۴۴ - تاریخ تفسیر القرآن، عبدالعہد وارم  
 ۴۵ - تفسیر مدین کامل، مولانا عبداللہ دہلوی، مخیر پریس کلاں، ۱۳۶۶ هـ  
 ۴۶ - تفسیر قطبیا، ستارہ اشرفی، یونین پرنٹنگ پریس دلی، ۱۳۶۲ هـ  
 ۴۷ - تفسیر الایمان، سید ناصر الدین محمد، حضرت المطابع دلی، ۱۳۶۹ هـ  
 ۴۸ - تہذیب الاخلاق طبع دوم، سر سید احمد خان  
 ۴۹ - التالیفات اشرفیہ، مرتبہ محمد عبدالغنی، ادبی پریس کلاں، ۱۳۵۳ هـ  
 ۵۰ - باب التفسیر، قراب طبیب الدین خاں، مطبع نظامی کراچی  
 ۵۱ - جائزہ قرآن مجید، سید محمد مجرب رضوی  
 ۵۲ - حکیم لاسٹ، مولانا عبداللہ بدایونی، ساریات انٹر کلاں، ۱۳۵۱ هـ  
 ۵۳ - حیات باوید، مولانا الطاف حسین حالی، ترقی آؤد پور دلی، ۱۳۶۹ هـ  
 ۵۴ - درخت شرف دلی  
 ۵۵ - درساں ساریات، کتبہ صفائی  
 ۵۶ - سیرت اشرف، مفتی عبدالرحمن صاحب، السیلاب پریس لاهور، ۱۳۵۹ هـ  
 ۵۷ - شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مصر  
 ۵۸ - علی گڑھ تحریک، سیم آفرین، مسلم پریس کلاں، ۱۳۶۰ هـ

